ماہِ
ملکہ
مریم مظفر
Pdf available at
www novelsclubb com
FB INSTA
novelsclubb

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

ماہِ ملکہ

از

مریم مظفر

www.novelsclubb.com

انتساب۔۔۔

ماہِ ملکہ میرے لیپ ٹاپ کے نام جس نے گھنٹوں میری ٹائپنگ سپیڈ برداشت کی ہے اور ماہِ ملکہ مہر النساء شاہ میر کے نام جس نے اس سے بھی زیادہ گھنٹے میری کہانی سنی، سمجھی، پڑھی اور نکھاری ہے۔

اِن دونوں کے بغیر یہ سفر شاید کبھی شروع ہی نہ ہوتا۔

www.novelsclubb.com

ماہِ ملکہ

از مریم مظفر

قسط 12

www.novelsclubb.com

خلاصہ

کہانی ہے مصر میں مقیم چار لوگوں کی۔۔

کہانی ہے ایک کشتی کی۔۔

چمکتی چیزوں کی لت،

عدل کا جنون،

بہتری سے بھاگنے کی چاہ،

تلاش کی آرزو،

کہانی ہے ایک متوازی دنیا کی۔۔۔

عورتوں کی مردوں پر حکمرانی کی۔۔۔

انسانیت کے انسانیت پر تجربوں کی۔۔۔

سچ کی اصل صورتوں کی۔۔۔

کہانی ہے چار لوگوں کی۔۔۔

اورانکی قید خانی کی۔۔۔

www.novelsclubb.com

باب محافظ

"میں شہزادی عبیل اور سابقہ خادمہ۔اپنے مکمل عقل و حواس کے ساتھ انیسویں ملکہ ماہ سابقہ ملکہ کی محافظ خاص گل جان کو منعقد کرتی ہوں۔"

وقت یک دم تھم گیا۔ تمام چہرے جامد، ان کے تاثرات یکجا اور آوازیں ٹھہری ہوئیں۔ کامل کی لاعلمی، فاطر اسلام کا دھوکہ اور گل کا پیٹھ پر وار اس کہانی کو سمجھنے کی خاطر پیچھے کی طرف سفر کرو۔

اسی دن میں واپس چلے آؤ جب فاطر نے المیرا سے دستبرداری دی تھی، کامل سے دبیر کا سودا کیا تھا اور گل کے ہاتھوں میں وہ کتاب تھمائی تھی۔

کیا تم جاننا چاہو گے اس کتاب میں ایسا کیا درج تھا؟

★

بھاری ذرے کی موجودگی اسکے قدموں کو سست کرنے کی وجہ بن رہے تھے۔ لمبے ڈگ بھرتی جب وہ کتب خانے کے پردے ہٹاتی اندر آئی اسے عین بائیں طرف فاطر اسلام کچھ نقشوں پر جھکا دکھا۔

”عبیل کو دبیر کے بارے میں نہیں پتہ۔“..... ”کامل دبیر کو رہا کروا دے گی۔“

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دونوں نے بیک وقت دو الگ جملے کہے۔ مقصد ایک، معلومات مختلف۔

”کامل ابھی آپ سے مل کر گئی تھی؟“میز کے ایک سرے سے ٹیک لگاتے اس نے نقشے پر ہاتھ پھیرتے مرد کو دیکھا۔

”ہاں (نظر اٹھائی) بلکل ویسے جیسے ہم نے نتیجہ نکالا تھا۔“

”مگر اسے کیسے علم ہوا کہ میں بھی دبیر کو ہی ڈھونڈ رہی ہوں۔“انگلی سے ٹھوڑی پر دستک دیتے وہ کتابوں کے سرورق پڑھنے لگی۔

”مشکل نہیں، تم میرے ساتھ ہی تو کام کر رہی ہو۔“اپنی پشت کے ساتھ کسی شے کے ٹکرانے پر گل نے گردن جھکا کر پیچھے دیکھا۔ فاطر اسلام بظاہر تو نقشوں کو الٹ پلٹ کرنے میں مصروف دکھا مگر ایک ہاتھ کی مدد سے وہ گل کی جانب کپڑے میں لپٹی ایک ننھی کتاب بڑھا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"ماہِ کامل آپ سے کیا کہہ رہی تھی؟" نا سمجھی سے ادھر ادھر دیکھتے اس نے فاطر کا اشارہ سمجھتے کتاب اٹھاتے اپنے لباس میں چھپا لی۔

"وہ چاہتی ہے ہم المیرا کو ملکہ کے مقام سے ہٹا دیں تو ہی وہ ہمیں بھگائے گی اور۔" تہہ شدہ کاغذات کے پلندے پر سے دھول صاف کرتے فاطر اسلام نے لاپرواہی سے کہا۔

"اور؟" گل ساتھ ساتھ احتیاط سے دونوں ہاتھوں میں وہ کتاب چھپائے کھولنے لگی۔

"دبیر کو یہاں سے آزاد کروائے گی۔" کچھ دیر تک وہ پلک نہ جھپک سکی۔ یہ کیسا سودا تھا؟

"مگر ہمیں واپس اپنی دنیا میں جانا ہے صرف یہاں سے بھاگنا نہیں۔" کتاب کے اوپر سے دیکھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"وہ بھی تب ہی ممکن ہے جب ہم اس دنیا کو سمجھیں گیں۔" فاطر نے آنکھ کے کنارے سے اسے دیکھا۔

"تو (کتاب کے صفحات پلٹائے) اگلا قدم کیا ہو گا؟"

"آج رات تک بتاتا ہوں۔" بس ایک نگاہ گل پر ڈالی اور وہاں آتے خوف و حراس کو دیکھتے اس نے چہرہ پھیر لیا۔ وہ جانتا تھا کاغذ پر لکھے الفاظ ہضم کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ گل کی انگلیاں کتاب پر کانپ گئیں۔ جسم میں یخ بستہ خوف کی تیز لہر سفر کرتے عصاب کو جما گئی۔ آنکھیں پھٹیں رہیں اور لب جدا ہوئے۔ فاطر اسلام کی لکھائی سے زیادہ کاغذ پر لکھے جملے خوفناک تھے۔

"مجھے لگتا ہے کوئی ہماری ملاقاتیں سنتا ہے۔ مجھے فلحال شک ہے کہ وہ سنتے ہیں کیا تم نے غور نہیں کیا سب کچھ ہماری مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔" فاطر اسلام کو غائب دماغی سے جواب دیتے اس نے اگلا ورق موڑا۔

"ماہ کامل کو کیسے معلوم ہوا ہم دبیر کو آزاد کروانا چاہتے ہیں؟ میں نے تم سے کہا تھا نا جمین کے خاندان سے ملتے وقت جب ہمیں گارڈز روکیں گیں تو ماہ کامل ہی بچانے آئے گی۔ کیوں؟" وہ جیسے جیسے پڑھتی اس کے رونگھٹے کھڑے ہوتے۔ اپنی ہی سانس سے گھن محسوس ہوئی، اپنا ہی سایہ بے اعتبار لگا۔

فاطر کے سوالات کے جواب دیتے وقت اسکا لہجہ پھیکا اور غائب تھا۔ اگلا کاغذ پلٹتے اس نے فاطر کی لکھائی سمجھنے کی کوشش کی۔ "میں نے تم سے تبھی کہا تھا کے جب المیرا کی باتیں سننا تو کامل کی موجودگی میں سننا۔ کامل ہماری گرفتاری کی منصوبہ بندی کر رہی ہے مگر اسے یہ نہیں معلوم کہ ہمارا اٹھتا ہر قدم اس کے زوال کی راہ پر گامزن ہے۔ آج سے ہم جو بولیں گیں وہ جھوٹ ہوگا اور جو لکھے گیں وہ سچ۔"

کتاب سے چہرہ اٹھا کر اپنے ساتھی کو دیکھا۔ وہ خاموش تھا مگر اسکی آنکھیں کہتی تھیں مجھ پر اعتبار کرو۔ وہ عورت کیا دوسروں پر اعتبار کرتی جس نے کبھی خود پر بھی

www.novelsclubb.com

بھروسہ کرنا نہیں سیکھا تھا۔امبر آنکھوں کو جھوٹی امید دلاتے وہ مسکرائی، دل بھلے رضا مند نہیں تھا۔

یہ خط و کتابت کا کلامی سلسلہ وہاں تمام نہ ہوا۔ان کی ہر ملاقات میں جو وہ لکھتے وہ کرتے نہیں،اور جو وہ کرتے تھے اسے لکھنا اہم نہیں تھا۔

★

ادوب کو اپنے ساتھ شامل کرنے سے کچھ دن پہلے بھی انہوں نے معملات یونہی تہہ کیئے تھے۔ باورچی خانے کی دیواروں سے ان کی سرگوشیاں ٹکراتی آپس میں مل جاتیں۔ موٹی کتاب کے صفحات سیاہی سے بھرے تھے۔اس میں لکھا سچ اگر حقیقت نہ بنا تو فاطر اسلام کے شک کی تصدیق ہو جائے گی۔

"بدگمانی بغاوت کی پہلی سیڑھی ہے۔" لالٹین کی پر اسرار سی روشنی اور رات کے سناٹے میں اس کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔ "اور پہلی سیڑھی پر ہی اگر کوئی

ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لے تو بدگمانی بے ایمانی کا روپ دھار لیتی ہے۔" مرد نے کتاب پر ایک اور سطر لکھی۔

"ہماری وفاداری نہ کامل سے ہے نہ ادوب سے اور ماہِ ملکہ سے تو بلکل نہیں۔ ہمارا واحد مقصد یہاں سے بھاگنا ہے جس کے لیئے اس دنیا کی اصلیت جاننا نہایت ضروری ہے۔" منہ سے نکلنے والے الفاظ، قلم سے تشکیل شدہ لفظوں سے مختلف تھے۔ "ہم نے سننے والے کو یہ تاثر دینا ہے کہ ہم ادوب کو المیرا کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں ماہِ ملکہ والے یہ بات سن کر کیا ہمارے لیئے آسانیاں پیدا کریں گیں یا مشکلات کھڑی کریں گیں؟"

"مگر آپ ادوب کو منائیں گیں کیسے؟" لڑکی کا سوال جائز تھا۔ فاطر اسلام نے سامنے کھلی کتاب پر ایک سطر لکھی منہ سے الفاظ اس کے متضاد ادا کیئے۔

"ہمارا مقصد ادوب کو منانا نہیں اس قدم پر ماہِ ملکہ کا ردعمل دیکھنا ہے۔"

www.novelsclubb.com

”تخت جنس نہیں لالچ اور قوت دیکھتا ہے۔“گل کے کان سرخ ہوئے۔”اور لالچ ہر انسان کی عقل اندھی کر دیتی ہے۔“

”تو آپ ادوب کو اگلی ملکہ بنائیں گیں؟“کتاب پر فاطر کا لکھا جواب پڑھتے سوال کیا۔

”نہیں ہم صرف اسے یہ تاثر دیں گیں۔“گہری سانس لیتے اس نے کاغذ پر کچھ اور لکھا۔

”کامل کو پھانسنے کے لیئے ہاں۔“ اندھیرے کے باوجود بھی گل کی نگاہ میں بے اعتباری دکھتی تھی۔کاغذ اور لکڑی کی خستہ مشک اس کے ارد گرد بہت زندہ تھی۔ان کتاب کے بدلے ہوئے اصولوں کو دیکھتے گل کے اندر بہت سوالات جاگے تھے، جس میں سرفہرست ان کا مقصد تھا۔

”تمہیں فاطر سر پر بھروسہ کرنا ہوگا گل وہ درست وقت پر سب بتادیں گیں۔“

خود کو کمزور امید تھمائی۔

★

ادوب کے سامنے نگار کی جھوٹی کہانی ڈال کر فاطر اسلام اب منتظر تھا کہ قدرت کیا کرے گی۔اس کے انتظار کا اگر جواب خاموشی تھا تو فاطر کا شک درست ثابت ہوا۔ ماہ ملکہ والے یقیناً ان کی باتیں سن رہے تھے تبھی تو ان کا آپس میں تہہ شدہ ہر فیصلہ بغیر کسی رکاوٹ کے تکمیل ہو جاتا۔

انہوں نے کتب خانے میں عوام کے ساتھ ملاقات کرنی تھی، باآسانی ہو گئی۔

لوگوں کے بیچ پیغامات بھیجنے تھے، بہتے پانی کی طرح ہو گئے۔

یہی سب باتیں فاطر اسلام کو کھٹک رہیں تھیں۔ہر چیز اسکے ہاتھ میں کیسے ہے؟ کیا ماہِ ملکہ والے اسے اپنے کسی مقصد کے لیئے استعمال کر رہے ہیں؟ کیا کامل کا کوئی

www.novelsclubb.com

جاسوس ہر وقت ان کے ساتھ ہوتا ہے؟ انہیں تمام سوچوں کو ذہن میں رکھتے اس نے گندمی جلبیہ سر کے اوپر سے پار کرتے بازوؤں میں ڈالا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

اپنے سوالات کے جواب کی خاطر اس نے بہت دن پہلے قانون کی کتابوں میں ردوبدل بھی کیا تھا۔ اگر وہ ان چیزوں کو سنتے اور ان پر عمل کرتے ہیں جو وہ بلند آواز سے کہتا ہے تو یہ ممکن ہے کہ وہ ان چیزوں سے بے خبر رہیں گیں جو وہ تنہا اپنے ذہن میں رکھتا ہے۔ فلحال تک کسی نے ان اصولوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔ عین ممکن تھا فاطر کے سوا اس راز سے کوئی واقف نہیں، خود اسکی ساتھی بھی نہیں۔

★

(المیرا کی گرفتاری سے تین دن پہلے)

رات کو گودام کی چوکھٹ پر لالٹین اٹھائی کھڑی گل جان کے نتھوں سے ایک مانوس مگر تازہ خوشبو ٹکرائی۔ گہرے سانس لے کر اسے اندر اتارتی لڑکی ٹھٹک گئی۔ قدموں کی چاپ پر چہرہ پھیرا تو فاطر کے ہاتھ میں تھامی پیالی نے اس کے تمام سوالات کے جواب دے دیئے۔

"یہ کافی کہاں سے ملی آپ کو؟" گل کے لہجے میں حد سے زیادہ حیرت تھی۔

"گودام میں کافی بینز موجود تھے۔ پیس کر بنالی۔" ہلکی آواز میں کہتے وہ میز کی ایک طرف دیوار سے لگ کے بیٹھ گیا۔ گل جان اسکی بات ہضم کرتے اپنی مطلوبہ جگہ پر آبیٹھی۔ ذہن میں ابھی بھی فاطر کی کچھ دن پہلے کی بے رخی ثبت تھی جب اس نے بنا بتائے ادوب کے ساتھ معمالے تہہ کیئے تھے۔

("میں پرائمری کے بچے کی طرح ہر فیصلہ پر تمہارا اٹھپا نہیں لے سکتا۔ اگر اب ہم ایسے چھوٹے چھوٹے فیصلے بانٹنا شروع ہوگئے تو ہمیشہ کے لیئے یہیں رہ جائیں گیں۔

تم میری طرف سے آزاد ہو گل۔ اگر تمہیں لگتا ہے یہ طریقہ ہمارے لیئے فائدہ مند ہے تو وہ استعمال کرو، میری رائے کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔")

"نگار کو ہمارے ارادوں کی بھنک ہو گئی ہے۔" گل ماضی کے ان کانٹوں کا سفر کرتی حال میں دوبارہ لوٹی۔ "اس نے ادوب کو بلاتے سوال جواب کیئے جس کے اختتام میں منصوبے کے مطابق ادوب نے المیرا پر سارا ملبا ڈال دیا ہے۔" فاطر کی اطلاع پر گل جوشیلی ہوئی۔ اس کے مقابلے میں فاطر اسلام کا انداز کچھ بجھا بجھا سا تھا۔ آنکھیں چھوٹی کیئے وہ اسے کڑوی کافی کے ننھے گھونٹ بھرتے دیکھ رہی تھی۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" جواباً فاطر نے سر گھٹنوں میں گرا لیا۔ گہری تھکی سانس خارج وہ اب اضطرابی حالت میں اپنا نچلا ہونٹ کترنے لگا۔ آگے بڑھتے اس نے گل کے ہاتھ سے کتاب لیتے اس پر ان کا حقیقی عمل تحریر کیا۔

"المیرا تخت سے ہٹ جائے گی۔ طاقت ہمارے ہاتھ میں ہو گی۔ ہم اپنے گھر چلے جائیں گیں مگر۔" سر اٹھانے پر اسے ایک الجھی ہوئی لڑکی ملی۔ "کیسے؟ ہم خوش

فہمیوں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں جن کی منزل بھی متعین نہیں۔" گل نے اسکی فکر مند حالت پر اسے یوں دیکھا جیسے اس سے بڑا بے وقوف کوئی ہے ہی نہیں۔ قلم فاطر کے ہاتھ سے لیتے اس نے کاغذ پر جواب دیا۔

"بائیں طرف کے اسی راستے سے جہاں وہ عورتیں جا رہیں تھیں۔"

"تمہیں کیا معلوم وہ سچ بھی ہے یا نہیں۔" فاطر کی تفتیش بجا تھی۔ گل کی امید کے جلتے چراغ مدھم ہوئے۔ "اور اگر بلفرض سچ ہے بھی تو کیا یہ لوگ ہمیں اس قدر باآسانی یہاں سے جانیں دیں گیں۔" گل اب اسکی لکھائی پڑھتے مایوسی کی ایک گہری دلدل میں دھنستے گئی۔ فاطر نے اپنی کافی کا آخری گھونٹ حلق میں اتارتے کپ ایک طرف رکھ دیا۔

"اگر جھوٹ ہوتا تو ان عورتوں کے فرار پر اتنا واویلا کیوں مچتا۔" کچھ دیر بعد گل جان نے بہت محتاط الفاظ سے اپنے عرضہ پیش کیا۔ فاطر اسلام کتاب کو گھورتے خاموش رہا۔ فخریہ پیچھے ہوتے وہ اب جواب کا انتظار کرنے لگی۔ اس کا انتظار تمام

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوا۔ فاطر اسلام نے قلم اٹھاتے سیاہی سے جو کچھ الفاظ اس کوڑے کاغذ پر درج کیئے تھے وہ ان کی دنیا تین سو چھبیس کے چکر پر گھما گئی۔

"کیا معلوم اس راستے پر ماہِ ملکہ کے راز مدفن ہوں۔" تاثرات کے تناؤ میں یک دم آزادی آئی۔ گردن تیزی سے اٹھاتے فاطر کو دیکھا جس کے چہرے پر حیرت، تکبر، پیچیدگی آج مکمل غائب تھی۔ امبر نگاہیں اپنی انسانیت کا سودا کر کے اجڑ گئیں تھیں۔

"کیسے راز؟" تھوک نگلتے گلہ خشک کیا۔ کافی دیر سے وہ دونوں بس کتاب پر پیغامات آگے پیچھے کر رہے تھے۔ فاطر نے جواب نہ دیا۔ وقتاً فوقتاً سر دیوار سے ٹکراتے وہ گھڑیاں گنتا گیا۔ گل جان نے گال کا اندرونی حصہ کاٹتے خود کو بولنے سے بازپرس کیا۔ وہ اتنے دنوں سے پر امید تھی کہ قانون کو بدلنے کے پیچھے کی چال میں اسے بھی شامل کیا جائے گا مگر آہستہ آہستہ وہ خوش فہمی جھج کر ایک ننھی چنگاری سی بن گئی تھی۔ کیا وہ اسے بھی دھوکہ دے رہا ہے؟

★

(واپس حال میں آؤ)

فرش سے عرش تک کا سفر بظاہر جتنا آسان لگتا ہے در حقیقت کئیں سخت پتھروں کو ٹاپ کر ملتا ہے۔ مگر ضروری نہیں کے منزل کو پالینے کے بعد مسافر کا سفر تمام ہو جائے۔ وقت کی مہربانیاں باز دفعہ بوجھ بن جاتی ہیں۔ جس کمرے کا تحفظ اسکے ذمے تھا آج اسکا استعمال گل جان کی دیت میں آچکا تھا۔ مخملی بستر پر چت لیٹے اسکی نرمی کو اپنے پوروں سے محسوس کیا۔ چہرے کی خوشی چھپائی نہ چھپتی تھی۔

ایک ماہ سے وہ نرم بستر کے بجائے سخت گدوں اور چادروں پر سو رہی تھی۔ گہری سانس لیتے اس نے کمرے میں پھیلی معطر خوشبو اپنے وجود میں اتاری۔ نجانے کتنے دنوں سے وہ پھیکے اور قلیل کھانے سے اپنی پیٹ کی فریاد مٹا رہی تھی۔ کمرے کے ایک کونے میں رکھے لوازمات، پھل، میٹھے کو باری باری دیکھتے اسکی آنکھوں کی خوشی اور روشنی تمام تھی۔

کمرے کے دوسرے کونے میں بھاگ کر اس نے ملکہ کے بیش قیمتی لباس کو ہاتھ کی مدد سے اچھالا۔ ان سخت واسکٹوں اور زرے نے جگہ جگہ سے جلد کو کرچھ دیا تھا۔ ہر بار المیرا کے لباس کی چمک اسکے دل پر خواہش کی طرح لگتی تھی۔ موتیوں سے بھرا اور قیمتی لباس پہننے کو اسکا وجود بھی ترستا تھا۔

''تو یہ ہے ملکہ کی جنت۔'' کمرے کے وسط میں کھڑے ہوتے آنکھیں موند لیں۔ بازو ہوا میں بلند کیئے وہ روایتی ترک رقص کرنے لگی۔ چاہے وہ کتنا ہی انکار کر لے، لالچ نے اسے سر سے پاؤں تک نگل لیا تھا۔ یہ تاج اس کا ہوگا ایسا خواب تو جاگتی آنکھوں نے بھی کبھی نہیں دیکھا تھا۔

''میرا وعدہ؟'' مانوس کوئل جیسی آواز پر اسکے رقص کرتے وجود میں سستی آئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے گل اپنی جگہ ٹھہر گئی۔ چھوکٹ پر کھڑے وجود کی ہونٹوں پر آئی لالچی مسکراہٹ یکجا رہی۔ دروازے پر کھڑی اردان سے آئی شہزادی عبیل سینے پر بازو باندھے اسے آس سے دیکھ رہی تھی۔ کمرے میں پھیلی روشنی ان دونوں کے

www.novelsclubb.com

بیچ حدود کی سی حیثیت رکھے تھی۔اسی روشنی میں دیکھتے دیکھتے کچھ دن پہلے کا ایک منظر ابھرا۔

دہ دن پہلے

کتب خانے میں رکھے میز کے وسط میں لالٹین کی جلتی بجھتی روشنی تھی کے اطراف تین چہرے تھے۔ فاطر، ادوب اور گل جان عوام سے آخری اور حتمی ملاقات کر چکے تھے اور فلووقت یہاں اپنی آخری چال کو ترتیب دینے کی نیت سے جمع تھے۔

"ماہِ کامل سے معلوم ہوا ہے کہ نگار دو دن بعد کابینا کی موجودگی میں المیرا سے سوال جواب کرنے کی نیت رکھتی ہے۔ اگر المیرا پر لگے الزامات سچے ثابت ہوئے تو کل کی شام سے پہلے وہ قید کر دی جائے گی۔" فاطر اسلام کے چہرے پر روشنی آجارہی تھی۔"اور اس بات کے مضبوط امکانات ہیں کہ نگار اس کو تخت کی بہتری کی خاطر ضرور گرفتار کرے گی۔"

"تو میں ملکہ کیسے بنوں گی؟" پچھلے پونے گھنٹے سے گفتگو کا سلسلہ ادوب اور فاطر کے درمیان ہی آباد تھا۔ ایک طرف کھڑی گل جان دانستۃِخاموش تھی۔ اسکے ذہن میں شک اور وسوسوں کی کیا بھگدر مچی تھی جس سے بقیا دونوں ساتھی ناواقف تھے۔

"میں نہیں جانتا۔ تمہیں ملکہ بنانے کا دعوہ ماہِ کامل نے کیا ہے آگے وہ سنبھالے گی۔" کون کہے گا یہ وہی سچائی کا علم بردار فاطر اسلام تھا جس کی زبان سے اُس وقت بنا رکے بنا سوچے جھوٹ نکل رہے تھے۔ ادوب نے توصیفی انداز میں گردن ہلائی۔ گل جان کو ایک نظر دیکھتے اس نے بنا کچھ سوچے اگلا سوال فاطر سے کیا۔

"حاکم بننے کے بعد میں تمہیں اپنا مشیر منتخب کرونگی۔" ادوب اب فاطر سے مستقبل کے طور طریقے تہہ کر رہے تھے اس بات سے بے خبر کے مستقبل ان سب کے لیئے کیسا تحفہ سنہرے کپڑے میں لپیٹ کر لائے گا۔

گل جان کو ان کی آوازیں دور جاتی محسوس ہوئیں۔اس نے خود کو اندھیرے میں گھرتا پایا، دونوں طرف مختلف راستے اور موقع صرف ایک۔ کیا اسے فاطر کے راز کے بارے میں سوال کرنا چاہیئے یا خاموشی سے اس کے جھوٹ کے ساتھ کھیلنا چاہئے؟ کیا وہ فاطر پر بھروسہ کر سکتی ہے؟ کیا فاطر اس پر بھروسہ کرتا ہے؟

”گل!“وہ کس کا اعتماد کرے۔ وہ کس سے مشورہ لے۔ فاطر وہی مرد ہے جس نے سب سے پہلے اسکی مدد کی ہامی بھری تھی۔

”گل! گل جان!“ مگر پھر اس نے بیشتر جگاہوں پر اسے چھوٹا بھی تو محسوس کروایا تھا۔ نوکری سے نکالنا، تذلیل، خود بخود فیصلہ لینا۔

”گل جان!“ وہ ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔ اندھیرا، کھائی، راستے سب پلک جھپکتے غائب ہوئے۔ فاطر اسلام سوالیہ نگاہوں سے اسکا گھبرایا چہرہ ٹٹول رہا تھا۔ گل نے یک دم چہرہ پھیر لیا مبالغہ کہیں اسکے تاثرات ہی نہ پڑھ لے۔

"کیا ہوا ہے؟" فاطر نے اسکی پشت دیکھی۔ خود کے حواسوں کو قابو میں لاتے وہ زیرِ لب ابھی بھی خود سے باتیں کر رہی تھی۔ سوال کرے یا نہ کرے؟ کرے یا نہ کرے؟ کرے یا؟

"ادوب جا چکی ہے۔" گل نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ لیبانی مشیر خاص واقعی جا چکی تھی۔ "تم نے کوئی سوال پوچھنا ہے یا میں جاؤں؟" اپنا سامان سمیٹتے اس نے ایک لاتعلق نگاہ اپنی ساتھی پر ڈالی۔ گل جان کے اندیشوں میں اضافہ ہونے لگا۔ کیا فاطر اسلام میری پشت پر چھرا گھونپنے والا ہے۔

"آپ ادوب کو واقعی ملکہ بنائیں گیں؟" دوبارہ وہی سوال۔ فاطر نے ایک بیزار نگاہ اپنے سامان پر ڈالتے تھکی سانس خارج کی۔ قلم اور کتاب گل کے ہاتھ سے لیتے اس نے جواب لکھا۔

"مجھے یہاں کی سازوشوں کا حصہ نہیں بننا لڑکی۔" زبان سے طنز کیا، انگلیوں سے جواب درج کیا۔

"ہاں، ماہ کامل کو چاروں شانے چت کرنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ اس سے تخت کی رسائی چھین لو۔" گل جان نے جواب پڑھتے گردن ہلائی اور اپنا سوال لکھا۔

"آپ وہ کیسے کریں گیں؟" وہاں وہ اپنا ارادہ بتانے لگا اور یہاں گل جان یہ تہہ کر چکی تھی کہ اگر فاطر نے اسے قانون میں ردوبدل کے متعلق نہ بتایا تو وہ خود کوئی قدم اٹھائے گی۔

"سوچا نہیں۔" فاطر نے اسی کاغذ پر جواب لکھا۔

محافظ کی بھنویں ماتھے سے جا لگیں۔ دل پر ایک بوجھ سا ہلکا ہوا۔ کتاب کی سرورق سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ ایک کی نظر میں بیزاری تھی اور دوسری کی کاٹ دار۔ فاطر اس سے باتیں چھپا رہا ہے۔ منزل کے قریب پہنچ کر آپ نے بھی آنکھیں ماتھے پر رکھ کر اچھا نہیں کیا۔ اس مرد کی دور جاتی پشت کو دیکھتے دل ہی دل میں اپنی احترام کی قبر پر مٹی ڈالی۔

★

کتب خانے سے نکلتے وقت اسکا پورا وجود غصہ کی تپش میں جکڑا ہوا تھا۔ سپاہی کا دل چاہا اونچی آواز میں چلا کر سب کو انسانوں کی خود غرضی کے قصے سنائے۔ وہ استعمال ہو کر تھک چکی تھی۔ ایسا بھی کیا تھا جو فاطر اسلام اس پر اعتبار نہیں کر سکا؟

”جنھوں نے بتانا ہوتا ہے وہ بغیر پوچھے بھی بتا دیتے ہیں اور جو راز رکھنے کے روادار ہوں وہ پوچھنے پر بھی بہانے گھڑ لیتے ہیں۔“ خود سے بڑبڑاتے وہ راہداری میں بڑھتی گئی۔ اندھیرے اور روشنی میں ہر کمرے کے باہر لگے پردوں نے ماحول خوابناک بنایا تھا۔ اگر یہاں المیرا ابنا بتائے فیصلے کرتی تو شاید گل جان کو دھچکا نہ لگتا مگر فاطر اسلام جس میں لاکھ برائیاں سہی مگر وہ وفادار تھا۔ اس کے خود سر روپ نے گل جان کو بری طرح مایوسی کی جانب دھکیل دیا بلکہ مایوس بھی ایک چھوٹا لفظ تھا، فاطر اسلام کے رویہ نے اسے متنفر کیا تھا۔

زبان تلے آنے والی ہر گالی کو روکتے جب وہ اپنے کمرے سے کچھ فاصلے پر پہنچی تو قدم یک لخت رک گئے۔ تیزی سے ایک کھلے کمرے کے پردوں کی اوٹ میں چھپتے محافظ گل جان گردن نکالے اپنے کمرے کی سمت دیکھنے لگی۔ کوئی اسکے کمرے کے دروازے کے باہر کھڑا چابی گھمارہا تھا۔ گل نے اپنے لباس کی جیب ٹٹولی تو ٹھٹک گئی۔ چابی تو اسکے پاس موجود تھی پھر اس انسان کے پاس کیسے آئی۔

اس سے پہلے کے وہ مزید کچھ سوچتی مہرون چغہ میں ملبوس وجود دروازہ کھولتے اندر جا چکا تھا۔ گل جان نے ایک خوف زدہ سانس اندر کھینچی جب اسے احساس ہوا کے آواز ضرورت سے زیادہ اونچی ہو گئی تھی۔ منہ پر ہاتھ رکھتے پلٹ کر دیکھا تو حلق سے چیخ برآمد ہوتے رکی۔ ایک کم عمر لڑکا آنکھوں میں خون لیئے اسے مارنے کی نیت سے کھڑا تھا۔ ہاتھ میں تانبے کا بھاری برتن اور تن پر ماس ہڈیوں سے چپکا ہوا۔

"میرے خاندان کا ماس نوچنے والی آج میں تمہیں جان سے مار دونگا۔" گل نے اپنی بوکلاہٹ میں لڑکے کے کانپتے ہاتھ اور ناک سے نکلتے اچانک خون پر بلکل

دھیان نہیں دیا۔ادھر وہ اسکی طرف بڑھا ادھر گل پردہ اسکے منہ پر مارتے کمرے سے باہر نکل گئی۔

”رک چڑیل۔ روز رات کو آکر ہمارا خون نکالتی ہے آج تو میں تجھے پکڑ لونگا۔“اپنے پیچھے اسے برتن کے زمین سے ٹکرانے کی آواز آئی۔کمرے کی طرف بھاگ کر آتی وہ لڑکے کے قہر سے خود کا بچا آئی۔بنار کے کمرے کا دروازہ کھولا اور جو کوئی بھی چغہ میں تھا اسکو سمجھنے کا وقت دینے سے پہلے گل جان نے ہاتھ میں پکڑی کتاب پوری قوت سے اسکے سر پر دے ماری۔

گل کی الماری پر جھکے وجود نے کراہاتے ہوئے اپنا سر پکڑا۔حملے کی شدت نے چغہ کی ٹوپی سر پر سے گرادی تھی۔کراہاتے ہوئے انسان کو چٹیا سے پکڑتے گل نے سنبھلے بنا اسکے چہرے پر وہی کتاب مارنی چاہی جب سامنے والی کی ٹانگ اٹھی اور گھٹنا سیدھا گل جان کے پیٹ میں آیا۔

www.novelsclubb.com

موت سے بچ کر موت کے فرشتے کے قدموں میں آگئی تھی۔ پیٹ کے بل جھکتے اس نے بھیگتی نگاہوں کو اٹھاتے اپنے حملہ آور کو دیکھا۔ معدے پر رکھا ہاتھ ساکت ہو گیا۔ پورے جسم پر جیسے کسی نے بے یقینی کی ایک بھاری چادر چڑھادی۔ نیلی آنکھوں کا سیاہ پن پھیلتا اندھیرے میں غائب ہو گیا جب گل جان کی حیرت انگیز آواز سنائی دی۔

"تم؟"شہزادی عبیل کی موٹی چٹیا سے نکلتی کچھ لٹیں چہرے کے اطراف جھول رہی تھیں۔ گل جان کا درد کرتا پور پور سن ہو گیا۔

★

حال میں دوبارہ آؤ

www.novelsclubb.com

"میرا وعدہ؟" محافظ کے لباس میں موجود عورت چلتی چلتی اس دلدل کو پار کرتی اپنی حتمی ساتھی کے عین سامنے ٹھہری۔ اب روشنی اسکے پیچھے رہ گئی تھی اور اندھیروں میں وہ خود موجود تھی۔

"سارے مجمعے کے سامنے تمہیں اپنی مشیر خاص بناؤں گی بے فکر رہو۔" دونوں دوستیں باخوشی مسکرائیں۔ کس نے سوچا ہوگا کہ گل جان کسی ایسے شخص کے ساتھ مل کر دھوکہ دے گی جسے صحیح سے جاننے کا اسے ایک لمحہ بھی نہیں ملا تھا۔ لالچ بھی کیا چیز ہے، روشن دماغوں کو اندھا بنا دیتی ہے۔

"مجھے صرف مشیرِ خاص نہیں بننا۔ مجھے واپس اپنے ملک بھی جانا ہے۔" گل نے مسکراتے ہوئے اسکے کندھے پر دباؤ دیا۔

"میں اپنے وعدوں سے نہیں مکرتی۔" عبیل نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ ہٹائے جب ایک خادم کھلے دروازے کے باہر نمودار ہوا۔ اسکی نگاہیں ادب سے جھکیں تھیں اور ہاتھ پشت پر بندھے۔

"ماہِ ملکہ کو کابینا نے دربار میں حاضر ہونے کا پیغام بھیجا ہے۔"

"کابینا کو میرا پیغام بھجواؤ کے ملکہ اپنے حجرہ میں ملنا پسند کریں گیں اور اب جس کو بھی مجھ سے ملنا ہو وہ مجھے بلوانے کے بجائے خود حاضر ہو۔"اس نے بھلے سپاہی کے کپڑے پہنے تھے لیکن اس کی آواز اور اس کے حکم کا انداز کسی شہنشاہ سے کم نہ تھا۔ایک لمحے کو توعبیل بھی دنگ رہ گئی۔شاید گل المیرا کے مقابلے تخت کے لیے بہتر انتخاب تھی،ایک بہت خطرناک انتخاب۔

★★★★

باب خادم

نگاہوں کا رخ مجھ پر آئے

تو دیکھے گا کس قدر شرمسار ہوں میں

اسکی مثال اس انسان کی سی تھی جو امتحان کی تیاری استاد کی ذہانت کی بنیاد پر کرتا ہے یہ جانے بغیر کے اس سارے وقت میں اس کا اصل ممتحن تو کوئی اور تھا۔

فاطر کے کندھے جھکے تھے، ہاتھ پہلو میں بے جان تھے اور نگاہ ابلتے ہوئے پانی کی جانب۔ ارد گرد تمام ملازم ملکہ کی تاج پوشی کے پکوان بنانے کی تیاری آج سے ہی شروع کر چکے تھے جبکہ وہ تو اب تک یہی اندازہ نہیں لگا پایا کے یہ ہوا کیا تھا۔ کیمرہ کہاں ہے؟ کس رخ پر دیکھ کر ہاتھ ہلائے؟

فاطر اسلام کو پچھلے کچھ گھنٹوں سے محسوس ہونے والا ایک واحد جذبہ ''حیرت'' تھا۔ غصہ ازل سے ابد تک نہیں آیا، بے یقینی شروعات سے اختتام تک کم نہ ہوئی۔

کھیل کب اسکے ہاتھ سے نکلا تھا جو وہ گل جان سے دھوکے کی توقع نہیں کر پایا۔
کہیں گل کے ساتھ کسی نے ذور زبردستی تو نہیں کی؟

وہ یونہی اپنے خیالوں میں ڈوبا لکڑیوں پر رکھے بھاپ اڑاتے پانی کو دیکھ رہا تھا جب ایک مانوس وجود کی آہٹ محسوس ہوئی۔ ذرا کی ذرا گردن پھیر کر دیکھا تو ایک کونے میں رکھی چھوٹی سی لکڑی کی بنی کرسی پر دبیر السازار بیٹھ رہا تھا۔ اسکی آنکھ کی نیچے سلائی وہیں پر تھیں البتہ پیشانی اور ہونٹ کے قریب سوجن اور نیل یوں تھے جیسے اسکے چہرے پر کوئی بھاری شے ماری ہو۔ آنکھوں کے گرد حلقے سیاہ ہو چکے تھے۔ لباس گندہ، سر منڈا ہوا، ہڈیاں پہلے سے زیادہ نمایاں اور تبھی دبیر نے نگاہ اٹھائی فاطر اسلام کا سانس رک گیا۔

دبیر کے حلق کے گرد ایک بھاری اور تنگ ہنس بند تھی جس کی زنجیر اس کی دائیں اور بائیں کلائی میں پہنی ہتھکڑی سے جا ملتی تھی۔ وہ زنجیر اس کی حرکات محدود کرنے کے لیئے تھی۔ مگر مسلسل جلد سے ٹکرانے کی وجہ سے دبیر زخمی ہو رہا تھا۔

باورچی خانے کے کونے میں بیٹھا وہ آدمی اسے لاتعلق مگر سخت نظروں سے باقاعدہ نگل رہا تھا۔ فاطر نے محسوس کیا اس کے ارد گرد اچانک سب کی باتیں سرگوشیوں میں بدل گئیں۔ ظاہر ہے موضوع ان کے سامنے تھا............منصف خاص کی گرفتاری پھر گمشدگی اور اب اچانک حاضری۔ وہ آدمی بھی ماہِ ملکہ کی کٹھن پہیلیوں جیسا تھا۔

ایک ملازم آگے آیا اور دبیر کے چھوٹے میز پر کچھ برتن رکھے۔ بھوری نگاہیں جھک گئیں، فاطر اسلام نے بھی سر پھیر لیا۔ نجف ہاتھ میں ایک ڈوئی لیئے دبیر کے لیئے سالن نکالنے لگا جبکہ کھنکیوں سے وہ فاطر کو ہی دیکھ رہا تھا۔ اسے معلوم تھا یہ دونوں ایک دوسرے سے واقفیت رکھتے ہیں پھر بھی اتنی کیا بے غرضی کے حال حوال تک نہیں پوچھا۔

www.novelsclubb.com

ماضی کا استاد اور موجودہ وقت کا باورچی ہزار سوالات ذہن میں لیئے کام کرنے لگا جب دروازے کے باہر محظوظ اور توصیفی قہقوں کا شور سا بلند ہوا۔ فاطر اسلام نے کراہ کر آنکھیں میچ لیں۔ اپنی ناکامی کا سوز کانوں کو چبھتا تھا۔

"میں نا کہتا تھا ہمارا یونس ایک دن بڑا نام کمائے گا۔" دروازے سے داخل ہوتے مجمعے میں سے کسی نے یونس کا کندھا تھپتایا۔ بھری محفل میں آ کر اس نے سچ کا پرچم لہرایا تھا، کچھ دیر کے لیئے تو اسکی واہ واہ بنتی تھی۔

"ویسے یونس تمھیں کیوں لگا کہ ہم کتابوں کی مدد لے سکتے ہیں؟" ہنستا ہوا یونس یک دم خاموش ہو گیا۔ چہرہ پھیرتے فاطر کی پشت دیکھی جو بڑے انہماک سے اب گاجریں کاٹنے کی نیکی کما رہا تھا۔

"ہاں یہ سوال مجھے بھی تنگ کر رہا ہے؟" یونس کی خاموشی پر ایک اور ساتھی نے سوال کیا۔ تھوک نگلتے وہ لڑکا اب لب کاٹنے لگا۔ فاطر کا نام لے لینا یعنی اپنی شہرت بانٹنا۔

"مجھے ملکہ نے ہی کتب خانے کی صفائی کا کہا تھا وہاں مجھے یہ کتاب ملی اور میں نے سوچا کہ اگر فیصلہ ہو رہا ہے تو اصول اور قانون کے مطابق ہونا چاہیئے بھلا ہم کوئی بھینس یا گھوڑے تھوڑی کے کسی کو بھی ہمارا سربراہ بنا دو۔ ایسے فیصلے ہمیشہ سوچ سمجھ کے لینے چاہیئے۔" فاطر اسکی تقریر ان سنی کرتا اب پھول گوبی پانی سے دھونے لگا۔ دبیر اپنا کھانا شروع کر چکا تھا مگر زنجیروں کی موجودگی میں یہ عمل قدرے سست تھا۔

"لیکن آپس کی بات ہے جس نے بھی یہ اصول بنایا تھا کہ ملکہ کے ملازمین کو فیصلہ کرنا چاہیئے نہایت ہی کوئی بے وقوف تھا۔ عوام ہم ہے تو حاکم بھی ہماری مرضی کا ہونا چاہیئے نا۔" ایک طرف بیٹھے کسی درمیانی عمر کے مرد نے ہنستے ہوئے چوٹ کی۔ تقریباً سب نے ہی اسکی رائے کا ساتھ دیا۔

"ویسے فاطر تم نے غلط وقت پر خادم کا عہدہ چھوڑا تھا سوچو اگر تم ہوتے ابھی تو فیصلہ کر لیتے۔" اسی آدمی نے پھول گوبی کاٹتے مرد سے کہا۔ اب تک تقریباً سب

ہی ایک دوسرے کے ناموں سے واقف ہوچکے تھے۔"ویسے تم کیا فیصلہ کرتے؟""فاطر کی خاموشی کو نظرانداز کرتے اس نے آٹا گوندتے سوال کیا۔

"پتہ نہیں۔""کہتے ساتھ اس نے سبزیاں ابلتے ہوئے پانی میں پھینکیں۔اسکے پیچھے اظہار رائے کا سلسلہ یونہی چلتا رہا جب نجف نے اسکے بازو پر کہنی ماری۔

"منصف کو کیا اس کے مقام سے دست بردار کر دیا ہے؟""عینک پہنے اس نے فربہ مرد کا لہجہ عام تھا۔

"معلوم نہیں۔""فاطر نے دلچسپی نہیں لی۔

www.novelsclubb.com

"تم دونوں تو لبیائی ہو۔پھر ایک دوسرے کو اتنا تو جانتے ہی ہو گے۔""فاطر جواب دیئے بنا نجف کے ہاتھ سے پانی کی صراحی لیتا دبیر کی طرف پلٹا۔خادم کی خاموشی نے اس ملازم کو ششدر کر دیا۔دبیر کے قریب جھکتے اس نے سنہرا گلاس سطح تک بڑھ دیا۔

"ماہِ کامل نے وعدہ کیا تھا وہ تمہیں آزاد کر دے گی۔" فاطر نے عربی میں سرگوشی کی۔

"وہ وعدوں پر چلنے والی عورت نہیں۔"

"میں اس سے ایسی توقع کوئی رکھتا بھی نہیں۔" اسکے سامنے سے خالی برتن سمیٹتے فاطر کے تاثرات تبدیل نہ ہوئے۔

"المیرا کو قید کیوں کیا، سیدی؟" فاطر اسلام کے اٹھتے قدم منجمد رہ گئے۔ یہ نام اسکے پیروں سے پہلے دھڑکن پر بندھ ڈالتا تھا۔ دبیر کو دیکھنے سے گریز کرتے اس نے میز پر کپڑا پھیرا۔

"بے وقوفی ہوگئی۔" گلاس کے اوپر سے دیکھتے دبیر نے حیرت سے آنکھیں جھپکائیں۔ فاطر اپنی کم عقلی مان رہا تھا؟ سورج مشرق میں غروب ہوا تھا کیا؟ "اور اب اس بے وقوفی کا ازالہ کرنا ہے۔" اسکی زنجیروں پر سرسری سی نظر ڈالی۔

”ایسی بے وقوفی تو برسوں پہلے بھی ہوئی تھی تب کیوں ازالہ نہیں کیا۔“گلاس فاطر کو تھماتے اس کی زنجیروں نے آواز پیدا کی۔فاطر اسکی بات پر الجھا۔

”مطلب؟“دبیر کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر چہرہ پھیرتے اٹھ کھڑا ہوا۔فاطر نے اسے پکارنا چاہا جب باہر سے درباری کی ہانک سنائی دی۔

”ماہِ ملکہ منصف اعلیٰ کو دربار میں بلا رہی ہیں۔“ ہر ایک نے دبیر کو دیکھا اور دبیر نے جواباً کسی پر بھی نگاہ غلط نہ ڈالی۔چلو ایک سوال کی موجودگی تو ختم ہوئی۔دبیر السازار اس حکومت کے زیرِ نگرانی بھی انصاف قائم کرے گا۔

www.novelsclubb.com

★

کھانے کے برتنوں کو طباق میں اٹھائے مرد پورے قلعے میں آگے پیچھے گھوم رہے تھے۔حکمران تو آتے رہتے ہیں اب ان کے غم میں کھانا تو نہیں چھوڑا جا سکتا۔فاطر کو اس بات پر کوئی تعجب نہیں تھا کے ماہِ کامل کے حکم پر ہی ذبیح اللہ نے رانی کے

کمرے تک کھانا لے جانے کا فرض اسے سونپا تھا۔ سنہرے دروازے کے باہر رکتے اس نے گہری سانس لی اور دروازہ کھٹکٹایا۔ کچھ ہی دیر میں وہ اندر کھڑا تھا اور ماہِ کامل اسکے سامنے کرسی پر۔

لباس وہی سفید سنہرا مگر سر پر سے تاج اور ڈوپٹہ غائب تھا۔ ٹانگ پر ٹانگ رکھے اسکے روشن بال سیدھے کمر پر گرے تھے۔ فاطر خاموشی سے اسکے سامنے برتن سجاتے نیچے دیکھتا رہا۔ تاثرات کی سختی غائب تھی۔ ماہ کامل نے ایک جتاتی نگاہ سر سے پیر تک اس پر ڈالی۔

"طاقت اچھی چیز ہے نا۔" کامل کے طنزیہ لہجے پر فاطر لمحے بھر کو ٹھہر گیا۔ گردن البتہ نہ اٹھائی۔ "بڑے بزرگ کہتے ہیں جو ایک بار طاقت کا مزہ چکھ لے پھر وہ اس کے بغیر جی نہیں سکتا۔ اندیشہ ہے کہ تمہیں بھی یہاں کی ہوا راس آگئی ہے تبھی فرار ہونے کے بجائے سیدھا نظام ہی سنبھال لیا۔" میز پر کہنی کے بل جھکتے اس

نے انگلیاں نزاکت سے ٹھوڑی تلیں سجائیں۔ ”کہاں گیا وہ متنفر تیز زبان خادم جسے بس یہاں سے واپس جانا تھا؟“

”کھانا۔“ یک لفظی خشک اشارہ اور برتن میز پر سجا کر وہ پیچھے ہوا۔ البتہ تعظیم کی غرض سے جھکا نہیں۔

”ظاہر ہے اب تمہاری ساتھی ملکہ بن جائے گی تو کوئی اہم مقام تمہیں بھی تو ملے گا۔ کیا ہو سکتا ہے وہ ہو نہ ہو؟“ خلا میں دیکھتے گال پر دستک دی۔ ”قیدیوں کا نگران؟ شاہی ادیب؟ یا پھر درباری مسخرہ۔“ ہاتھ پر ہاتھ مارتے وہ قہقہ لگا کر ہنسی۔ کچھ دیر تک کمرے میں اسکی دلفریب ہنسی کی آواز گونجتی رہی۔ فاطر اسلام نے ردِ عمل نہ دیا تو کامل کچھ دیر کے لیئے خاموش رہی۔

”زبان پر تالہ کیوں لگا ہے آج؟“ ایک بازو کرسی پر سے لٹکاتے کامل نے اسکے بدلے رویہ پر چوٹ کی۔ باہر سے آنے والی روشنی میں دکھتے ذرات پر غور کرتے فاطر نے سوال نظر انداز کر دیا۔

”آج تو تمہارے جشن کا دن ہے۔ مجھ سے مقابلے کا پرچم بلند کر کے کم از کم تمہیں سوگوار تو نہیں ہونا چاہیئے۔“سامنے رکھے جام کے سنہرے برتن پر لب رکھتے وہ خون آشام نگاہوں سے فاطر کو دیکھ رہی تھی۔ماہِ کامل کو اسکا یہ خاموش روپ بیزار کرنے لگا۔

”یہ خطرہ بے دھیانی میں مول لیا ہے یا بے وقوفی میں؟“کامل نے میز پر دستک دیتے پوچھا۔ اسکی حد درجہ کوشش تھی کے مقابل کچھ بول دے۔ ”اگر بے دھیانی میں لیا ہے تو توبہ کر لو......اس رانی کا دل نرم ہے معاف کر دے گی لیکن اگر (دستک دیتے انگلی کے اشارے سے اوپر دیکھنے کو کہا) بے وقوفی میں اٹھایا ہے تو یاد رکھنا..... کافی عرصے بعد مجھے اپنے مقابلے کا حریف ملا ہے۔ کون جانے میں میدان جنگ میں کس حد تک گزر جاؤں؟“ذرا سا چہرہ ایک طرف جھکاتے اس نے فاطر کے جھکے چہرہ کو دیکھا۔

کمرے میں پھیلا تناؤ فاطر کے اگلے عمل سے بڑھ گیا۔ چہرہ نہ اٹھایا البتہ نگاہ ضرور ملا لی۔ ان کے بھورے رنگ میں دکھتی بیزاریت اور نفرت نے ماہ کامل کے دل کو اندر تک پر سکون کر دیا۔ خوبصورت لب مسکراہٹ میں ڈھلے جب وہ گردن پیچھے پھینکتے ہنس دی۔

"جاؤ خادم جاؤ (جام کا سنہری برتن بلند کیا) تم سے جنگ کا مزہ آئے گا۔" ایک گھونٹ میں اسے خالی کرتے وہ اب کھانے پر ٹوٹ پڑی۔ اپنے پیچھے دروازہ بند کرتے فاطر اسلام اپنی خاموشی اور مایوسی کو سمجھنے سے قاصر تھا۔

★★★★

www.novelsclubb.com

www.novelsclubb.com

باب منصف

وہ تخت جہاں کبھی المیرا موجود ہوتی تھی وہاں آج ملکہ کے روپ میں گل جان براجمان تھی۔لباس تبدیل کیا جاچکا تھا۔سمندری سبز چمکتے ریشمی لباس میں اپنے بالوں کو خوبصورتی سے موتیوں میں سجائے وہ دربار کے فیصلے اور مسائل سن رہی تھی۔اسکی دائیں طرف کی کرسی پر بیٹھے دبیر السازار ملکہ کی خوشی اور جوش صاف محسوس کر سکتا تھا۔یوں لگتا تھا ابھی گل جان منہ کھولے گی اور دس بارہ جذباتی وعدے ایک سانس میں کرلے گی۔

وہ اپنی موجودگی کا مقصد سمجھنے سے قاصر تھا۔اگر سب کچھ گل اور فاطر کی باہمی اتفاق کی بدولت تھا تو پھر وہ کھڑوس انسان دربار میں کیوں نہیں۔کیوں دائیں طرف وہ ہے اور بائیں طرف عبیل۔

www.novelsclubb.com

"میری ملکہ !" یہ طب کی وزیر عمار کی آواز تھی۔ "پچھلے کچھ دنوں سے ہم مرض کے ایک مستقل حل کی تلاش میں دن رات جڑی بوٹیوں کو آپس میں ملا رہے تھے مگر ہر بار ناکامی ہمارا مقدر بنتی رہی۔ بہتیری کوشش اور نت نئے طریقے کار بھی ہمارے کسی کام نہ آئے۔"

"بات مختصر کریں عمار۔" عبیل کے بولنے پر درباریوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ملکہ کی موجودگی میں ایک نومولود مشیر کی کیا حیثیت۔ گل نے بظاہر یہ گستاخی نظرانداز کردی مگر دل میں ایک کسک سی اٹھی تھی۔ ملکہ کی موجودگی میں ایک مشیر کی کیا حیثیت۔

"جی میری ملکہ ! ناکامی کو دیکھتے ہم ہار ماننے کے درپے تھے جب یہ خیال ستایا کے کیوں نا اپنے منصوبوں میں ردوبدل کی جائے۔ اگر ہم اس بیماری کا علاج نہیں کر سکتے تو کیا ہوا ہم اسے مستقبل میں ہونے سے روک تو سکتے ہیں۔ لہذا اس کے لئے میں اور میرے حکیموں نے آخر کار ایک گائے کا (ویکیسن) تیار کی ہے جو یقینی

طور پر اس بیماری کو پھیلنے سے روکنے میں مدد کرے گی۔(غمار کے کہنے پر کچھ عورتوں نے آگے آتے کپڑے میں لپٹی ننھی بوتلیں رکھے)۔ہم نے اسے صحت منداور بیمار دونوں کے خون کے نمونوں پر آزمایااور نتائج حیران کن حدتک مثبت آئے ہیں تبھی آپ کے سامنے ایک حل لے کر حاضر ہوئے ہیں امید ہے آپ ہمیں مایوس نہیں کریں گیں ملکہ۔"تخت پر بیٹھی فیصل نے آگے ہوتے ان کا معائنہ کیا۔ان کے اندر موجود سفید محلول پتلے دودھ جیسا تھا۔

"یہ پینا ہوگا؟"گل نے معصومیت سے کہاجب ایک حکیم کانچ کی بوتل اٹھائے گل تک آئی۔

www.novelsclubb.com

"جی ملکہ۔"دوانگلیوں کے درمیان اس بوتل کو لیتے گل جان نے ہاتھ ہوامیں بلند کیا۔مائع سے روشنی آڑپار نہیں ہوئی جبکہ ننھے پیلے ذرات درمیان میں تیرتے نمایا تھے۔

"اس میں کیاملایاہے؟"گل جان کے سوال پر غمار نے موٹے چشمے درست کیئے۔

"مطلب؟" گل نے لکڑی کا ڈھکن ناخن کی مدد سے الگ کرنے کی جدوجہد کی۔

"اگر دوا حقیقت میں مائع کی شکل میں ہوتی تو روشنی باہر سے منعکس ہو جاتی لیکن چونکہ اس محلول میں چیزوں کو گھول کر ڈالا گیا ہے تبھی روشنی کی مدد سے اندر موجود ذرات نمایاں ہوئے۔ مجھے بتاؤ۔۔۔۔ اصل گائے کا (ویکسین) کیا ہے؟ جو ذرات اندر تیر رہے ہیں یا وہ مائع جس میں ذرات ہیں۔" ڈھکن ہٹانے میں ناکام ہوتے اس نے بوتل سب کے سامنے لہرائی۔ غمار اسکی باریک بینی پر ششدرہ گئی۔ صرف غمار ہی نہیں وہاں موجود ہر شخص کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اگر کوئی متاثر نہیں ہوا تھا تو وہ بس دبیر تھا۔ یہ پڑھائی لکھائی کی باتیں اسکے سر پر سے گزر جاتی تھیں۔

★

دربار اٹھ چکا تھا۔ گائے کا کے متعلق فیصلے فلحال ٹال دیئے تھے۔ وزیر اور مشیر جا چکے تھے اب جلتے ہوئے چراغوں کے بیچ زنجیروں میں قید منصف تھا اور ہیروں میں سجی ملکہ تھی۔

"کیسے ہو مسٹری مین!؟" تخت پر ایک طرف ٹیک لگاتے گل جان کا لہجہ حد سے زیادہ شادماں تھا۔ نارنجی نرم گدی اور خستہ لکڑی کی مہک گل جان کو کسی اور ہی دنیا میں لے گئی۔

دبیر ہمیشہ کی طرح خالی سپاٹ سا چہرہ لیئے قدرے پستی پر موجود تھا۔ "کیسا لگ رہا ہے انقلاب؟"

"فاطر کہاں ہے؟" گل جو قیاس لگائے تھی کہ دبیر سب سے پہلے ان سے اپنی رہائی اور المیرا کی نظربندی کا سوال کرے گا اس نے تو بلکل ہی خیال کے متضاد منہ کھولا۔

www.novelsclubb.com

گل کی مسکان پھیکی ہوتے کرواہٹ میں بدل گئی۔ "نام مت لو اس احسان فراموش کا۔ المیرا اس کے متعلق بلکل صحیح کہتی تھی وہ خود غرض لالچی اپنا کام نکلوالنے کے بعد پلٹ کر دیکھتا بھی نہیں۔" اسکے چہرے کے بدلتے رنگوں کو دیکھتے دبیر متوجہ ہوا۔

"برابری کا دعوہ کر کے مجھے اپنا پالتو بنایا ہوا تھا۔ ساری محنت کروں میں، معلومات اکٹھی کروں میں۔ باتیں سنوں تو بھی میں اور یہ صاحب قہوے کی دو چسکیوں کے بیچ بیٹھ کر بس احکام وارد کرتے رہیں۔" ہاتھ ہلاتے ہوئے وہ غصہ سے دھک رہی تھی۔ ایک لمحہ کو یہ خیال آیا کہ یہاں تو باتیں سنیں جاتیں ہیں مگر پھر اچانک ہی "وہ تو ماہِ کامل سنوار رہی تھی" کے خیال نے پچھلی سوچ رد کر دی۔

"مجھ سے باتیں چھپاتا تھا۔ میرا استعمال کر رہا تھا سو میں نے بھی وہیں کیا جو مجھے مناسب لگا۔" تخت کی دونوں طرف ہاتھ رکھتے وہ سر اٹھائے سیدھ میں دیکھ رہی تھی۔ بیڑیوں میں جکڑا امرداسکی روداد سننے والا تھا۔

دو دن پہلے

بے یقینی کی ایک بھاری لہر دوڑی۔ نیلی آنکھوں کا سیاہ پن پھیلتا اندھیرے میں غائب ہو گیا جب گل جان کی حیرت انگیز آواز سنائی دی۔

www.novelsclubb.com

"تم؟" شہزادی عبیل کی موٹی چٹیا سے نکلتی کچھ لٹیں چہرے کے اطراف جھول رہی تھیں۔ گل جان کا درد کرتا پور پور سن ہو گیا۔ اپنے بھیانک ترین خواب میں بھی اس نے کبھی یہ تصور نہیں کیا تھا کہ ایک دن عبیل اسکے کمرے میں چوری چھپے آئی گی۔ وہ کمرہ جو ایک زمانے میں دونوں کا مشترکہ تھا۔

"تم کیا کر رہی ہو میرے کمرے میں؟" گل عبیل پر جھپٹنے کی نیت سے آگے آئی جب شہزادی نے ایک طرف ہوتے اسکا بازو پشت پر موڑا۔ گل کی ہلکی سی سسکی برآمد ہوئی۔ تو وہ شہزادی صرف پھولوں کو بالوں میں سجانے سے ہی واقفیت نہیں رکھتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"تم کیا کر رہی ہو میری ملکہ کے خلاف؟" عبیل کی زہریلی سرگوشی پر گل نے مزاحمت کی۔

"کون سی ملکہ؟ (عبیل نے گرفت مضبوط کی تو گل کا سانس اکھڑا) وہی جسے تم دھوکہ دے رہی ہو؟" یہاں شہزادی کی گرفت فطری حیرت پر ڈھیلی ہوئی وہیں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گل نے خود کو چھڑواتے الٹے ہاتھ کا تھپڑ اسکے چہرے پر مارا۔ پہلا صدمہ اسکے الفاظ کا تھا دوسرا اس اٹھتے ہاتھ نے دیا۔

"میں نے تمہاری ساری باتیں سن لیں تھیں شہزادی صاحبہ۔ تم صرف جھوٹی ہی نہیں بلکہ ایک چور بھی ہو۔"

"تمہیں لگتا ہے وہ آدمی تمہاری مدد کرے گا۔" تیز تیز بولتی گل کی زبان دانتوں تلے آئی۔ عبیل اپنی ناک پر ہاتھ کی پشت رکھے اندھیرے میں گل کو دیکھ سکتی تھی۔ سرخ چغہ سر سے ڈھلکا تھا اور چٹیا ایک کندھے پر جھولنے لگی۔ گل جان نے اپنی واسکٹ میں موجود قلم تک ہاتھ بڑھایا۔

"تم ملکہِ ماہ کے خلاف جاؤ گے اور ملکہ ماہ کچھ نہیں کرے گی۔" اس وقت گل نے شدت سے دعا کی کہ کاش اسکے پاس کوئی ہتھیار ہوتا۔ کیسی سپاہی بنے گی وہ۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تم کیا باتیں کر رہی ہو؟"لہجہ مضبوط تھا مگر در حقیقت اسکی ہتھیلیاں پسینے سے نم ہو چکی تھیں۔کیا عبیل ہی ہے جو ان کی باتیں سنتی تھی؟کیا وہ سب جان گئی ہے؟

"وہ تمہارا استعمال کر رہا ہے بلکل ویسے جیسے تمہاری بڑی بہن کرتی تھی۔"وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب گل نے اپنے راز اس عورت کے سامنے کھولے تھے۔سر تا پیر کانپتے سپاہی اپنی جگہ ڈٹی رہی۔اب لرزنے کی وجہ ڈر تھا یا غصہ معلوم نہیں۔

"میرے کمرے سے نکل جاؤ۔"لرزتا کانپتا لہجہ۔

"میں نے کہا تھا تم سے....ہم سب وہیں ہیں جہاں ہمیں ہونا چاہیئے تم بھی وہی ہو جہاں تمہیں ہونا چاہیئے۔پھر کن لفظوں میں تمہیں یہ بات سمجھ آئے گی؟"ترک لڑکی کو پورا یقین تھا ابھی وہ گہرے سرخ لباس والی عبیل کہیں سے خنجر نکال کر اسکی بوٹی بوٹی کر دے گی۔

"تم میرے کمرے میں کیا لینے آئی تھی؟" ڈر اور پریشانی سے آواز بلند ہوئی۔

"ابھی بھی وقت ہے گل۔ سمجھ جاو۔ غلط راستے پر مت چلو۔ یہاں سے فرار کا کوئی فائدہ نہیں۔ دوسرے پار تمہارے لیئے کچھ نہیں۔" گل کی آنکھیں حیرت سے وا ہوئیں۔ یہ کون سا بھیانک کھیل تھا جو عنقریب اسکا دل بند کر کے چھوڑے گا۔

"میرے کمرے سے دفعہ ہو جاؤ عبیل۔" ایک جست میں قلم جیب سے نکالتے وہ مارنے کی نیت سے عبیل کی طرف بڑھی۔

"میں تمہاری مدد کروں گی۔ واپس بھلائی کی طرف رجوع کر لو گل۔" سپاہی کا بلند ہاتھ پکڑتے اس نے گھمایا، قلم زمین پر گرا۔ لمحوں کا کھیل تھا اور گل جان اب زمین پر پڑی تھی جبکہ اسکی مڑی کلائی چغہ پوش کی گرفت میں تھی۔ "میں تمہیں دوست مانتی ہوں گل تبھی تمہاری مدد کر رہی ہوں۔ یہ جس راستے پر تم گامزن ہو یہاں آخر میں زندگی بھر کے بچتاوے۔ میری بات پر غور کرو۔" اسکی سنہری چٹیا

www.novelsclubb.com

فرش کو چھو رہی تھی اور ایک بازو بلند تھا۔ عبیل کا لہجہ کانپتا ہوا تھا۔ شاید وہ خوف زدہ تھی یا شاید تکلیف میں۔

"میری نصیحت پر عمل کرنا۔" اسکی کلائی آزاد کرتے گل کو وہی فرش پر چھوڑتے عبیل اسکوٹاپ کر باہر نکل گئی۔ جبکہ گل جان اب فرش پر چت لیتی فاصلے پر پڑے اپنے قلم کو دیکھتی رہی۔ ذہن مفلوج اور خیالات ناپید تھے۔

فرش کے ساتھ پیشانی جوڑتے اس نے ختم ہوتی توانائی سے کچھ دشوار سانسیں لیں۔ عبیل کے قدموں کی چاپ اب سماعت سے دور جا چکی تھی۔ گل نے مطمئن ہوتے اعصاب ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ "وہ تمہارا استعمال کر رہا ہے بلکل ویسے جیسے تمہاری بڑی بہن کرتی تھی۔" کمزور ماضی کی یاددہانی کوئی غیر کروائے تو انسان نظرانداز کر دیتا ہے مگر جب ذلت آمیز ماضی کا طعنہ دینے والا دوست ہو تو وہ چند الفاظ بس الفاظ نہیں رہتے، ذہر میں ڈوبا خنجر بن جاتا ہے۔ جس کا وار ہر پرانا بھولا زخم ادھیڑ دیتا۔ جس کا ذہر سیدھا رگوں میں گھلتا اور سامع فرسدہ یادوں کے ناتمام

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سفر پر نکل پڑتا۔ کچھ یونہی عبیل کے جملے کا گل پر اثر ہوا اور اب کمر کے بل چت لیٹے وہ نا چاہتے ہوئے بھی اپنی بے وقعتی کے مناظر ذہن میں دہرا رہی تھی۔

وہ چار بہنیں تھیں۔ نرگس جان، گل جان، یاسمین جان اور روزالین جان۔ ازمیر، ترکی کے قریب ان کے والدین ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہائشی تھے۔ باپ لکڑیوں کا کام کرتا جبکہ ماں قریبی سکول میں پرائمری کے بچوں کی استانی تھی۔ گل جان بارہ سال کی تھی جب شہر میں ایک شادی سے واپس آتے اسکے والدین سڑک کے حادثے میں مارے گئے۔ اس وقت ان کی کچھ ماہ کی بہن روزالین ماں باپ کے ساتھ تھی۔ حادثے میں وہ زندہ تو بچ گئی مگر دماغ پر گہری چوٹیں آنے کی وجہ سے معذور ہو گئی۔ یاسمین جان اس وقت سات آٹھ سال کی تھی۔

والدین کی وفات کے بعد پچیس سالہ نرگس جو اس وقت اپنی شادی کے انتظار میں تھی نے سب چھوڑتے اپنی بہنوں کی کفالت کا ذمہ اٹھایا۔ گل جان کو اچھے سے یاد تھا ماں باپ کے جانے کے بعد گاؤں والے کیسے ان چار اکیلی بہنوں کا خیال کرتے

تھے۔رشتہ داروں سے کبھی ان کے گہرے مراسم رہے ہی نہیں اور جو تھے بھی وہ والدین کے ساتھ ہی مٹی میں دفن ہو گئے۔

نرگس نے اپنی جوانی ان بہنوں کو دی تھی۔ مگر سچ تو یہ تھا ان تینوں بہنوں کی سرپرستی نرگس نے نہیں گل جان کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ نرگس مستقل مزاج عورت نہیں تھی۔ماں کی جگہ نوکری ملی، چھوڑ آئی کے بچے شور کرتے ہیں۔کال سینٹر میں نوکری ملی،لات مار آئی کے فاصلہ بہت ہے۔سلائی کا نظام سنبھالا تو دو دن بعد پیسے کے پیچھے کسی گاہک سے لڑ پڑی۔باپ کی ورک شاپ بیچ کر کچھ پیسے آئے جو گل کی پڑھائی پر لگائے۔یاسمین کو پڑھائی لکھائی کا کبھی شوق نہیں تھا چناچہ اسے سکول سے اٹھوالیا۔

بظاہر دنیا کے سامنے یہی تھا کہ نرگس اپنی چھوٹی بہنوں کو سنبھالے ہے۔ مگر در حقیقت گل نے کم عمری میں ہی چھوٹی موٹی نوکریاں شروع کرلیں۔گاؤں کے کچھ بچوں کو ٹیوشن دینا،گاؤں کے قریبی فیکٹری میں کام کرنا،کسی دکان میں مدد کروا کر

www.novelsclubb.com

کچھ پیسے کما لیئے، کبھی آن لائن بچوں کو پڑھا لیا۔ خود سکالر شپ پر پڑھ کر وہ اس مقام پر پہنچے تھی کے اسکے کمرے کی پوری دیوار انعامی ٹرافیوں اور میڈیلز سے بھری تھی۔

اس کے مقابلے میں یاسمین فصلوں میں کام کرنے والی عورت کی مدد کر کے کچھ پیسے کما لاتی۔ روزلین کا خیال وہ اور یاسمین اکیلے رکھتے تھے۔ نرگس کا کام گھر کی صاف سفائی یا کھانے تک محدود تھا۔ وہ بھی اگر مزاج ملے تو کر لیا ورنہ عموماً یاسمین ہی گھر کے کاموں میں پیش پیش نظر آتی تھی۔

چھوٹی بہنوں پر نرگس کا رعب اس قدر تھا کے یاسمین تو چلو چھپ کر برائی کر لیتی مگر گل کی تو مانو ایک آواز پر ہی سانس بند ہو جاتا،

"کبھی کبھی گل.... میرا دل کرتا ہے میں یہاں سے بھاگ جاؤں۔" ایک دن روزالین کی دوائی لاتے یاسمین نے اس سے کہا۔ سترہ سالہ گل جان نے ٹھٹک کر

بارہ سالہ اپنی بہن کو دیکھا۔ گھنگرالے سنہری سکارف میں لپٹے بال، روشن رنگت اور معصوم نظروں والی اسکی بہن کے لبوں پر ایک غم زدہ مسکراہٹ تھی۔

"آبلا (آپی) ہم سے یوں کام کرواتی ہیں جیسے شہزادیوں کی ظالم سوتیلی امیاں۔" گل کچھ لمحے اپنی بہن کی چڑھی ناک کو دیکھتی رہی اور پھر مایوسی سے گردن جھکا دی۔ عینک ڈھلک کے ناک کی نوک تک آچکی تھی۔

"تم تو کبھی سکول چلی جاتی ہو اور کبھی فیکٹری۔ (ان دنوں گل گاؤں کے قریب ہی میں چمڑے کی فیکٹری میں کام کرتی تھی) مگر میں تو پورا دن ان کے ساتھ ہوتی ہوں۔ پہلے فصلوں میں کام کروں پھر گھر آکر کھانا بناؤ۔ ان کا دل کیا تو مدد کروا دیں گیں نہیں تو آیاز کے ساتھ کہیں چلی جائیں گیں۔" آیاز کے نام پر گل کے قدم رکے۔ حیران ہوتے اپنی بہن کو دیکھا جو ایک ٹوٹے تنے پر قدم جمانے کی کوشش میں بازو کھولے کھڑی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آیاز بے ؟" آیاز ان کے گاؤں میں اپنی اکیلی ماں اور بیوی کے ساتھ رہنے والا رہائشی۔ وہ بیوی کی کمائی پر پلتا تھا اور پھر اسے ہی مارتا تھا۔ مشہور تھا اس کا گاؤں میں کسی عورت کا ساتھ چکر ہے جس کا راز پچھلے دنوں ہی گل جان پر فاش ہوا وہ عورت کوئی اور نہیں اسکی اپنی بڑی بہن تھی۔

"ہاں، حیران کیوں ہو رہی ہو اتنا۔"

"آبلا کب ملی تھیں اس سے ؟" گل جان کے ماتھے کی رگ غصہ سے پھڑک اٹھی۔ اسکی بہن نے وعدہ کیا تھا وہ آئندہ اس شادی شدہ آدمی سے نہیں ملے گیں۔ یہ لوگ وعدے کر کے مکر کیوں جاتے ہیں۔

"ابھی دو دن پہلے آیا تھا۔ آبلا نے تمہارے دراز سے پیسے نکالے اور چل پڑیں اس کے ساتھ۔ تم سے پوچھا نہیں کیا؟" یاسمین گل کے ہاتھ سے دوائی لیتی اب گھر کی طرف دوڑی۔ پیچھے کھڑی وہ لڑکی جیسے ریت کا مجسمہ بن چکی تھی۔ وہ پیسے اس نے مارول کی نئی آئی کامک خریدنے کے لیئے جمع کر کے چھپائے تھے اور اسکی بہن نے

چوری کر کے اپنے نہ ہونے والے شوہر کو تھما دیئے۔ نجانے کتنی ہی دیر وہ ان دو درختوں کی چھاؤں میں ساکت کھڑی رہی۔ قریب سے سائکل پر گزرتے کسی لڑکے کے آواز دینے پر اسکا ارتکاز ٹوٹا۔ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھتے اس نے جب گال پر ہاتھ رکھا تو انگلیاں گیلی ہو گئی۔ وہ اتنی دیر سے بنا آواز نکالے رو رہی تھی۔

حال میں واپس آؤ تو اس نے قرب سے آنکھیں میچ لیں۔ آنسو آزاد ہوتے لڑیوں کی مانند بالوں میں جذب ہو گئے۔ یہ دنیا اتنی وعدہ خلاف کیوں ہے۔ چہرہ پر ہاتھ رکھے وہ گھٹ گھٹ کر رونے لگی۔

★

www.novelsclubb.com

اگلا پورا دن گل جان ظاہری طور پر تو اپنے سارے کام ترتیب سے سرانجام دیتی رہی۔ مشق کی، فاطر سے ملاقات ہوئی، کھانا کھایا، قلعے کے نظام کو نظر میں رکھا مگر یہ سب کرتے وقت اس کا ذہن کسی اور ہی جہاں میں تھا۔ کھاتے وقت جب راہداری میں سے عبیل گزر کے گئ تو کل رات کا واقعہ اس کے ذہن میں او نگ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اٹھا۔ایک طرف کنواں تھااور دوسری جانب کھائی۔موجودہ زندگی میں وہ سب کے لیئے ایک اضافی کردار تھی اور عین ممکن تھا مستقبل میں بھی اسکے حالات میں فرق نہیں آئے گا۔

یہی سوچتے وہ اپنی جگہ سے اٹھتے عبیل کی طرف بڑھی۔پوری رات اسکے ذہن میں بس دو خیال ایک دوسری کی نفی کرتے رہے۔کیا اسے فاطر اسلام کے دھوکہ پر کان لپیٹ لینے چاہیئے یا اسے عبیل کی تنبیہ کو زیرِ نظر رکھنا چاہیئے۔

)"آپ نے کہا تھا آپ اب آیاز بے سے نہیں ملے گیں۔"رات کو جب سب کھانا کھا کر سونے کی نیت سے اٹھے تو گل نے کچن میں برتن دھوتی نرگس کو پکارا۔"وہ کسی کا شوہر ہے آبلا۔آپ یوں کسی کی زندگی۔"نرگس نے غصہ سے برتن پٹخے۔ گل سہم کر دیوار سے جالگی۔

"تو کیا پوری عمر تم تینوں کی خدمت کرتے گزار دوں۔کیا میرا خوشیوں پر کوئی حق نہیں؟"نرگس کی پرانی عادت تھی دفاع کے وقت چیخنے لگو۔"میں نے تم لوگوں

کے لیئے اپنی جوانی ضائع کر دی اور احسان فراموشی کی حد دیکھو تم میری خوشی میں خوش بھی نہیں ہو سکتی۔" گندے برتنوں کو وہیں چھوڑتے وہ دروازے سے باہر نکل گئی۔

"مگر آپ نے وعدہ کیا تھا آپ آئندہ نہیں ملیں گیں۔"

"کیا تھا وعدہ اور توڑ دیا وعدہ۔ کیا کر لو گی تم؟" گل کی ممناہٹ پر نرگس نے آگے بڑھتے اس کا بازو دبوچا۔ گل جان میں اتنی ہمت نہیں تھی کے اپنے ناحق کھائے جانے والے پیسوں کے متعلق سوال کر سکے۔ پیسے چھپانا اس کا قصور تھا۔ وہ جانتی تھی اسکی بہن نے اسے سزا دی ہے۔ "وعدے اگر اتنے ہی پاسدار ہوتے تو یہ دنیا امن پسند ہوتی گل بی بی۔" حقارت سے کہتے اسے سنک کی طرف دھکیلا۔ گل سسک اٹھی۔ "برتن دھو کر سونا۔" حکم دیتی اسکی بہن کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ نیم اندھیرے میں کھڑی گل نے بے بسی سے بھرے سنک کو دیکھا۔ غصہ اسے

گندے برتنوں پر نہیں تھا۔ غصہ اسے خود کی کمزوری پر آیا۔ ہر کوئی اس کا فائدہ اٹھا کر باخوشی آگے بڑھ جاتا تھا۔)

"عبیل!" غسل خانے کی طرف بڑھتی لڑکی مانوس آواز پر پلٹی۔ بھورے لباس اور سختی سے جکڑے بالوں والی گل جان سیاہ بھاری بوٹوں میں اسکے قریب آئی۔

"مجھے بات کرنی ہے تم سے۔" پھر ارد گرد دیکھا۔ "اکیلے میں۔" المیرا نے کسی وقت میں اس سے کہا تھا کی دوسروں کا سوچنے کے لیئے لوگ موجود ہیں اپنا سوچنے کے لیئے کون آئے گا۔ بس اب وہ المیرا کی حسین اقوال میں سے ایک پر عمل کرے گی۔

(کچھ دیر بعد)

کچڑادان آج کباڑ سے خالی تھا۔ نجانے کب اور کیسے اسے خالی کیا گیا۔ گل جان اپنے لباس کی جیب میں ہاتھ ڈالے آخری سیڑھی پر ٹہلتے عبیل کے انتظار میں تھی جس نے اسے کچھ دیر تک وہاں آنے کا کہا تھا۔ سیڑھیوں کی شروعات پر کسی کا سایہ بنا تو گل جان چوکنا ہوئی۔ عبیل سینے پر بازو باندھے لال رومال بالوں کے گرد باندھے ہمیشہ کی طرح خوبصورت لگ رہی تھی۔

"تمہیں میرے کمرے کی چابی کہاں سے ملی تھی؟"

"وہ ایک وقت تک میرا بھی کمرہ رہا ہے۔ تمہیں کیا لگتا ہے اسکی چابی میرے پاس نہیں ہوگی۔" گل جان اپنی ہی بے وقوفی پر شرمسار ہوئی۔ یہ بات اس نے کیوں نہیں سوچی۔

"بات ختم ہوگئی ہو تو میں جاؤں؟" عبیل کے لہجے میں ایک انجان سی چبھن تھی۔ گل اس سب کی عادی نہیں تھی۔

www.novelsclubb.com

''تم وہاں کیا لینے آئی تھی۔''

''اپنا سامان۔''

''کون سا سامان؟''گل جان کی آنکھیں چھوٹی ہوئیں۔ عبیل کے ماتھے پر بنتے پسینے کے ننھے قطرے یقیناً گرمی کی وجہ سے نہیں تھے۔

''وہ میرا کمرہ بھی۔''گل نے ہاتھ اٹھاتے اسے بیچ میں ٹوکا۔

''میں یہ بہانہ سن چکی ہوں اور اب مجھے سچ جاننا ہے تم میرے کمرے میں چوری چھپے کیا لینے آئی تھی شہزادی۔''گل کے چہرے پر موجود سختی آج عبیل کے کسی بہانے سے نہیں ٹلنی تھی۔ آنکھوں میں موجود سرخ ڈوریاں ساری رات جاگنے کی وجہ تھیں۔ عبیل نے ہاتھ پہلوں میں گراتے سختی سے بھینچ لیئے۔ گال کا اندرونی حصہ کاٹتے وہ گل کے انداز پر اندر ہی اندر تلملا اٹھی۔

''تم واقعی سچ جاننا چاہتی ہو؟''سیاہی نے گردن ہلاتے اقرار کیا۔

’’ٹھیک ہے پھر سنو۔‘‘ غصہ سے بھری سانس چھوڑی۔’’تم جو یہاں سے بھاگنا چاہتی ہو کبھی نہیں بھاگ سکتی الٹا اس سارے معاملے میں جان سے ہاتھ ضرور دھو بیٹھو گی۔اب تم یقیناً سوچو گی کہ میں پاگل ہو گئی ہوں کچھ بھی بکے جارہی ہوں۔‘‘ اسکا اشارہ گل کے پیچیدہ ہوتے تاثرات پر تھا۔’’لیکن یہی سچ ہے گل۔‘‘ دو قدم اتر کر اس نے اپنی سابقہ دوست کے ہاتھ پکڑے۔

’’میں صرف تمہاری جان بچانا چاہتی ہوں۔ تم ایک دھوکہ باز آدمی کے جھانسے میں آرہی ہو۔ وہ خادم (عبیل کی ہمدردی نفرت میں بدلی) وہ فساد بڑپا کرنے کی نیت سے سب کر رہا ہے۔پہلے اس نے مجھے الجھایا اور اب تمہارا استعمال کرنے پر مصرف ہے۔ وہ تمہارا کوئی دوست کوئی خیر خواہ نہیں بلکہ تمہیں اندھیروں میں دکھیل رہا ہے۔‘‘ گل حیرت سے آنکھیں جھپکتے رہ گئی۔ فاطر اسلام نے کہا تھا بدگمانی کی پہلی سیڑھی پر ہاتھ تھامنے والا کوئی مل جائے تو انسان سفر تہہ کرلیتا ہے۔

www.novelsclubb.com

گل جان تو پہلے ہی تشویش کے راستے پر تھی۔ایسے میں عبیل کی آمد گل کے لیئے ہم راہ ثابت ہوئی۔

"تم یہ سب کیا کہہ رہی ہو؟"اس کا لہجہ بہت کمزور تھا۔

"میں جو بھی کہہ رہی سب سچ ہے۔وہ آدمی تمہیں دھوکہ دے رہا ہے۔ماہِ نگار کو تم دونوں کے ارادوں کی بھنک مل چکی ہے اور اگر تم اب بھی باز نہ آئی تو بہت جلد مروادی جاؤ گی۔"

"تمہیں یہ سب کیسے معلوم؟"اسکا ذہن کچھ بھی ہضم نہیں کر پایا۔

www.novelsclubb.com

"میں نے ماہِ نگار جی اور حبتہ اللہ کی باتیں سنی ہیں۔"

"نہیں تمہیں یہ کیسے معلوم خادم مجھے دھوکہ دے رہا ہے۔"اسکے سوال پر عبیل کی منت کرتی نگاہوں کی چمک مانند ہوئی۔چہرہ جھکاتے گل کے تھامے ہاتھوں کو دیکھا۔ان پر گرفت مضبوط کی۔

''اگر وہ دھوکہ نہ دے رہا ہوتا تو نگار جی کو یہ سب کیسے معلوم ہوتا۔'' گل نے بتانے کے لیئے ہونٹ جدا کیئے کہ سب ان کے منصوبے کا حصہ تھا مگر پھر نجانے کیا سوچتے ہونٹ بھینچ لیئے۔ وہ فاطر اور اپنے مشترکہ منصوبے میں کسی باہر والے کو شامل نہیں کر سکی۔

''دیکھو گل میں بس یہ چاہتی ہوں تم محفوظ رہو۔ تم لوگ اگر ملکہ کو ہٹانے میں کامیاب ہو بھی گئے تب بھی نگار تمہیں اور اسے نہیں چھوڑے گی۔ بس کچھ وقت کے لیئے اپنا سوچو۔ مجھے تمہارے تحفظ سے زیادہ اور کچھ اہم نہیں۔'' عبیل کے الفاظ اسے جھنجوڑ رہے تھے۔ فیصلہ کرنا ہر اگلے لمحے کٹھن ہونے لگا۔ کسی نے آج تک یوں اسکی پرواہ نہیں کی تھی۔ زندگی کی طرف کبھی کسی نے نہیں بلایا تھا۔ آج ایک غیر اسکی منت کر رہی تھی گل کے لیئے نظرانداز کرنا مشکل ہو گیا۔

''تم میری طرف سے آزاد ہو گل۔ اگر تمہیں لگتا ہے یہ طریقہ ہمارے لیئے فائدہ مند ہے تو وہ استعمال کرو، میری رائے کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔''

”دیکھو گل میں بس یہ چاہتی ہوں تم محفوظ رہو۔“

”وعدے اگر اتنے ہی پاسدار ہوتے تو یہ دنیا امن پسند ہوتی گل بی بی۔“

”مجھے تمہارے تحفظ سے زیادہ اور کچھ اہم نہیں۔“

”دیکھو آنستہ گل، زندگی 50 50 کی **equation** پر گزارنی چاہیئے۔ کچھ ہمارا فائدہ ہو.....کچھ سامنے والے کا فائدہ ہو۔ اس میں برائی کیا ہے اپنا سوچنے کے لیے لوگ ہیں نا، میرا سوچنے کے لیئے کون ہے؟“

”بس کچھ وقت کے لیئے اپنا سوچو۔“

www.novelsclubb.com

آنکھیں بند کرتے اس نے گہرا سانس لیا۔ ذہن میں تمام آوازیں یک دم بند ہوئیں اور اب کی بار اسے صاف اپنے الفاظ سنائی دیئے۔

”ٹھیک ہے۔“ عبیل حیران ہوئی۔ ”میں اپنے ارادوں سے پیچھے ہٹ جاتی ہوں ۔“ اگلے ہی لمحے اسکی حیرت خوشی میں بدلی۔ ”مگر تم مجھے حکم نہیں دوگی بلکہ)

گل نے اسکے ہاتھ پکڑے)میری مدد کروگی۔" اسکے مسکرا کر کہنے پر سامنے والی کی بھی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ نم ممنون نگاہوں سے گل کو دیکھتے وہ خوشی سے سر ہلانے لگی۔

اسی چیز کی تو خواہش تھی اسے۔ یہی ایک توجہ تو چاہتی تھی وہ۔ کوئی اسے اہم مانے کسی کی زندگی کا ضروری کردار بننا گل جان کی برسوں پرانی فریاد تھی۔ جو آج بلآخر پوری ہونے جارہی تھی۔

(حال، دربارِ ملکہ)

وقت کے اس حصار میں ڈوبے اس نے گہرا سانس کھینچا۔"بس پھر یونہی میں نے کتاب میں لکھے قانون بدلے اور اب میں یہاں ہوں۔" کچھ فاصلے پر موجود دبیر السازار خالی نگاہوں اور ناتواں ہمت میں بیٹھا اسے دیکھ کر رہ گیا۔ ملکہ کے چہرے پر خوشی تھی مگر آنکھیں بجھیں۔

"عبیل سے میرا بس ایک وعدہ تھا کہ میں اسے کھویا ہوا مقام دلوانگی اور اسکے ملک واپس بھیج دونگی۔" گل کی نگاہوں میں دکھتا سرد پن دبیر کے سارے سوالات اور پہیلیوں کا جواب پے درپے دینے لگا۔

"مجھے اب معلوم ہوا المیرا کیوں اس تخت سے اٹھتی نہیں تھی۔" ٹیک لگاتے اس نے ٹانگیں لمبی کیں۔ "ملکہ ہونے کے بھی مزے ہیں۔" جملے کے اختتام پر کھلاتی ہنسی دبیر السازار کے تاثرات میں تبدیلی نہ لائی۔ وہ صدمے میں تھا۔ فاطر اور گل سے ایسے رویہ کی امید اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں لگائی تھی۔

"کیا تمہیں ہمیشہ سے ملکہ بننا تھا؟" دبیر نے عام سے لہجے میں استفسار کیا۔

"نہیں...... مجھے برابری چاہیئے تھے۔ (دانتوں کی نمائش کی) لوگ میری قدر کریں، میری اہمیت کو پہچانے۔ کسی کی نظر میں خود کے لیئے فکر دیکھنی تھی۔ کوئی میری غیر موجودگی سے متاثر ہو۔ یہی چھوٹی موٹی خوشیاں تھیں میری۔" ہنس کر کہتے دور خلا میں دیکھا۔ دبیر نے اپنے بندھے ہاتھوں پر دھیان دیا۔

''تو کیا یوں ملکہ بن کر تمہاری خواہشات پوری ہو جائیں گیں؟''

''کیوں نہیں ہو نگیں۔'' اسکے لہجے کی مضبوطی اور انداز کی خوش فہمی پر دبیر نے کوئی ردِ عمل نہیں دیا۔ ''میری غیر موجودگی سب پر اثر انداز ہو گی۔ ہر راہ چلتا مجھے رشک کی نگاہ سے دیکھے گا۔اب سے دنیا میرے قدموں میں ہو گی مسٹر ی مین۔''
انگلیوں کو جنبش دیتے گل جان اپنی سوچ پر مسرور ہوئی۔ دبیر نے اسے نہ روکا، نہ ٹوکا اور اصلاح تو بلکل نہیں کی۔

''خیر..... اب تم قید سے نکل گئے ہو اور جس کو ہونا چاہیئے تھا وہ ہے۔ کیسا محسوس کر رہے ہو؟'' آنکھیں بند تھیں اور سر گدی کی پشت پر ٹکا تھا۔ کچھ لمحے کمرے میں بس جلتی لکڑی کی آواز سنائی دی۔

''تم سے پہلی ملاقات کے دوران میرے ذہن میں ایک خیال آیا تھا۔'' دبیر کھوئے ہوئے لہجے میں گفتار ہوا۔ گل جان بند آنکھوں سمیت الجھی۔

"کیا؟" مسکراتے ہوئے کہا پلکیں مقفل رہیں۔ جلتی لکڑی کی آواز خاموشی پر مغلوب تھی۔

"یہی کے تمہاری نگاہوں میں اس قدر چمک کیوں ہے۔" گل جان کے مسکراتے ہونٹ جامد ہوئے۔ دھیرے سے آنکھیں کھولیں تو سامنے چھت کا منظر تھا۔

"تم ہستی ہو، تم روتی ہو، جھگڑتی ہو سلجھتی ہو مگر تمہاری نگاہ میں دکھتی زندگی کم نہیں ہوتی۔ یوں جیسے تم جینا کبھی نہیں چھوڑو گی۔ یوں جیسے....... تم باقی انسانوں سے مقدس رہو گی۔" الجھن سے ماتھے کی سلوٹوں میں اضافہ ہوا۔ وہ دبیر کو نہیں دیکھ سکی۔

www.novelsclubb.com

"آج تمہاری وہ چمک ختم ہو گئی تو مجھے میرے حصہ کا جواب مل گیا۔ (عام سا جذبات سے عاری لہجہ جیسے انجام نہیں بلکہ فیصلہ سنا رہا ہو) تم بھی دنیادار بن گئی ہو۔ حالات تسلیم کر کے تم نے خود کو بدی کے حوالے کر دیا ہے۔ تم وہ صاف دل گل جان نہیں رہی۔" کھڑے ہوتے اسکے قدموں میں لڑکڑاہٹ تھی۔ زنجیروں کی

پکار سمیت گل جان کو اپنے دل بند ہونے کی آواز بھی آئی۔ خوف اس قدر تھا کے جگہ سے ہلے بنا دبیر کو اٹھتے دیکھا۔

''میں ہمیشہ خود کو تمہارا قرض دار سمجھتا تھا۔'' چہرہ پھیر کر بلندی پر بیٹھے بشر کو دیکھا۔ اندھیرے جیسی بھوری نگاہوں میں غیر دلچسپی تھی۔ ''آج تم بلکل اپنی جیسی لگی ہو۔ تم میں اور مجھ میں اب کوئی فرق نہیں رہا آنستہ گل جان۔ دبیر السازار کے نزدیک تم سے متاثر ہونے کی اب کوئی وجہ نہیں رہی۔'' تخت سے ٹیک لگائے وہ دبیر کو دیکھتی رہی۔ اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہا جب دروازہ بند ہونے کی آواز پر گل جان حال میں لوٹی۔ سر تا پیر لرزتے وہ یک دم تخت پر آگے آئی۔ اسکا سینہ جھلس رہا تھا اور سانس تامل۔

وہ ابھی بھی نامکمل تھی۔ وہ آج بھی معمولی ہے۔ گل کو یقین تھا اس بے دردی پر وہ آنسو بہائے گی مگر اسکے خیالات کے متضاد آنکھیں خشک سالی کا شکار رہیں۔ گل

www.novelsclubb.com

جان کا شمار تو نیک ذات میں ہوتا ہے تو پھر یہ دبیر السازار کیا بول گیا۔المیرا اور فاطر کو کوستے وہ کب ان کے جیسی بنی ہے؟ جھوٹ۔یہ سب سراپا دبیر کی غلط فہمی تھی۔

دروازہ دوبارہ کھلنے پر گل جان درست ہو کر بیٹھی۔نگاہ میں نا سمجھی لیئے اس نے چہرہ اٹھایا جب شش و پنج کا وہ احساس خوف میں بدلا۔ہاتھ پاؤں پھول گئے اور ذہن خالی ہو گیا۔پیٹھ پر وار کر کے اب نگاہ کیسے ملائے۔

فاطر اسلام کی نگاہوں میں ملال اور قدم سست تھے۔ وہ شان وہ غرور سب تو تہ خانے میں اس عورت کے ساتھ قید تھا جو یہاں ہے وہ برائے نام سانس لیتا بس ایک وجود تھا۔گل جان اس وقت ملاقات کی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔

★

کچھ دیر پہلے

محل میں ایک خاموش سی گہما گہمی تھی یوں جیسے کام تو ہو رہے ہوں مگر ان کے عمل دخل میں پسندیدگی یا اتفاق نہ ہو۔ ماہِ کامل کے کمرے سے نکلتے وہ اپنے ہی خیالات میں گم تھا جب ایک طرف سے آتی سرگوشیوں کی آواز پر ٹھٹک کر رکا۔ اس سے کچھ ہی فاصلے پر پانچ چھ عورتیں ایک گروہ بنائیں آپس میں بات کر رہیں تھیں مگر وہ محسوس کر سکتا تھا ان کی بات کا موضوع بحث وہی ہے۔ نظریں ملنے پر ان سب نے اسے ارد گرد سے گھیر لیا۔

”کیا مشیر ادوب نے اگلی ملکہ نہیں بننا تھا؟“ ایک عورت کا سوال۔

”وہ لڑکا کون تھا جس نے بھری محفل میں ملکہ کی بہن کو ٹوکا؟“ دوسری نے استفسار کیا۔

”اگر محافظ اگلی ملکہ بنے گیں تو کیا ہماری زندگیاں آسان ہو جائیں گیں۔“ پے در پے سوالات جس کے جواب کا وہ وقت بھی نہیں دے رہے تھے۔ فاطر کو ایک

پل کے لیئے لگا وہ واپس اپنی دنیا میں جا چکا ہے جہاں مختلف صحافی اسے گھیریں سوال کر رہے تھے۔

منہ کھولتے اس نے سب کو شانت کرنا چاہا جب اگلے آنے والی التجا نے اسکو لاجواب کر دیا۔ ”کیا یہ سچ ہے سابقہ ملکہ کو جھوٹے الزامات کی بنا پر قید کیا ہے؟“ اس تشویش پر فاطر اسلام خود سے نظر بھی نہیں ملا سکتا تھا۔ جواب میں وہ شرمندہ مرد کہتا بھی تو کیا۔ کہیں سر جھکا دیتا، کہیں سوال ان سنا کر جاتا، کہیں بات ٹال دیتا تو کہیں بس سامنے والے کو بیزار سا دیکھ کر رہ جاتا۔

”ہمیں جواب دیں خادم جی آنے والی حکومت ہماری زندگیوں میں بہتری لائے گی؟“ اس عورت کے لہجے میں امید تھی جو وہ سچ بول کر ختم کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ”میرا شوہر بیماری میں تڑپ رہا ہے خدارا اسے بچا لیں۔“ کیا بے بسی تھی کے وہ بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئی۔ ایسی دنیا جہاں عورتوں کا راج تھا وہیں ایک عورت مرد کے سامنے مدد کی بھیک مانگ رہی تھی۔ فاطر اسلام جو کب سے اپنے حال کو

نظرانداز کر رہا تھا ان عورتوں نے اسے بڑھنے اور قبولیت پر مجبور کر دیا۔ زبردستی اسے ملکہ کے دربار میں حاضری دینے کا کہتی فاطرا نہیں انکار کرنے کی جسارت خود میں نہیں رکھتا تھا۔

حالیہ وقت

کچھ دیر وہ تھکی نگاہوں سے کمرے کے وسط میں کھڑا رہا۔سوال ان گنت تھے مگر آج وہ ان کو کہنے کا ہنر نہیں رکھتا تھا۔

”کیا کرنے آئے ہیں آپ؟“ناک کے نیچے جمع ہوتے پسینے کو صاف کرتے گل کے واضح ہوش اڑے تھے۔

”تمہاری رعایا تم سے کچھ سوال کرنا چاہتی ہے۔“کمزور سی آواز میں کہتے اسے اپنا آپ نہایت بے مول لگا۔

www.novelsclubb.com

"ان کے مسائل میں اپنی تاج پوشی کے بعد سنوں گی۔" ہاتھ کی جنبش سے باہر جانے کا کہتے چہرہ پھیر لیا۔فاطر بھی چھوٹے قدم اٹھاتا دروازے کے قریب بڑھا۔ گہری سانس خارج کرتے اس نے دل پر موجود بوجھ کو ہٹانا چاہا۔دروازے پر اسکی گرفت یخ بستہ تھی جب بے خودی میں اسکی زبان پھسلی۔

"کیوں کیا تم نے وہ سب؟" اپنے تخت پر رخ بدلتی لڑکی اس مایوس سرگوشی پر منجمد ہوگئی۔ سرتاپیر شرمساری کا مجسمہ بن گئی۔وہیں آدمی جو کبھی اسے حقیر جان کر بس حکم سناتا تھا آج مایوسی میں ڈوبا سوال کر کے رہ گیا۔فاطر نے دروازے کی کنڈی چھوڑدی۔ گل جان نے نم ہتیلیاں بند کرتے زبان لبوں پر پھیری۔ گردن میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔("تم یہ کر سکتی ہو گل جان۔ تم صحیح ہو فاطر غلط۔" گہری سانس لیتے زیرِ لب کہا۔)

"ہم ایک ٹیم تھے گل۔ ہم نے یہاں سے بھاگنا تھا۔ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہونا تھا۔" وہ تمہید کا عادی کبھی رہا ہی نہیں آج بھی لگی لپٹی کے بغیر مدعے پر

آیا۔ "تم مجھ سے ایک بار کہہ کر تو دیکھتی میں تخت تمہیں دے دیتا مگر مجھ سے جھوٹ بول کر یہ جگہ ہتیا کر تم نے صحیح نہیں کیا۔"

"اور جو آپ نے کیا، کیا وہ صحیح تھا؟" اگر ایک آب بنا تھا تو دوسری بھسم کرنے کو تیار تھی۔ "مجھ سے باتیں چھپا کر مجھے اپنے پیچھے لگائے رکھنا یہ کونسا ساتھی کرتا ہے۔" فاطر کے تاثرات اس کے اونچے لہجے کے بجائے اسکی بات پر پیچیدہ ہوئے۔

"تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"کیوں فاطر اسلام سچ کڑوا لگ رہا ہے جہاں تک مجھے یاد ہے تمہیں ایسے ہی سچ کہنا اور سننا پسند تھے۔" کیا کوئی انسان اس حد تک بدل سکتا ہے؟ آج سے فاطر اسلام سچ کے نام پر لوگوں کی دل آزاری کرنے سے کترائے گا۔

"آپ ہمیشہ یہی کرتے آئے ہیں سر۔ مجھے کچھ اور بتاتے ہیں اور آخر میں فیصلہ اپنی مرضی سے لیتے ہیں۔ جب ہم نے وہاں سے فرار ہونا تھا تب بھی آپ نے یہی کیا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اور اس مرتبہ بھی آپ مجھے بتائے بغیر سب خود تک محدود رکھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔"

"یہ الہام تمہیں کیسے ہوا؟" اسکی آواز بے بسی سے بلند ہوئی۔ وہ چاہ کر بھی غصہ نہیں کر سکا۔ سامنے والی اس حرکت پر طیش میں آئی۔

"مجھے ان ہیرے موتیوں کی کوئی لالچ نہیں مجھے صرف یہاں سے نکلنا تھا لیکن آپ نہایت بے وقوفی سے ہر قدم اٹھا رہے تھے۔ میں نے آپ کی جان بچائی ہے ورنہ نگار آپ سمیت مجھے بھی مار دیتی اور اطلاع کے لیئے عرض ہے مجھے ابھی نہیں مرنا۔" گل عبیل کی زبان بول رہی تھی۔ فاطر اپنا سر پکڑ کر رہ گیا۔ "آپ کا پلان نہایت ناکارہ تھا میں نے آپ کی مدد کی خاطر یہ خطرہ مول لیا ہے اور اب آپ مجھے ہی سنا رہے ہیں۔"

"میں سنا نہیں رہا میں پوچھ رہا ہوں۔" آنکھیں مسلتے جیسے ہتھاڑ ڈال دیئے ہوں۔ آج کے بعد سے فاطر اسلام دوسروں کی عزتِ نفس کی نفی نہیں کرے گا۔

"میں نے بھی سوال کیا تھا کے آپ ادوب کو ملکہ کس طرح بنائے گیں۔ بتایا مجھے!؟" فاطر کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ یہ غصہ، یہ نفرت، یہ رعبدار پکار گل جان تو نہیں۔ یا پھر یہی گل جان تھی۔ ششدر رہتے وہ سرخ ہوتی عورت کو دیکھ کر رہ گیا۔ درودیوار بھی سانس روکے یہ منظر دیکھ کر لاجواب ہو گئی۔ کیا ان کے منصوبے کی منزل یہ تھی۔ گل کے الفاظ بمشکل ہضم کرتے اسے سمجھ نہ آیا اس عورت کی جلد بازی پر ترس کھائے یا اپنی بے وقوفی پر لعنت بھیجے۔ آج کے بعد فاطر دوسروں کو لاعلم رکھنے سے پہلے دس مرتبہ سوچے گا۔

"آپ صرف سناتے ہیں سنتے نہیں۔ آپ کو صرف کوئی پالتو غلام چاہیئے تھا کیونکہ سچ تو یہ ہے آپ میں اور المیرا میں فرق نہیں۔ آپ خود کو عقل قل تصور کرتے ہیں جبکہ وہ عورت ہر انسان کو قابل تضحیک۔"

"تم کون ہو؟" وہ تھک کر ٹوٹ چکا تھا۔

"تمہارے تفرق اور جانبداری کا نتیجہ فاطر اسلام۔" جس عورت کو وہ کبھی قافلے روکنے کا صالح سمجھتا تھا اسے کیا معلوم تھا کہ ایک دن اسکے کچھ الفاظ فاطر کی دنیا روک دے گیں۔ آنکھیں مسلتے فاطر نے گردن پیچھے گرادی۔ گل نے اسے باہر جانے کے لیئے ہاتھ اٹھایا جب فاطر کی آواز پر ارادہ ملتوی کر دیا۔

"تمہیں نہ بتانے کی وجہ سراسر ماہِ ملکہ کے ردِ عمل کا انتظار کرنا تھا۔ نہ منہ سے بولنا اور نہ ہی کتاب پر لکھنا میرے منصوبے کا حصہ تھا۔ اگر وہ ہماری کہیں باتیں سن سکتے ہیں تو کیا کتاب پر لکھی باتیں بھی جان جائیں گیں۔" گل جان کا غصہ اس وقت شدید تھا تبھی فاطر اسلام کی باتیں اسے فریب لگیں۔ ہلکی سی شرمندگی ابھی گالوں پر آئی ہی تھی جسے مہارت سے چھپالیا۔

"مجھے تم پر اندھا اعتماد تھا گل۔" تخت نشین کے دل کو کچھ ہوا۔ اچھائی کی وہ طاقت جو اس کے اندر رچی بسی فاطر کی ایک اداس نگاہ پر لالچ کی بیڑیاں توڑنے کی سر توڑ کوشش کرنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"دغا دینے والا دوسروں سے وفاداری کی امید لگاتا بے وقوف سے کم نہیں لگتا۔"
نیکی ناکام ہوگئی اور بدی نے اس عورت کا ذہن مکمل قابو کرلیا۔یوں کے وار سیدھا فاطر کی کمزوری پر کیا۔"آپ المیرا کو دھوکہ دیں گیں تو کیا کوئی آپ کی پیٹھ پر چھرا نہیں گھونپے گا۔" یہ حقیقت ایسی تھی جس کو وہ چاہ کر بھی جھٹلا نہیں سکتا۔وہ گناہ گار اور مجرم تھا پھر اس بات سے کترانا کیسے؟

"کیا تمہاری پشت محفوظ ہے؟" کچھ دیر بعد اپنے قدموں پر نظر ڈالتے آہستہ سے کہا۔گل جان کو اول تو اسکی آواز بامشکل سنائی دی اور دوئم بات کا مقصد بھی سمجھ نہ آیا۔فاطر نے چہرہ اٹھایا تو وہاں خالی پن کے سوا کچھ نہ تھا۔"فریب کاری کا چکر ایک بار شروع ہوجائے تو اسکا اختتام بہت دیر بعد آتا ہے۔بچ کر رہنا تمہارے گرد بھی کوئی دھوکے باز جنم لے گا۔"

"میں وہ غلطیاں نہیں کرونگی جو آپ نے اور المیرا نے دوہرائیں۔" جواب اسکے پاس تیار موجود تھے۔ہارماننے پر وہ رضامند نہیں تھی۔

"خدا کرے ایسا ہی ہو (آسودہ سی مسکراہٹ لبوں پر رونما ہوئی) ملکہ کا تاج سلامت رہے مگر مجھ سے جھوٹ بول کر تم نے اپنی عزت گنوادی ہے۔"

"مجھے اس انسان کی عزت چاہیئے بھی نہیں جو مجھے کمتر سمجھتا ہو۔" وہ زیرِ لب مسکرایا اب کیا بتاتا کے وہ المیر اسے زیادہ اسے قابلِ فہم سمجھتا تھا۔ سر تک لے جا کار سلام کرتے اس کے ہر انداز میں کاہلی تھی۔ اپنے اصولوں سے منہ پھیر کر اس نے گود "پچتاوں" اور "کاش" سے بھر لی۔

★

بلآخر اپنے کمرے میں پہنچتے اس نے دروازہ بند کرتے سکھ کا سانس لیا۔ نجانے کتنے جذبات تھے جو اس ایک سانس کے ساتھ خارج ہوئے۔ دکھ، نا سمجھی، حقارت مگر سب سے برتر "پچتاوا"۔ اپنے اصولوں سے رخ پھیرنے کا پچتاوا۔ صد شکر اس وقت کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ ایک کونے میں بچھی چادر پر ڈھیر ہوتے اس نے

آنکھیں بند کر دیں۔ کچھ گھڑیاں سکون کی اس پر قرض تھیں کچھ دیر وہ بھی اپنے ذہن کو آرام دینا چاہتا تھا۔

نہ دے سکا۔ جیسے ہی آنکھیں بند کیں المیرا سے ملنے والی آخری نظر کا منظر جھما کے سے یاد آیا۔ جھٹکے سے آنکھیں کھولیں تو کمرے میں ماسوائے اس کے کوئی نہ تھا۔ وہ تنہا ہو کر بھی تنہا محسوس نہیں کر سکا۔ سر دونوں ہاتھوں میں گراتے اس مرتبہ اس نے کھلی آنکھوں سے سکون چاہا جب اگلے ہی لمحے گل جان کے الفاظ سماعت کی زینت بنے۔ (''دغا دینے والا دوسروں سے وفاداری کی امید لگاتا بے وقوف سے کم نہیں لگتے۔'')

www.novelsclubb.com

خیالات منتشر تھے اور سانس رفتہ۔ کانوں پر ہاتھ رکھتے آنکھیں سختی سے مینچ لیں۔ نہ آوازوں نے منہ موڑا نہ آنکھوں نے کوئی اور منظر دکھایا۔ کھڑے ہوتے اس نے گردن پیچھے گرائی اور ایک گہری سانس فضا میں سپرد کرتے آنکھیں مسلیں۔ خود کو ترتیب میں لانا چاہا جو بے معنی تھا۔

جتنی سانس باہر نکلتی اتنے حواس بے قابو ہوتے۔ سب کچھ ہاتھ سے پھسل چکا تھا۔ فاطر اسلام ناامیدی کے دیواروں کے بیچ کھڑا تھا۔ یہ وہ کس مقام پر آگیا؟ ٹہلتے ہوئے وہ رکا اور نچلا لب کاٹا۔ یک دم ایک سنی سنائی آواز کمرے میں گونجی تو ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔

"سوچا ہوگا تم نے مجھے جیل میں یوں ڈال کر جو تمہارے دل میں میرے لیئے نفرت کی ایک illusion ہے اسکی بنیادیں مضبوط ہو جائیں گی۔ قبول کرو فاطر اسلام کے تمہیں اپنی غلطی ماننا توہین آمیز لگتا ہے اور اسی گلٹ سے بچنے کے لیئے تم سارا الزام کسی اور کے سر پر ڈال کر فرار ہو جاتے ہو۔"

ڈیڑھ ماہ پہلے کھلے آسمان تلے سمندر کے سرہانے یہ الفاظ اسے بے وقعت اور فالتو لگے۔ بھلا وہ کب کسی اور کو الزام دیتا تھا۔ آج ان جملوں کا اصل مطلب سمجھ آیا تو کندھے شرمندگی سے کچھ اور جھک گئے۔ چھ سال پہلے اسے ایک ٹپ وصول ہوئی تھی کے المیر اعنایت محسن منشیات فروشی میں ملوث ہے۔ وہ بہانہ اس کے شکوک

سے بھرے تابوت کا آخری کیل بنا۔ آخر کار اس کے پاس اپنی جھنجلاہٹ کا جواز پیش کرنے کی ٹھوس وجہ تھی۔ وہ ہمیشہ سے جانتا تھا المیرا جو دکھتی ہے وہ ہے نہیں ۔بس اس نفرت کے الوژن کو حقیقت بنانے کے لیئے ایک توجیہ قدرت اسے دے رہی تھی۔ آج تک کوئی بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ وہ منشیات اس کے بیگ میں کیسے آئیں۔ المیرا کے جیل سے نکلتے وہ معاملہ جیسے اس عورت کے بدلے تلے دب گیا۔

اس نے اپنے لرزتے ہاتھوں کو دیکھا جو ٹھنڈے پڑ چکے تھے۔ خود پرستی اور انا کا بت چکنا چور ہوا اور اندر چھپا نگینہ عام اور پسماندہ سا تھا۔ اس کا عامیانہ پن ہی اسے حقیقت کی طرف بلا سکتا تھا۔ یک دم پلٹتے وہ پنجوں کے بل ایک طرف اپنی بندھی پوٹلی کے ساتھ بیٹھا۔ ہاتھوں میں لرزش، آنکھوں میں نمی اور پسِ پشت المیرا کے الفاظ۔

”قبول کرو فاطر اسلام کے تمہیں اپنی غلطی ماننا توہین آمیز لگتا ہے۔“ آج وہ اپنی خطا تسلیم کرتا ہے۔ہاں اس نے المیر اپر بغاوت کا بہتان لگایا۔اس نے اپنی ہی ساتھی کو خود سے کمتر سمجھا۔وہ اپنی ذہانت پر غرور کرتا تھا۔مگر اب سے وہ خود کی بہتری کا سوچے گا، نفرتیں نبھانے کا نہیں۔

قلم،دوات، کتاب سب کو اپنے سامنے پھیلاتے اس نے نم آنکھوں کو سختی سے بند کیا۔ چھت کی طرف چہرہ کرتے ایک سانس اندر لی دوسری باہر نکالی۔ سکون ملا نہیں مگر امید تھی کے جلد مل جائے گا۔ قلم کو سیاہی میں ڈبوتے اس نے خستہ کاغذ کے اوپر رکھا۔ ذہن اچانک ہی خالی ہو گیا۔ پہلے جہاں بے شمار خیالات ایک دوسرے سے سر ٹکرا رہے تھے اب وہاں بنجر صحرا کے سوا کچھ نہ تھا۔

”آپکے الفاظ آپکے وجود کا حصہ ہیں مسٹر اسلام۔“ یہ اچانک کیا ہوا۔ بھلایا گیا سبق کسی سرگوشی کی طرح اسکے ایک کان سے دوسرے میں ہو کر گزر گئی۔ فاطر نے لبوں کو جدا کرتے قلم کو مزید سختی سے دبوچا۔اسکی گرفت کانپ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"آپ کا خوف بے اثر الفاظ لکھنا نہیں آپ کا اصل مسئلہ ہی سارا یہ ہے کے کہیں آپ کے الفاظ کسی پر اثر نہ کر جائیں۔" وہ ایک مرتبہ پھر ماضی کے گرداب میں پھنس گیا۔ یہ ماضی، حال اور مستقبل کا کھیل اسکے اعصاب ہلکان کر رہا تھا۔ مگر یہ وقت بہتری کا تھا یہ وقت اب وہی لکھنے کا تھا جو اتنے عرصے سے معاشرتی معیار کی چادر تلے ڈھکا تھا۔ قلم بلا آخر تیزی سے صفحے پر سیاہی کے نشان چھوڑتا گیا۔

"آپ کو دل میں اترنے سے اتنا خوف کیوں آتا ہے؟" جملے کا بوجھ تھا یا فاطر اسلام کے ٹوٹتے خول کی شدت کے اس نے سہم کر قلم کتاب چھوڑ دیں۔ آنکھوں کے سامنے سپنا کا مسکراتا چہرہ ہمیشہ کی طرح ہشاش بشاش سا تھا۔ گردن دائیں بائیں ہلاتے وہ مکمل اب اپنے حال میں موجود تھا۔ کتاب اٹھا کر چہرے کے سامنے کی اور نجانے کتنے عرصے بعد لکھے اپنے الفاظ پڑھے۔

وہ جو خواہشات کے بوجھ تلے دبی ہے

اس نے ایک مرتبہ آنکھیں جھپکیں، دوسری بار پھر کتاب کو دور کرتے پڑھا مگر پھر بھی اسے وہاں لکھے واحد جملے کا نہ سر ملا نہ پیر۔ یہ اس نے لکھا کیوں؟ مگر اس سب کے باوجود بھی ایک بہت پرانے میٹھے احساس نے اسکے اندر تک تازگی سی بھر دی۔ یہ سطر اس نے دل سے لکھی تھی۔ مطلب وہ ابھی بھی لکھ سکتا تھا

"تم بھی باقی انسانوں کی طرح delusional ہو۔ حقیقت کا سامنا کرنے کی ہمت تم میں کہاں۔" ایک پل کی خوشی اگلے پل ماضی کے خیال کی دستک نے مٹی کر دی۔

"عورتیں ہوتیں ہی ڈھکوسلی (delusional) ہیں۔" خود کے کہے جملے نے اسکے نکلتے کسی بھی بہانے کو وہیں صفر کر دیا۔ وہ بہانا بنائے بھی کیسے، اسکے ہاتھ میں اس ایک لکھے مصرع کے سوا تھا ہی کیا۔ حقیقت تو یہی تھی کے وہ یہاں قید ہے اور اس حقیقت کو ماضی بنانے کے لیئے اب اسے اکیلے لڑنا تھا۔

"مخلص تو تم بھی نہیں ہو۔" اپنی وفاداری کے قصیدے پڑھنے والا آج بے وفاؤں کی صف میں شامل ہو گیا۔اب کس منہ سے دوسرے کو گناہ گار کہے گا جب اپنے ہی اعمال کی سیاہی ہر ایرا غیرا اس کے چہرے پر دیکھ سکتا تھا۔

"آپ صرف سناتے ہیں سنتے نہیں۔آپ کو صرف کوئی پالتو غلام چاہیئے تھا کیونکہ سچ تو یہ ہے آپ میں اور المیرا میں فرق نہیں۔آپ خود کو عقل قل تصور کرتے ہیں جبکہ وہ عورت ہر انسان کو قابل تضحیک۔" اگر وہ کہتی تھی وہ ایک سے ہیں تو اب یہ بات سچ تھی۔ وہ دونوں حقیقتاً گناہ اور ثواب کے ترازو میں برابر ہو چکے تھے۔ کتاب کو بند کرتے اسکے مسکراتے لب خود پر ہی طنز کرنے لگے۔پہلے صبر، پھر آزادی، پھر انسانیت اور آج المیرا عنایت محسن نے فاطر اسلام سے اس کی انا بھی چھین لی۔ مگر باقی اوقات کے برعکس اس مرتبہ وہ اپنے نقصان پر المیرا کا شکر گزار تھا۔

★★★★

www.novelsclubb.com

باب ملکہ

بیش بہا زیورات سے لے کر اترن تک کا سفر اس نے پلک جھپکتے تہ کر لیا شاید سب درست تھے کہ وہ ایک سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہے۔ بازوؤں کے حصار میں لپٹی المیرا سر اٹھائے اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سیاہ لباس جس سے بدبو آنا عام سی بات تھی میں اسکا وجود ہر زیور سے خالی تھا، احسان کی دی ہوئی انگوٹھی سے بھی۔

کچھ گھنٹوں کی قید میں اسے وہ تمام لوگ یاد آئے جن کے ساتھ کبھی اس نے بے ایمانی کی تھی۔ احسان بن نوفل کی لاش آنکھوں کے سامنے آئی تو وجود نے جھرجھری لی۔

اپنی سابقہ نوکری پر موجود شیلا کا چہرہ ذہن میں ابھرا تو وہ گال کاٹنے لگی۔

www.novelsclubb.com

گل جان کی بیزار آواز سنائی دی تو سر ہاتھوں میں گرالیا۔

فاطر اسلام کی نصیحتیں یادداشت میں ابھری تو اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرے۔

چاہنے کے باوجود بھی اس مرد سے پہلی سی نفرت نہ ہوئی۔ وہ جو ہر گھڑی بولتی رہتی تھی پچھلے سترہ گھنٹوں سے خاموش بیٹھی تھی۔ چٹائی پر لیٹتے اس نے اچھے سے خود کے گرد بازو لپیٹے اور ایک پرانا منظر دہرایا۔

آٹھ سال قبل

واپس اوکارہ کے اسی گھر میں چلے آؤ۔ وہی جس کا دروازہ بلند تھا اور صحن میں ایک گاڑی کھڑی تھی۔ اندر سے آنے والا شور تمہیں انفرادیت پر غور کرنے نہیں دے گا۔

''لڑکے کی آنکھ پھوڑ دی تم نے۔ پتہ ہے کتنا خرچہ ہوا ہے میرا؟'' ہلکے گندمی شلوار قمیض میں محسن حسین اسکے آگے پیچھے منڈلا رہے تھے۔ رافیہ ایک طرف بیٹھی

گھبرا رہی تھی جبکہ زاہد پیچھے کرسی پر جھکے کندھوں سے موجود تھا جیسے گیند المیرا نے نہیں اس نے ماری ہو۔

"جانتی ہو میں نے انہیں کتنی مشکل سے چپ کروایا ہے، وہ تو تمہیں قاتلانہ حملے کی بنا پر پولیس کے حوالے کرنے والے تھے۔ اگر یہ تمہارا نانہجار باپ جس سے تم جنم جنم کی دشمنی نبھا رہی ہو وہاں نہ ہوتا تو ابھی پڑی ہوتی حوالات میں۔" سینہ پر ہاتھ مارتے محسن حسین کا انداز جوشیلا تھا۔

"نافرمان اولاد زندگی کا عذاب۔" الحمدللہ کی تسبی کو بیچ میں چھوڑتے جملے میں لقمہ دینا نیرہ بی نے اپنا فرض سمجھا۔ گہرے سبز لباس اور موٹی چٹیا والی لڑکی اسے گھورنے لگی۔

"کیوں ماری تم نے کامران کو گیند؟" رافیہ کا لہجہ مصلحت پسند تھا۔ المیرا جواب دینے کے بجائے اٹھی گردن مگر جھکی نظروں سے اپنے پیر دیکھتی رہی۔

”رشتہ نہیں پسند تھا تو ہمیں بول دیتی۔“

”پسند ناپسند چھوڑو بہن اس شیطان کو خناسیت دیکھانی تھی سود کھا کر میری جیب خالی کروادی۔“مڑے کف اور بکھرے بالوں والے جلالی مرد کا واحد غم وہ بیس ہزار تھے جو ان کی جیب سے رشوت کے طور پر نکالے گئے۔المیرا نے ایک لفظ بھی زبان سے ادا نہ کیا۔امید بھری نگاہوں سے بھائی کو دیکھا ضرور مگر اس آدمی سے کیا ہی امید لگائے جو پچیس کا ہونے کے باوجود بھی اپنی عید کی خریداری باپ کی اجازت سے کرتا تھا۔

”غضب خدا کا بیچارے کی آنکھ پر اتنا بڑا نیل تھا۔“نیرہ نے ہاتھوں کو گول کرتے زخم کا احوال بتایا۔رافیہ اور زاہد نے ایک مرتبہ مزید اسے ندامت سے دیکھا۔جبکہ محسن ایک کونے میں کھڑا لب کاٹتا رہا۔المیرا کسی مجرم کی طرح سب کی نظروں کے بیچ میں بیٹھی تھی۔گیند کیوں ماری یہ تو اسے نہیں پتہ،ہاں مگر اس گھر میں رہنے

والے آفراد کو تکلیف دینے کی وہ ہر ممکنہ کوشش کرے گی..... پھر چاہے اسے خود کو کیوں نہ جھکانا پڑ جائے۔

"اگلے ہفتے تمہارا ایک اور رشتہ آرہا ہے اور اس بار میں قسم کھاتا ہوں عنایت تم نے کچھ الٹا سیدھا کیا اگلے منٹ دو بول پڑھوا کر یہاں سے دفعان کرونگا۔" محسن صاحب نے انگلی اٹھا کر تنبیہ کی۔ سبز تانبے جیسی نگاہوں میں بیٹی کے لیے نفرت تھی۔اپنی بات کہہ کر وہ لاؤنج کا دروازہ پٹاخ کرکے مار گئے۔ان کے پیچھے جیسے سور پھونکنے کے بعد کی خاموشی تھی۔ نہ کسی نے نظر ملائی، نہ احتجاج کیا، نہ رائے دی۔ بس المیرا پتھر بنی رہ گئی۔

www.novelsclubb.com

ان کو اولاد سے زیادہ پیسے سے پیار ہے، اور کسی کو اس سوچ پر اعتراض بھی نہیں تھا۔

اوکارہ کا وہ گھر، وہ گاڑی اور وہ حبس زدہ گرمی چار سال قبل وہ ہمیشہ کے لیئے قدموں تلے روند آئی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو پھیلاتے حال کو دیکھا۔ کس لیئے؟ متوازی دنیا کی ایک کال کوٹھڑی میں گھٹ کر مرنے کی خاطر۔اس وقت المیرا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نے شدت سے دعا کی اسکی آنکھ سے آنسو نکل آئے۔شاید کچھ لوگوں پر آنسو بھی مہربان نہیں ہوتے۔سیاہ لباس میں گھڑی بنے وہ اب تک یونہی مایوس تھی۔ آنکھوں کی شوخی فنا اور لبوں کی مسکان غائب جب اسکے کمرے کے باہر لالٹین کی روشنی پھیلی۔المیرا نے یونہی لیٹے چہرہ پیچھے پھیرا،روشنی کی وجہ سے آنکھیں چھندیا گئیں۔

"باہر نکلو تمہاری تفتیش کا وقت ہے۔"کماری کے ساتھ کھڑے حبتہ اللہ نے تضحیک آمیز انداز اپنایا۔المیرا بنا کچھ کہے ان کے ساتھ چل پڑی۔راہداری تنگ تھی جس میں اسکے پیچھے کماری اور آگے حبتہ اللہ اسے راستہ دکھا رہے تھے۔ذہن کو مصروف رکھنے کی نیت سے وہ ان واقعات کو دہرانے لگی جو اسے مصر لانے کا باعث بنے۔

★

سات سال قبل،پاکستان

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اتوار کا دن یعنی دیسی گھرانوں میں فساد کا دن۔ گھر میں موجود باورچی خانے سے ناشتے کی آتی مہک منہ میں پانی لانے جتنی لزیز تھی۔بقول رافیہ المیرا میں لاکھ برائی سہی مگر قدرت نے اسکے ہاتھ میں ذائقہ بہت رکھا تھا۔ گہرے غلابی لباس پہنے اسکے ہاتھ آٹے اور تیل سے لدھے تھے جب اس نے چمٹے کی مدد سے توے سے پراٹھااتارا۔ پیچھے ہی نو سالہ عقبی کھڑا کپوں میں چائے انڈیل رہا تھا۔یہ ایک سال کی روٹین تھی المیرا ناشتہ بناتی تو عقبی ساتھ چائے بناتے سب کو ڈال کر پیش کرتا۔خود بھلے وہ چائے نہ پیتا ہو مگر بناتا کمال کی تھا۔

کچھ ماہ پہلے اپنا سیکینڈ ائیر مکمل کرنے کے بعد وہ گھر میں ہی بیٹھی تھی۔ محسن حسین کی رٹ تھی رشتہ کروا کر فارغ کیا جائے جبکہ اسکی دیرینہ خواہش تھی کے میرے رخصتی سے پہلے نیرہ بی اس دنیا سے رخصت ہو۔ ہر آنے والا رشتہ کسی نا کسی بنا پر مسترد ہو جاتا یا پلٹ کر واپس نہ آتا۔ناشتے کی میز پر بیٹھے زاہد اور زاروان کے سامنے

ان کے پراٹھے رکھتی وہ کچن میں چلی آئی۔ جہاں چھوٹے بھائی نے ناک چڑھائی وہیں بڑا خاموشی سے کھانے لگا۔ رافیہ نیرہ کے کمرے میں ان کا بلڈ پریشر ناپ رہی تھی۔

ہر سو ایک چھبتی ہوئی خاموشی تھی جب باہر دروازہ کھلنے کے بعد گاڑی رکنے کی آواز آئی۔ اسکا باپ واپس آچکا تھا۔ تین دن پہلے دوستوں کے ساتھ مری دیکھنے گیا تھا اپنی جیب غیبت اور کہانیوں سے بھر کر لایا ہوگا۔ گھر کا دروازہ کھلا اور اندر داخل ہوتے محسن حسین کے ہونٹوں پر مسکان تھی جبکہ ہیزل آنکھوں پر بھورے چشمے۔

"عنایت۔" باپ کے پکارنے پر بہن کے بجائے عقبی پانی کا گلاس لے کر کچن سے نمودار ہوا۔ زاہد کو سربراہی کرسی سے اٹھاتے انہوں نے اسی کا چائے کا کپ اٹھاتے لبوں سے لگایا۔ زاروان کو مخاطب کرنے کی قطعاً کوئی کوشش نہ کی۔

"بیٹھ جانا۔" کھڑا زاہد باپ کی بیزاری پر جھجکتا ہوا دادا نے ہاتھ پر بیٹھ گیا۔

"عنایت باہر آنا۔" سپاٹ تاثرات والی المیرا باورچی خانے سے نکلی جب رافیہ نے لاونج میں آتے کزن کو سلام کیا۔

"کیسا گیا سفر؟" کرسی پر لٹکی محسن کی جیکٹ اٹھاتے رافیہ کا لہجہ ہمدرد تھا۔

"اچھا تھا۔" محسن کا لہجہ اتنا ہی لاپرواہ۔ رافیہ کلس کر رہ گئی۔

"اسلام علیکم!" المیرا مودٔب سے ان کے قریب کھڑی ہوئی۔

"وعلیکم اسلام وعلیکم اسلام۔ بیٹھو ادھر! کھڑا ہونا۔" پہلی اجازت المیرا کو اور دوسرا حکم زاہد کو دیتے وہ اسے اپنے دائیں ہاتھ والی کرسی پر بٹھا چکے تھے۔ پہلے ناشتے سے گیا اور اب کرسی بھی ہاتھ سے گئی۔

"میری بیٹی نے ناشتہ کیا ہے؟" محبت سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔ المیرا نے گردن نفی میں جھکائی۔ زاروان کھنکیوں سے باپ کا نیا روپ دیکھ رہا تھا۔ اب کون سی نئی کھال اتارے گا یہ سانپ۔

www.novelsclubb.com

"کیا مطلب نہیں کیا......... رافیہ !" نام کی پکار پر وہ صحن کے دروازے سے اندر آئی۔ "میری بیٹی نے اب تک ناشتہ کیوں نہیں کیا۔ وہ تمہاری ملازمہ ہے جو کچن میں کام کرے۔" ادھیڑ عمر عورت حیران ہوتی تو کس کس بات پر۔ محسن کے اس محسن انداز پے، باپ بیٹی کے پیار پر یا پھر یہ کہ ناشتہ تو اس نے بھی اب تک نہیں کیا۔

"چلو کوئی بات نہیں رافیہ ابھی ناشتہ لے آئے گی تم آرام سے بیٹھو۔" سامنے رکھے انڈے پراٹھے سے نوالہ توڑتے انہوں نے جو مصنوعی محبت جتانی تھی وہ جتا چکے تھے۔ "میرے پاس اپنی بیٹی کے لیئے خوش خبری ہے۔" المیرا اب تک خاموش تھی جبکہ زاہد اور عقبی منظر سے غائب ہو چکے تھے۔ "تمہیں آگے پڑھنے کا شوق تھا نا۔" المیرا کی طرف چپ نہ ٹوٹی۔ (ایک پڑھائی ہی کا تو شوق نہیں تھا اسے۔) "میں نے تمہارے لیئے بندوبست کر لیا ہے۔ اب بس میری بیٹی پڑھے گی یہ گھر کے کام کاج تو رافیہ بھی کر سکتی ہے۔" چائے اٹھا کر کچن سے نکلتی عورت کے قدم وہی

www.novelsclubb.com

منجمد رہ گئے۔ سر پر جیسے چھت آ گری ہو۔ غیر شادی شدہ یتیم ہونے کا یہ مطلب تھوڑی تھا کہ دوسرے اسے اپنی جاگیر سمجھیں۔

"میرا ایک دوست ہے نعیم۔" (اب آیا نا اونٹ پہاڑ کے نیچے) زاروان نے دل ہی دل میں سوچا۔ "اس کی بیٹی چائنا جا رہی ہے ڈاکٹر بننے سکالرشپ پر۔" آخری لفظ پر وہ نوالہ چباتے ہنس پڑے۔ "فراڈیے نو لگدا ہے محسن حسین نال چوٹھ بولے دا تے او پکرے داوی نئی (فراڈیے کو لگتا ہے محسن حسین سے جھوٹ بولے گا تو وہ پکڑے گا بھی نہیں)۔" زاروان سامنے لگی سرکس شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔

"کوئی سکالرشپ نہیں ملی ہے اسکی بیٹی کو۔ اپنے پیسے پر باہر بھیج کر شو مار رہا ہے۔" انہوں نے پانی پیتے ہنکار بھری۔ "لیکن میں نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلیں اگر اسکی بیٹی باہر پڑھنے جائے گی تو اپنی عنایت کسی سے کم ہے۔" زاروان کی طرف جھکتے اپنے جواب کی ترویج چاہی جب احساس ہوا غلط اولاد سے پوچھ لیا۔ زاہد تھوڑی

www.novelsclubb.com
NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھا جو منمنا کر ہاں ابا جی بول دے۔ باپ کے فیصلے پر اسکی آنکھوں میں ڈھیر سارے خواب ٹمٹمائے۔ وہ یہاں سے چلی جائے گی۔ وہ یہاں سے آزاد ہو گی۔

"تو میں نے ایک فیصلہ کیا ہے (کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے) ہماری عنایت بھی باہر پڑھنے جائے گی تاکے میں کم از کم سر اٹھا کر جی تو سکوں۔"

"میاں باہر وہ پڑھنے جاتے ہیں جن کو علم حاصل کرنے کا کوئی شوق بھی ہو نا کہ تمہاری ناکارہ اولاد کی طرح جو ہر سال اگر ایک مضمون میں فیل ہونے کا ٹھپانہ لگوا لیں تو چین کی نیند نہیں آتی۔" نیرہ بی جواب تک خاموشی سے سب اپنے کمرے میں بیٹھے سن رہی تھیں جب رہا نہ گیا تو بیچ درود شریف کے ہی بول اٹھیں۔ المیرا نے ضبط سے اپنی مٹھی بھینچ لی (یہ بڈھی مرے گی میرے ہاتھوں)۔ زاروان اسے دیکھتے مذاق اڑانے کے سے انداز میں ہنسا۔

"تو کیا ہوا اگر فیل ہو گئی۔ باہر ملک جانے کے لیئے ذرائع چاہیئے ہیں اور آپ شاید بھول رہیں ہیں محسن حسین دے کردا چلھا لوگاں نو بیرون ملک بیجنز نال چلدا اے

(محسن حسین کے گھر کا چولھا لوگوں کو بیرون ملک بھیجنے سے ہی چلتا ہے۔)" خود بڑے دل موہ لینے والے انداز میں کہتے اسکا باپ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ المیرا جانتی تھی جب محسن مقابلے پر اترتا تھا تو اپنی اولاد کی بازی بھی لگا دیتا۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس مرتبہ اسے اس سودے پر کوئی اعتراض نہیں۔

★

یہ ایک نسبتاً روشن مگر بدبودار سا کمرہ تھا۔ وہی کائی اور کھارے پانی کے درمیان میں گھلی سیاہی کی بو اسکے حواس بوجھل کر رہی تھی۔ خدشہ تھا کے وہ ابھی یہیں نہ سو جائے۔ کرسی پر بیٹھے اسکے سامنے والی نسبتاً اونچی نشست خالی تھی جب ایک طرف لگے پردے ہٹے اور سیاہ اینٹوں والے کمرے میں وہی بے رنگ بالوں والی خاتون افسر نمودار ہوئی جس نے فاطر کی تفتیش کی تھی۔ گال کی ہڈیاں ناقص صحت کی وجہ سے نمایاں تھی اور رنگت نیلی سی ہو رہی تھی۔ اسے دیکھنے پر المیرا کو یوں لگا مصر کی قدیم ممیوں میں سے ایک اسے بطور عزت دینے اپنی آخری آرام گاہ سے

اٹھ کر آگئی ہو۔ گندمی چادر کو سختی سے شانوں پر لپیٹے وہ بیڑیوں میں جکڑی ملکہ کے سامنے والی کرسی پر پدارت ہوئی۔

''جو پوچھوں جتنا پوچھوں اتنا کہنا۔'' آواز بارعب نہیں تھی، آنکھیں تھکی سی تھیں۔ اپنی غائب دماغی کے بیچ بھی اسکی مشاہدہ کرنے والے جراثیم حاضر رہے۔ (ان کو سلانا المیرا کے لیئے ناممکن سا تھا)۔

''منصوبہ بندی کا آغاز کب ہوا؟'' ملزم کا چہرہ بجھا رہا۔ افسر نے کوشش جاری رکھی۔

''لبیائی حکومت نے تم سے کیا دعوے کیئے تھے؟'' ملزم کی چپ نہ ٹوٹی۔

''تمہارے کتنے ساتھی ہیں؟'' ملزم کا انداز ٹس سے مس نہ ہوا۔ ساتھی کا لفظ بھی اسکے دل کی دنیا کو دہلا نہ سکا۔ وہ تنہا تھی، ازل سے ابد تک تنہا ہی رہے گی۔

www.novelsclubb.com

”تمہاری خاموشی تمہارے لیئے نقصان دے ثابت ہو گی۔“ کھانستے ہوئے اس نے دو انگلیوں کا اشارہ کیا۔ پردے ہٹے اور دو سپاہی ہاتھوں میں کوڑے اٹھائے اندر کو آئے۔ اس آمد پر بھی المیرا بے حس بیٹھی رہی۔ زندہ دل عورت تو اوپر کہیں دربار میں ہی رہ گئی تھی یہ ہتھکڑیوں میں بیٹھا وجود اب بس بچتاوں کا پتلا تھا۔

”خادم کے علاوہ بھی آپ کے بڑے دشمن ہیں ملکہ۔“

”تو کیا وہ سب بھی مجھے مارنا چاہتے ہیں۔ کیا منصف آپ بھی کسی پر الزام لگا رہے ہیں؟“

”ثبوتوں کے بغیر ہم یہ اخذ نہیں کر سکتے۔“

”ہر گناہگار ثبوت کا حقدار نہیں۔“

بڑے بول آخر میں روای کی گردن کا اژدھا بنتے ہیں۔ قدرت آج المیرا کو اسی مقام پر لے آئی جہاں کبھی وہ دوسروں کو لا کر مضبوط محسوس کرتی تھی۔

"کچھ ہی عرصہ پہلے تمہارے خادم نے بھی سزا میں کوڑے کھائے تھے۔ وہ تو کچھ نہ بولا دیکھتے ہے تم کتنا گنگاتی ہو۔" آواز گھٹی گھٹی اور چہرے کا نیلا رنگ یک دم بڑھا جب وہ افسر یک لخت اٹھ کھڑی ہوئی۔ سانس لینے کی دقت نے اسے سینہ مسلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ دوہری ہو کر کھانستے وہ قمیض کے اوپری دو بٹن کھولنے لگی جب اندر آتے کماری نے اسکے ناتواں وجود کو سہارا دیا۔ ایک لمحے کو ملکہ اور سپاہی کی نگاہیں ٹکرائیں، دونوں ہی میں تاثرات کی کمی تھی۔

وہ کھانستی افسر تو باہر چلی گئی اب پیچھے المیرا کی سزا کا وقت تھا۔ انہیں دو سپاہیوں کی معیت میں چل کر آتے اسے پچھلی کال کوٹھڑی میں بند کیا گیا۔ گھٹنوں کے بل بھٹاتے اسکے چہرے کو کالے کپڑے سے ڈھکا تا کہ وار کا رخ دیکھ کر وہ خود کا دفاع نہ کر لے۔ کوشش غیر اہم تھی، وہ اپنی سزا کے حق میں نہ سہی تو مخالف بھی نہ تھی۔

"یہ سب ایک سراب ہے المیرا۔"...."میں اسے خوبصورت حقیقت کہوں گی۔"

کوڑا اٹھا اور پہلا وار سیدھا المیرا عنایت محسن کی کمر پر ہوا۔پہلے ہی وار نے اسکا توازن ہلا دیا اور وہ بازو کے رخ پر زمین سے جا ملی۔ یہ تو شروعات تھی۔ایک کے بعد ایک وار، سسکی تو کہیں کراہ، زخم تو کہیں سوجن۔وہ خود کو آگ سے بنا کہتی تھی آج اسے علم ہوا در حقیقت جہنم کیا ہے۔

★

پانچ سال قبل (المیرا کی گرفتاری)

وہ ملاقات کمرہ تھا۔ایک میز دو کرسیاں، پانی کا گلاس اور دیوار پر لگا کیمرہ۔دل تو کر رہا تھا اس فاطر کی گردن ہاتھوں میں لے کر چیخ دے۔کچھ دیر یونہی دل ہی دل میں قتل کے منصوبے بناتے گزر گئی جب ملاقات کمرہ کا دروازہ کھلا اور ایک کرخت چہرے اور گال پر موٹے تل والی افسر داخل ہوئی۔ڈیل ڈول اس کا المیرا سے دوگنا تھا جبکہ قد برابر۔

"میں بے قصور ہوں۔" المیرا پچھلے کئی سالوں سے ایک غیر قانونی کام کر رہی تھی مگر بر حال وہ اتنا سنگین جرم نہیں تھا۔ عورت نے اس کی فریاد ان سنی کرتے میز کے بیچوں بیچ ایک پلاسٹک بیگ اچھالا۔ المیرا کی آنکھیں چھوٹی ہوئیں۔

"یہ کیا ہے؟ میں کہہ تو رہی ہوں میں بے قصور۔" افسر نے زور سے میز پر ہاتھ مارتے اسکی بات کاٹی۔

"جتنا پوچھوں گی اتنا بولنا۔ دو لفظ آگے پیچھے ہوئے تو میرا ہاتھ ہوگا اور تمہاری گال۔" عربی میں دھمکی دیتے اس نے پلاسٹک بیگ المیرا کے چہرے کے سامنے لہرایا۔

www.novelsclubb.com

"سلیکا (silica) کو کیسے جانتی ہو؟" المیرا آنکھیں چھوٹی کیئے اس اویڈنس کی تھیلی میں موجود سلیکا جیل کی ننھی تھیلیاں دیکھنے لگیں۔ عموماً ویسی جو کپڑے جوتوں کے ڈبوں میں نمی کو جذب کرنے اور شے کی حفاظت کے لیئے رکھی جاتیں ہیں۔

(سلیکا شدید حرارت سے بھی نہ ٹوٹنے والے مادنیات کو کہتے ہیں جو عموماً زمین میں پایا جاتا ہے۔)

المیرا کی الجھن کسی صورت کم نہ ہوئی۔''یہ تھیلیاں تو میرے جوتوں کے ڈبے میں ہوتی ہیں انھیں میں پھینک۔''خاتوں انسپکٹر المیرا کو مارنے کی نیت سے آگے آئی جب وہ چیختے اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی کرسی کے پیچھے چھپ گئی۔

''دیکھو جب معاملات پیار سے تہہ ہو سکتے ہیں تو یہ ہاتھ وات کی کیا ضرورت۔''کرسی کے پیچھے سے وہ منمنائی۔

''سلیکا کو کیسے جانتی ہو؟ کب سے اس کے لیئے کام کر رہی ہو؟ کتنے لوگ تمہارے گاہک ہیں؟ ہم اچھے سے جانتے ہیں کے تمہاری یونورسٹی میں ڈرگز کی بیچ اور فروخت ایک لڑکی ہی کرتی ہے تو جھوٹ بولنے کی قطعی ضرورت نہیں۔''

''آہستہ! آہستہ!'' ہاتھ اٹھاتے قانون دان کو دھیرج رکھنے کا کہا۔ سامنے والی کی آنکھیں غضب سے چھوٹی ہوئیں۔ ''دیکھو مجھے صرف جوتوں میں بند سیلکا پیکٹ کا علم ہے۔''

''جھوٹ!'' انسپکٹر کی چیخ پر المیرا نے آنکھیں مینچ لیں۔ ''سیلکا ایک مطلوبہ مجرم ہے جو اٹلی اور مصر کے کرمنل گروہ کے تعلاقات کے لیئے کام کرتا ہے۔ پچھلے تین ماہ میں سے وہ کثیر تعداد میں ڈرگز سیلکا جیل کی تھیلیوں میں چھپا کر مختلف تعلیمی اداروں میں بیچ رہا ہے اور تم اسی کی خریدار اور گاہک ہو۔'' پاکستان سے آئی وہ اکیس سالہ لڑکی ہونقوں کی طرح اس افسر کا منہ دیکھ کر رہ گئ۔ وہ اس پر منشیات فروشی کا الزام لگاتی المیرا اسہہ جاتی وہ تو اس پر منشایت کے عادی ہونے کا ٹھپہ بھی لگا رہی تھی، یہ بہتان المیرا کیسے سہتی۔

''تمہیں واقعی میں ایک مجرم لگتی ہو۔'' خود کی طرف اشارہ کیا۔

''مجرم بھی اور نشئی بھی۔'' جذبات میں بہتے وہ کرسی کی اوٹ سے باہر نکلی۔

"میری شکل دیکھو۔ بھلا کس نشئی کی اتنی چمکتی دمکتی جلد اور روشن آنکھیں ہوتی ہیں۔" افسر کی برداشت کی بس ہوئی اور اس سے پہلے وہ المیرا کے بال پکڑتی بیس سالہ لڑکی نے مصلحت پسندی سے ہاتھ اٹھائے۔

"پہلی بات میں اپنے سلیکا جیل کے پیکٹ ہمیشہ پھینک دیتی ہوں، دوسری بات مجھے الزام کی بنا پر گرفتار کیا ہے اور تیسری اہم بات میں نے آج تک منشیات کی شکل تک نہیں دیکھی۔" المیرا کی جذباتی تقریر پر انسپکٹر نے ثبوت کا تھیلا اسکے چہرے پر اچھالا جب ملاقات کمرے کا دروازہ تھرتھراہٹ کے بعد وا ہوا۔ اندر آنے والے وردی میں ملبوس دبلتے پتلے لڑکے نے افسر کے کان میں سرگوشی کی۔ بات کیا تھی معلوم نہیں مگر تاثرات بتاتے تھے اسے سن کر مزہ نہیں آیا۔

وہ اس لڑکے کے ساتھ باہر چلی گئی اور کچھ دیر کے اندر المیرا کو حوالات واپس بھیج دیا گیا۔ زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا دبیر السازار اس کی ضمانت کروانے آ پہنچا۔ سلیکا

کون؟ کیا؟ اسے ان فضولیات سے غرض نہیں تھی۔ فلحال اسکے دل میں ایک ہی مرد کے نام کے گرد نفرت کی جنگاڑیاں جل جل کر پھوٹ رہی تھیں۔

”ہونز تو بجد افری فاطر اسلام (اب تم بچتے پھر و فاطر اسلام)۔“

★★★★

www.novelsclubb.com

www.novelsclubb.com

باب خادم

نگاہوں کے قدم مجھ پر ٹھہرے

تو دیکھے گا کس قدر بے بس ہوں میں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آج تاج پوشی کی شام تھی۔

اعتبار کے جنازے کا وقت تھا، دھوکہ فضاؤں میں تھا، خطرہ کندھوں پر جبکہ دل تہ خانے میں۔

اسی ہال میں جمع عورت مرد بچے بچیاں سب اپنے نئے حکمران کو خراج دینے کے لیئے جمع تھے۔ تعداد پہلے سے نصف، جوش دو ماہ قبل مانند۔(المیرا کو قید ہوئے پورے چوبیس گھنٹے گزر چکے تھے۔ فاطر اب تک اس سے ملنے جانے کی ہمت جمع نہیں کر پایا تھا۔)

گل جان نے اپنے آنکھوں سے ہم رنگ موتیوں کا نفیس لباس زیب تن کیا تھا، بالوں کو جوڑے میں بند کیئے موتیوں سے سجایا تھا اور کندھے سے پیچھے کی جانب جاتا ریشمی کامدار چغہ اسکی اٹھی چال کی زینت تھا۔ اس قدر بناؤ سنگھار کے باوجود بھی اس میں نہ ملکہ والی شان تھی اور نہ مالکوں والا رعب۔ سب کے چہرے افسردہ اور بیشتر کے تاثرات ناپسندیدہ تھے۔

قدم قدم چل کر آتی ملکہ تخت کے سامنے کھڑی ہوئی۔لبوں پر مسکان اور دل میں خوشیاں لیئے وہ اپنی رعایا کی طرف پلٹی۔چغہ سنبھالتے وہ نزاکت سے تخت پر بیٹھتے ہوئے بھی مسکرا رہی تھی۔

"لنگوڑ کے ہاتھ میں حور۔" فاطر کے پیچھے کھڑے کسی ملازم نے کہا۔ساتھ کھڑے کچھ لڑکے اس بات پر دبادبا سا ہنسنے لگے۔

فاطر اسلام ٹس سے مس نہ ہوا۔گل نے اسکے اندر ایک نئ نوعید کے دیئے کو جلایا تھا۔اسکی شمع کی روشنی میں فاطر اسلام اپنے اطراف کا جائزہ لینے لگا۔

عوام یقیناً گل کے ملکہ بننے پر ناخوش تھی۔تخت کے دوسری طرف بیٹھے رؤسا اور امراء میں سب کا حال نرالا تھا۔رسومات کے زیر اثر ماہ نگار گل جان کو سرخ مخملی چغہ پہنا رہی تھی۔ایک طرف شہزادی عبیل پہلے سے بھی زیادہ سج دھج کے ہاتھ میں تاج اٹھائے تھی۔ان سے کچھ ہی فاصلے پر ادوب تھی زندہ لاش کی مانند نظر جھکی چہرہ بجھا(فاطر کے سینے سے احساس جرم کا تیر آڑ پار ہوا)۔بغل میں کچھ وزرا اور

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اختتام صف پر ماہ کامل اور بہمن کھڑے دکھے۔ماہ کامل سینے پر ہاتھ باندھے پر سکون اور مطمئن ہونے کی اداکاری کر رہی تھی جبکہ بہمن کے چہرے پر واضح ہوائیاں اڑیں تھیں۔یقیناً بہمن کامل کے ارادوں سے واقف تھا۔

''انیسویں ملکہ ماہ کو تعظیم دی جائے۔'' نگار تاج پہنے گل کے سامنے سے ہٹ گئی۔کچھ ہی لوگوں کی بچی آبادی نے پھیکے نعرے لگائے جو اگلے ہی لمحے مدھم ہو گئے۔گل نے یوں ظاہر کیا جیسے پرواہ نہ ہو جبکہ بس فاطر اسلام اچھے سے جانتا تھا لوگوں کی پسند ناپسند کا سب سے زیادہ اسی عورت کو خیال ہوتا ہے۔

★

www.novelsclubb.com

نئی حکومت کی آمد جشن کا بہانہ ساتھ لے آئی۔کافی دنوں بعد ماہِ ملکہ کے چھولوں میں کھانا کثیر تعداد میں بنایا گیا۔لوگوں کا خوش ہونا فطری تھا۔مگر فاطر نے ایک محسوس کیا وہ خوشی بجھی بجھی سی تھی۔ابتدائی دنوں میں عوام بے انتہا پر جوش تھی نسبتاً اب کہ جہاں آدھی سی زیادہ آبادی مرض کا شکار بن چکی تھی۔پیچھے بچ جانے

بقیا کی صحت خطرے میں تھی۔خود فاطر کو بھی سستی اب حد سے زیادہ محسوس ہوتی جس پر اس نے یہ توجیہہ اخد کی۔"ایک ہی جگہ بند رہنا پھر نہ کھلی فضا ملنا، نہ سورج اور نہ ہی مکمل غذا نے یقیناً ہم سب کو بے حال کر دیا ہے، اگر یونہی جاری رہا تو ہم زندگی گزارنے کے وسائل کی کمی سے ہی مر جائیں گیں۔"

وہ اپنا غم دوسروں سے نہیں بانٹتا تھا مگر اپنی تئیس سالہ زندگی میں پہلی مرتبہ اس نے شدت سے خواہش کی کہ کاش قدرت نے اسکے حصہ میں بھی کوئی سننے والا لکھا ہوتا۔

گودام میں موجود آخری آلو کی بوری میں سے سبزی چنتے اسکی گول لٹ ماتھے پر جھول رہی تھی۔ چہرے پر ہمہ وقت کی بیزاری اب سناٹے نے لے لی۔ ساتھ کام کرتے نجف وقتاً فوقتاً صبح سے اسکا ہر انداز پڑھ رہا تھا جب رہا نہ گیا تو کہہ اٹھا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔" فاطر نے کام کے دوران پلٹ کر دیکھا۔

"کافی خاموش سے ہو آج ورنہ تم تو ماہِ ملکہ کو صبح شام کوستے رہتے تھے۔" فاطر کو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

احساس ہوا وہ واقعی کل سے صم بکم بنا گوم رہا تھا ورنہ عموماً کام کے دوران اپنی بھڑاس نکال کر سب کے کان کھانا وہ اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہے۔

بنا جواب دیئے وہ آلو اٹھا کر باہر نکل گیا۔ یہ عمل نجف کے لیئے زیادہ تشویش ناک تھا۔ ”لگتا ہے تم بدلاؤ کو جلدی ہضم نہیں کر پاتے۔“ فاطر اب سبزی دھونے میں مصروف ہو گیا۔ اسکے گرد کام کرتے افراد کی تعداد دن بادن کم ہو رہی تھی۔ کچھ ہی دور ذبیح اللہ اور اسکے ساتھ ایک لڑکی کھڑے ہدایات دے رہے تھے۔ ”یہ طاقت کا شربت ہے، حکیم غمار نے بھیجا ہے کے کھانے میں ملا کر پکاؤ۔“ سننے والے لڑکے نے سر ہلاتے ذبیح اللہ سے شیشی تھام لی۔

”یہاں یہی ہوتا ہے خادم۔ ملکہ آتی ہے۔ ملکہ جاتی ہے۔“ دوسری طرف نجف کے کہنے پر بنا جواب بس ایک سانس نکالی اور کام جاری رکھا۔ وہ فاطر کی اندرونی کیفیت کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا اور افسوس کے ساتھ بری طرح ناکام ہوا۔ نجف نے بازو کے کف موڑتے عینک درست کی۔

www.novelsclubb.com

"یہ لالچ کا کھیل ہے خادم یہاں سب عیاش پرست کچھ لوگوں کا استعمال کرنا چاہتے ہیں۔" فاطر ہمیشہ سے ہی اپنے حال سے انکاری تھا جبکہ نجف اپنے حال پر سمجھوتہ کر چکا تھا۔ "میرا اندازہ ہے آٹھارویں ملکہ ماہ پر جھوٹا الزام لگا ہے۔" اور یہ وہ بات تھی جس نے فاطر اسلام کو تیر کی طرح سیدھا بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔ سارے کام کاج پس منظر میں چلے گئے۔ پانی میں رکھے ہاتھ نکالے بنا خوف زدہ حیرت لیئے سر اٹھایا۔

"کہیں وہ الزام تم نے لگایا ہے؟" صاف سبزی الگ کرتے فربہ مرد نے عینک کے اوپر سے دیکھا۔ اپنی چوری پکڑی جانے پر گردن میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ آنکھوں کا مجرمانہ پن کچھ کم ہوا تو نظریں چرالیں۔ وہ صرف مفروضے لگا رہا ہے فاطر، تمہارا راز.... راز ہی ہے۔

"تم یہ دعوہ کیسے کر سکتے ہو؟" نجف نے ہونٹوں کا کونا موڑتے یوں دیکھا جیسے یہ تو اتنی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

www.novelsclubb.com

"تاریخ کی کتابوں میں ملکہ کی بغاوات کا ذکر ہے۔ بیشتر کو یوں ہی ان کے خادمین نے جھوٹے الزام کی سزا میں جلاوطن کروایا ہے۔اور جن کی سزا جلاوطنی نہیں بنی ان کے مقدر میں موت آئی۔" نجف کا ہر لفظ اسکے چہرے پر سیاہی ملتا گیا۔ چہرہ جھکاتے مشقت کرتے ہاتھوں کو دیکھا۔ آنکھیں پتھی کی پتھی رہ گئیں اور زندگی کا کوئی راستہ نہیں دکھا۔ کیا وہ کسی کھیل کا حصہ بن کر رہ گیا ہے؟

"اگر میرا اندازہ درست ہے تو کہیں تمہیں بھی کسی نے فرار کی لالچ تو نہیں دی؟"

"مجھے کوئی کیوں لالچ دے گا؟ بھلا میں نے کیا کر دیا؟ ہر انسان اپنے اعمال کی سزا بھگتا ہے۔" ہکلاتے ہوئے اسکے ہاتھ پانی میں تیز تیز چلنے لگے۔ بے اختیار بہت سی چھینٹیں اسکا دامن بھگو گئیں۔

"روایات کے مطابق تقریباً ہر بار خادم کو ماہِ ملکہ سے فرار ہونے کی لالچ یا اسکے آزادی کے خواب دکھا کر باغی بنایا جاتا ہے۔" ادھیڑ عمر مرد کافی سمجھدار تھا۔

”ہر بار ماضی دہرایا جائے یہ ضروری تو نہیں؟“کمزور سی دلیل جیسے نجف کے بجائے خود کو کہا۔اسکا دل اندیشوں کے پل پر دھڑک رہا تھا۔

”ہاں، ضروری تو نہیں لیکن اگر ایسا کچھ ہوا ہے تو کیا ملکہ کی بہنوں میں سے تو کسی نے تمہیں نہیں ورغلایا؟“ نجف نے تشویشی انداز میں ساتھ بیٹھے مرد کو دیکھا۔ فاطر اسلام پتھر کا بت بن گیا۔ٹھنڈے پانی کی تاثیر تھی یا اس کے گناہوں کی وہ تھر تھر کانپنے لگا۔

”تم اتنے اعتماد سے کیسے کہہ سکتے ہو؟“خود کا دفاع کرنے کے بجائے اس نے سوال کرنا مناسب سمجھا۔نجف نے کندھے اچکائیں۔

”میں نہیں ماضی وثوق سے کہتا ہے۔واقعات جب بار بار دہرائیں جائیں خادم تو وہ عمل قدرت کے نظام سے باہر نکل کر انسانی منصوبہ بندی کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ “اسکا جملہ تیر کی طرف فاطر کو لگا۔خود تو وہ بند گوبی کے کترے کرنے لگا مگر ساتھ بیٹھا مرد دھیرے سے سیدھا ہوتا گیا۔ہاتھ ٹھنڈے پانی سے نکالتے اس کا ذہن

بیداری کی راہ پر تھا۔مایوسی کی وہ کیفیت جو اس پر تاری تھی یک دم اس میں امید کی لو چمکنے لگی۔بس اسی چمک کو تھام کر اسے راستہ دیکھنا اور دکھانا تھا۔

"میں آیا!" بنا وضاحت دیئے وہ بجلی کی تیزی سے اٹھتے باورچی خانے سے باہر کی طرف بھاگا۔ پیچھے کٹی بند گوبی کو ایک طرف رکھتے نجف زیرِ لب مسکرایا۔مریض کو اسکی دوا جو تھمادی تھی۔

دوسری طرف فاطر اسلام بے لگام قلعہ میں بھاگ رہا تھا۔ گردنیں پلٹ کر اسکی ہنگامی کیفیت کو دیکھتے سوال گڑھ رہیں تھیں مگر فلوقت وہ اپنی دوا کے زیرِ اثر تھا۔

فاطر اسلام کے لیے ماہِ ملکہ کی پہیلیاں سلجھنے لگی تھیں۔

انیسویں ملکہ ماہ کی تاج پوشی کی وجہ سے تہہ خانے کے قریب آتے کسی نے اسے نہیں روکا۔شاید وہ بھی جان گئے تھے کہ یہ اگلی ملکہ کا خاص ملازم ہو گا۔لمبے بھاری ڈگ بھرتا وہ تہہ خانے کی سیڑھیاں اترتا سیدھا دائیں رخ کو مڑا۔اسکے قدم عجلت

آمیز تھے۔ دوراہی راستوں کے وسط میں رکتے وہ بائیں طرف سیڑھیوں پر چلتا نیچے پہنچا۔ تمام قیدی اپنی جگاہوں پر موجود تھے۔ اسے قدرے حیرت ہوئی جب اپنا شناسا چہرہ نہ دکھا۔ قدموں کی روانگی مدھم پڑی اور بھونیں الجھ کر قریب آئیں۔

"اگر وہ یہاں نہیں تو کہیں......" راہداری کے اختتام پر بنے دروازے کی طرف بڑھتے اس نے کھولنے کی نیت سے جب ہاتھ بڑھایا تو سامنے لگا تالہ اسے منہ چڑھانے لگا۔ وہ کچھ مزید الجھا۔ یہاں نہیں تو کہاں تھی المیرا؟

"عیبک آکر ان کو لے گیا ہے۔" آواز پر کندھے کے پار دیکھا۔ اندھیرے میں مدہوش حالت میں لیٹے قیدی نے کہا۔

"کس کو؟" وہ سلاخوں کے قریب آیا۔

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"وہی..... جنہوں نے اپنی مرضی سے یہ جگہ چھوڑنی چاہی۔" مرد ہاتھوں کو بلند کیئے نجانے کس سرور میں بولا۔ فاطر کے چہرے پر سایہ سا گزرا۔ جمین کے ماں باپ بغیر ملکہ کی اجازت آگے پیچھے کیسے ہو سکتے تھے؟

"مگر کیوں؟ کس کی اجازت سے۔" سخت گیر لہجے میں اس نے سلاخوں کو جکڑا۔

"ہمیں یہاں کب کچھ بتا کر ہوتا ہے۔" وہ آدمی بے بسی سے ہنسا۔ حالت دیکھ کر لگتا تھا ہنسنا بھی اسکے لیئے دشوار ہے۔ بغیر آستین کی قمیض جس سے نکلتے بازوں پر ماس برائے نام تھا۔ جب لب ہلاتا تو پانی کی قلت ان کے بے رنگ ہونے سے واضح ہو جاتی۔ وہ جو المیرا کو ڈھونڈنے آیا تھا ایک اور ناسور سینے میں بسا لیا۔

"ماہِ ملکہ میں آنا تمہارا اپنا فیصلہ تھا مگر یہاں سے جانا...... وہ اِن کا کیا فیصلہ ہو گا۔"

یہ الفاظ اسکا پیچھا چھوڑتے ہی نہیں تھے۔ کہیں مل جائے اسے وہ بوڑھا ہاتھ پکڑ کر معافی مانگے گا کہ اپنے الفاظ واپس رکھ لے اور مجھے میرا چین لوٹا دے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہاری ہوئی چال سمیت وہ واپس سیڑھیوں کی طرف آیا۔ دل ناامید نہیں تھا البتہ جوش مانند ہو گیا۔ اگر المیرا یہاں نہیں تو کہاں ہے؟

چلتے چلتے وہ تہ خانے کے داخلے پر آچکا تھا جب نجانے کس سوچ کے تحت اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ ہاتھوں پر پسینہ جمنے لگا جب خیال آیا کیا معلوم المیرا بائیں طرف ہو۔ اور اگر وہ نہیں بھی ہے تو آخر وہاں کیا ہے۔ تجسس کے ہاتھوں مجبور اور دل میں ایک امید کے ساتھ وہ ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھاتا بائیں طرف کی راہداری میں غائب ہو گیا۔ مگر وہ تو شروع ہوتے ہی ختم ہو گئی۔ چار قدم دور اینٹوں کی دیوار اور اسکے ایک طرف مڑتی مختصر سی راہداری۔ کیا آگے بڑھ جائے یا پلٹ جائے۔

''خادم خاص۔'' ابھی تو پاؤں فضا میں اٹھا ہی تھا جب پیچھے سے آئی آواز پر وہ بے اختیار گھبرا گیا۔ مڑنے پر سامنے کماری ہاتھوں میں ایک تھال اٹھائے کھڑی ملی۔ تاثرات کے خالی پن سے لگتا تھا وہ اب تک خاموش کھڑی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

”میں سابقہ ملکہ سے ملنا چاہتا تھا۔“ لہجے میں خالص فاطر اسلام کی بدمزاجی گھولنے کی ناکام کوشش کی۔

”کیوں؟“ عورت سپہ سالار کے بال سنہری جالی دار ٹوپی سے ڈھکے تھے۔ وہ قد میں فاطر جتنی جبکہ کاٹھ میں اس سے دگنی تھی۔

”موجودہ مہرانی کا پیغام لے کر آیا ہوں۔“ کچھ دیر کماری اسے دیکھتی رہی۔ یوں جیسے فیصلے کی منتظر ہو۔ فاطر اسلام کو سمجھ نہ آیا بات دہرائے یا بھاگ جائے۔

”میرے ساتھ چلیں۔“ کہتے ساتھ وہ اس مختصر راستے کی جانب گئی جس کے سامنے ایک بوسیدہ لکڑی کا دروازہ تھا۔ باآسانی دروازہ کھولتے اس نے ایک طرف رکھی جلتی مشعل اٹھائی اور گول چکر دار زینے تہہ کرتی نیچے چلنے لگی۔ فاطر نے چوں چاں نہ کی۔

جوں جوں مشعل کی روشنی آگے جاتی راستہ منور ہو جاتا۔یہاں تک کے ایک سیلن زدہ بدبودار سی دیوار کو پار کرنے کے بعد فاطر کو فاصلے پر بنا ایک سلاخ دار دروازہ نظر آیا۔اندر کا منظر اندھیر تھا۔اور وہ جیل بے انتہا فاصلہ پر تھی۔ایسا کیا سنگین جرم کے اتنی خوفیہ جگہ پر چھپایا جائے۔

”ملکہ کو سب معاف ہے بس ایک بغاوت نہیں۔“

کامل کی بات یاد آئی تو ندامت دوبارہ سے ہونے لگی۔کماری خاموشی سے آگے چلنے لگی۔ہر اٹھتا قدم کسی پل صراط پر چلنے سے کم نہ تھا۔دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے اسے شانت کرنا چاہا جب سپہ سالار نے آگے بڑھ کر جیل کی سلاخوں پر دستک دی۔ ”کپڑے لے لو۔“فاطر نے کانپتے ہاتھ پشت پر باندھ لیئے وہ المیرا کے سامنے کمزور نہیں دکھ سکتا تھا۔کماری نے مشعل سلاخوں کے سامنے کی۔روشنی اسکی برائے نام تھی مگر مکمل اندھیرے سے پھر بھی بہتر۔ذرا سی مہلت کے بعد ایک طرف کے

اندھیرے میں سے ہلچل کی آواز آئی۔فاطر اسلام زیر لب گنتی پڑھتے خود کو بکھرنے سے سنبھالے تھا۔

مشعل کی روشنی میں اسے ایک سفید ہاتھ زمین پر آگے آتے دکھا۔گنتی کرتی زبان بے اختیار دانتوں تلے آئی تو وہ کراہ کر جھکا تبھی وہ نظر آئی۔سیاہ عام لباس میں بے دل سی۔فاطر اسلام پہلی نظر میں بکھر گیا۔نہ اٹھ سکا،نہ پلٹ سکا بس وہیں کہیں ڈھے گیا۔اب مرنا،دور جانا یا آگے بڑھنا سب ناممکن تھا۔

چہرہ تو المیرا کا ہی تھا مگر وہ انداز،وہ ادا،وہ شوخی یہ سب کسی اور کی تھی۔یہ وہ عورت نہیں جس کا وہ مجرم ہے،یہ تو اسکے جرم کا سانس لیتا وجود تھا۔

چہرے پر جابجا نیل،انگلیاں ریت سے اٹھی ہوئیں گردن پر پسینہ۔یہ سب اسکی بے وقوفی کا نتیجہ تھا۔تھال میں رکھے کپڑے اٹھاتے المیرا اندھیرے میں غائب ہوگئی۔نہ کوئی طعنہ،نہ ہی شرارت،نہ نخرہ اور نہ ہی فاطر اسلام کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑنا۔

دیکھنا تو دور اس نے اسکی موجودگی پر ردِ عمل بھی نہیں دیا۔ ندامت کے بجائے اسے کچھ انجان سا احساس ہوا۔ جیسے دل کے ہوئے دو ٹکڑوں کو کسی کے بے اعتنا قدم روند کر آگے بڑھ گئے ہوں۔

"کیا تم ہمیں اکیلا چھوڑ سکتی ہو۔" کماری کے پیچھے سے ایک عاجزانہ فریاد آئی۔ سپاہی ٹس سے مس نہ ہوئی جیسے جواب الہامی ہو گا۔ فاطر نے بات دہرانے کے لیئے لب جدا کیئے جب وہ مشعل اسے تھماتے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔ اس میں کماری کے رویہ پر غور کرنے کی سکت نہیں تھی۔

المیرا اس مختصر روشنی کے راستے میں نہ آئی۔ شمع اور چمک سے محبت کرنے والی لڑکی نے فاطر کی وجہ سے خود کو اندھیروں اور سیاہی میں دکھیل لیا۔ شرمندگی ہر نئے انکشاف پر گہری ہو جاتی۔ فاطر نے ہاتھ آگے بڑھایا تب بھی وہ جس اندھیرے کونے میں چھپی تھی وہ سیاہی میں ہی ڈوبا رہا۔ یوں کے فاطر اسلام جتنا مرضی جھکتا وہ

اسے دیکھ نہ پاتا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ اسکے زخموں کی نوعیت جانچنا چاہتا تھا۔ کیا کسی نے اسکی مرہم پٹی بھی کی تھی؟

وہاں کھڑے وہ جملوں کو ہر طرح سے ترتیب دیتا رہا مگر کوئی بھی تشکیل موزوں نہ تھی۔ گلہ کھنکاریوں جیسے کہنا ہو "میں یہاں موجود ہوں"۔ آواز باہر نکلنے سے پہلے ہی لب بند کر لیئے۔ اب کے اسے قدرے الجھن ہوئی۔ ظاہر ہے اپنی غلطی ماننا آسان تھوڑی تھا۔ مگر اس مرتبہ اسے غصہ خود پر آیا کہ آخر اسے نظرانداز ہونا اس قدر ناگوار کیوں گزر رہا ہے۔ ظاہر ہے وہ اسی سرد مہری کا حقدار تھا۔ ذہن رضامند تھا مگر یہ دل..... یہ کیوں جل سا رہا تھا؟ گہرا سانس لیتے اس نے ماتھا سلاخوں سے لگا دیا۔

"کس نے کیا ہے یہ؟" وہ پہلا جملہ جو زخمی قیدی فاطر اسلام سے ملنے پر المیرا نے کہا تھا۔ آزاد فاطر اسلام بھی یہی کہنا چاہتا تھا مگر نجانے کس خیال کے تحت وہ پکار بیٹھا۔

”ملکہ ؟“آس، عقیدت، ندامت، بے چینی مگر سب سے بڑھ کرادب کا جذبہ فاطر اسلام کے لہجے میں جھلکتا تھا۔ جلتی لکڑی کی آواز، شرمندہ دھڑکنیں اور کمرے کی تاریکی میں وہ المیرا کی آواز کا منتظر تھا۔ سلاخوں سے ماتھا جوڑے اس نے آنکھیں بند کرلیں۔اس کا انتظار ہجر بن کر لوٹا۔المیرا عنایت محسن کی جانب سے کوئی جواب نہ آیا۔(اس عورت کے زبان سے الفاظ ادا بعد میں ہوتے ہیں فاطر کے کانوں میں سیسہ پہلے گھل جاتا ہے۔)قسمت آج اسکو اس حد پر لے آئی جہاں الفاظ تو کیا وہ اس عورت کی آواز سننے کے لیئے بھی ہر بازی ہارنے کو تیار تھا۔ گہرا سانس اندر لیتے الفاظ سمیت سانس بھی لبوں سے وا کی۔

www.novelsclubb.com

”تم سو تو نہیں رہی ؟“کوئی جواب نہ ملا۔

”گل ملکہ بن چکی ہے۔“دوبارہ سے ناکام کوشش۔

"میں شرمندہ ہوں۔" ہوائیں، مشعل، قدرت سب ساکن ہو گئیں۔ فاطر کو جو ڈھارس تھی کے معافی پر سامنے والی ضرور کوئی ردِ عمل دے گی وہ بھی ناکام ہو گئی۔ قبولیت کا مرحلہ بھی یک طرفہ رہا۔

خشک لبوں کو تر کرتے اسکی گرفت سلاخوں پر ڈھیلی ہوئی۔ حلق میں گلٹی سے ابھر کر معدوم ہوئی جو مایوس سماعت کی بے صبری میں سنائی دی۔ آسودگی سے مسکراتے اسکی کھلتی آنکھوں میں اذیت تھی۔

"معافی ملے گی؟" حکم سنانے والا التجا پر اتر آیا۔ یہ اسکا پچھتاوا تھا یا بے چینی یا کچھ اور۔ آخری سوچ پر دل اتنی شدت سے دھڑکا کہ نفرت کے تابوت کی بنیادیں دہل گئیں۔ آنکھوں کے گوشے خوف سے سرخی میں دوڑنے لگے، حساسیات ایک نکتہ پر مرکوز اور قدم دھڑکن سمیت تھم گئے۔ اندھیری کوٹھڑی میں دیکھتے ڈھیر سا تھوک نگلا۔ بے بسی، تفکر، فریاد یا احساس جرم اگر یہ سب ہوتے تو باوجود غلطی

ماننے کے کیوں رگوں میں گردش کرتا خون کاٹ رہا تھا۔بے جان ہاتھوں کو اٹھاتے اس نے ایک آخری مرتبہ زنگ آلود لوہے پر رکھا۔

”میں ماضی میں اتنا بہادر نہیں تھا ملکہ کہ اپنا کیا ظلم تسلیم کرلیتا مگر اس مرتبہ میں سب کے سامنے تمہیں سر اٹھا کر جینے کی ہمت دونگا۔یہ میرا وعدہ نہیں مقصد ہے۔“اس مرتبہ اس نے جواب کی جستجو میں گھڑیاں نہیں گنی۔وہ جواب کا متمنی تھا بھی نہیں۔یہ تنہا جنگ تھی جس میں ساتھی اسکی سوچ اور ہتھیار اسکی زبان تھی۔ کسی بدی میں ڈوبے انسان کے مقام تک آتے وہ اپنے اصول جو بھول گی تھا۔قدم سیڑھیوں کی طرف بڑھائے اور رکے بنا دور چلتے گئے۔وہ ہر وقت المیرا کو خاموش ہونے کی نصیحت کرتا تھا، آج وہ جب حقیقتاً خاموش ہوگئی تو فاطر اسلام کی دنیا خاموش ہوگئی۔

★

www.novelsclubb.com

اس شام المیرا سے مل کر آنے کے بعد نجانے اسکے قلم میں ایسی کیا عجلت آئی کے وہ صبح کی پہلی کرن پھوٹنے تک جاگ کر بس لکھتا رہا۔ خالی قہوے کی پیالوں کا ایک مینار اسکی جلتی موم بتی کے قریب بنا تھا۔ گلاسوں سے ٹکراتی روشنی واپس آکر کتاب کے سیاہ صفحوں پر بکھر جاتی جہاں ایک جھکے سر کی گول لٹ کاغذ سے کچھ ہی فاصلے پر تھی۔ اسکے ہاتھوں میں تیزی تھی اور ماتھے پر پسینہ، آنکھوں میں پختگی تھی جبکہ یقین پر عزم۔ گودام میں موجود ایک جھکی میز پر کتاب رکھے فاطر اسلام نے اپنے دل سے لکھے الفاظ قلم بند کیئے۔

"آپ کو دل میں اترنے سے اتنا خوف کیوں آتا ہے؟"

"مجھے امید باندھ لینا ڈراتا ہے۔" خود ہی ذہن میں سپنا کے سوال کا جواب دیا۔ وہ سب جملے جن پر اس نے ماضی پر بند باندھا تھا۔

"تو پھر تو دوسری وجہ یہی بچتی ہے کے وہ شخص اپنے کام سے خود ہی متاثر نہیں۔ کیا آپ اپنے آرٹ پر مطمئن نہیں؟"

www.novelsclubb.com

"میں مطمئن ہو کر اپنے حال سے لاپرواہ نہیں ہونا چاہتا۔" اگلا صفحہ پلٹا الفاظ تھے کے اس سے ایک پل کے لیئے بھی نہیں بچھڑے۔

"آپکے الفاظ آپکے وجود کا حصہ ہیں مسٹر اسلام۔"

"صحیح کہہ رہی ہو۔" آخری مصرع لکھتے اس کے ہاتھ سے قلم چھوٹا دھیرے سے میز پر جا لگا۔ "میں جھوٹ نہیں لکھ سکتا تھا تبھی لفظوں سے کبھی دوستی نہیں ہو پائی۔ آج جو لکھا ہے سچ کی سیاہی سے منور ہے پھر کیسے ممکن تھا کے الفاظ میرا ساتھ نہ دیتے۔" موم بتی کی جلتی شمع میں سنہرے کاغذ پر لکھے سیاہ الفاظ کمرے کی ہر شے کو پسِ منظر بنا گئے۔ خود اسے اپنا وجود بھی بے معنی سا لگا۔ کتاب کا پہلا صفحہ کھولا اور کاغذ کی سلوٹیں درست کرتے اس نے ابتدائی شعر پڑھیں۔

وہ جو خواہشات کے بوجھ تلے دبی ہے وہ جو اُن کا بوجھ بھی دوسروں پر ڈالی ہے

وہ جس کا دامن وفا سے خالی ہے دل اس کا بھی احساس سے عاری ہے

ملکہ، وہ جو روز نیا سوال کرتی ہے وہ جوان سوالوں کو جواب بھی دوسروں سے مانگتی ہے

بار بار پڑھنے کے باوجود بھی وہ اپنی لکھائی کے پسِ منظر کو نہ سمجھ سکا۔ آخر کیوں لکھے تھے یہ الفاظ؟ کیا مطلب تھا ان کا؟ قلم کو سیاہی میں ڈوبتے اس نے ہاتھ سے اسے کچھ جھٹکے دیئے اور پھر اسکے کاغذ کے قریب لایا۔ ہر نظم کا کوئی نام ہوتا ہے۔ بے نام چیزوں کے آگے ہمیشہ سوالیہ نشان رہ جاتے ہیں۔ لبوں کو سختی سے ملاتے اس نے انگلیوں میں قلم گھمایا۔ بارہا کوشش کے باوجود بھی ذہن نئی سلیٹ کی مانند خالی رہا۔ تھک کر سانس نکالتے اس نے گردن پیچھے پھینک دی۔ بھری ہوئی دھاڑی پر ہاتھ پھیرتے اب ایک نئی کشمکش اسکے ہاتھ میں تھی۔ زندگی میں مصائب کم تھے جو ایک عدد کا اضافہ مزید ہو گیا۔

★★★★

باب منصف

اس نے شاید ہی کبھی اپنی پچیس سالہ زندگی میں اس قدر صاف اور نفیس لباس پہنا ہوگا۔ سفید ریشمی جلابیہ میں اسکی کمزور قد قامت اگر سلیقہ مند دکھتی تھی تو موجودگی اتنی ہی چھوٹی تھی۔ البتہ بیڑیاں اسکے غلامی کا اعلان کرنے کو کافی تھیں۔ اپنے اس شروع ہونے سے پہلے ختم ہو جانے والی منصف گاہ سے نکل کر وہ ایک نسبتاً ہوادار اور اچھے کمرے میں منتقل ہو گیا۔ یہ رحمتیں اس پر گل کے احکام کی عنایات تھی۔

ملکہ کی تاج پوشی کے بعد یہ گل جان کی کابینہ سے پہلی ملاقات تھی۔ اپنے تخت پر براجمان اسکے دائیں اور بائیں وزرا آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ ایسے میں ایک کرسی پر دبیر السازار جبراً بیٹھا ہتھکڑیاں پہنے ہوئے تھا۔ بھلا وہ کہاں تک ہی جا سکتا ہے۔

"طبّی امداد کی کوششوں اور نتائج کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے اپنے دو قابل اعتماد ملازمین شہزادی عبیل اور شاہی منصف کے ساتھ مشورہ کیا ہے اور بلا آخر اس تاج کی بنیادی فرائض کو مدِ نظر رکھتے میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ.... سب سے پہلے

چھ بیمار افراد کو گائے کا کے ساتھ آزمایا جائے گا اگر وہ مثبت نتائج دکھاتے ہیں تو ہم یہ برائے عام کرے گیں۔اس سلسلہ میں غمار سے چاہوں گی وہ ایسے چھ لوگوں کے نام بتائیں جو موت کے دہانے پر ہوں۔" بات کو طول دینا کوئی گل سے سیکھے۔ غمار کھنکارتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھتے آگے آئی جبکہ دبیر وہاں بیٹھے یہ سوچ رہا تھا کہ وہ مشیر کب بنا اور یہ معاملہ کب تہہ ہوا۔

"آپ کے احکام سر اول ملکہ مگر یہ گائے کا صرف مرض کو بڑھنے سے روک سکا ہے بیمار کو شفا نہیں دے سکتا۔"

"تبھی تو ان چھ افراد کو جانچا جائے گا۔اگر مرض رک گیا تو انہیں زندگی سے کچھ سانسوں کی مہلت مل جائے گی۔" گل کے فیصلہ پر سب خاموش رہے البتہ کامل زیرِلب مسکرا کر رہ گئی۔ تبھی دبیر کی نظر وزرا کے پیچھے کھڑے فاطر اسلام پر ٹھہری۔آنکھوں کی سرخی شب خوابی کی علامت تھی۔

”علاوہ ازیں بحثیتِ ملکہ میں ایک اور اہم نیتجے پر پہنچی ہوں۔“ستاروں سے چمکتے لباس میں بھی وہ دبیر السازار کو پہلے کی طرح متاثر نہیں کر سکی۔”ہم اپنے کچھ اہم ساتھیوں کو لیبیائی حکومت سے مذاکرات کرنے بھیجیں گیں۔جب معملات باہمی اتفاق اور بات چیت سے تہہ کیئے جا سکتے ہیں تو پھر تلوار اٹھانے کی کیا ضرورت۔)کئی چہرے دم سادھے اسے سن رہے تھے جب نیلی آنکھیں مصنوعی تکبر کی مضبوطی لیئے سیدھ میں دیکھنے لگیں) جنگ کا اعلان منسوخ کیا جاتا ہے۔“ماہِ نگار نے گردن پوری گھما کار گل کو دیکھا۔ساتھ بیٹھی ماہِ کامل بڑی بہن کی بے چینی پر محظوظ ہوئی۔

www.novelsclubb.com

”جان کی امان چاہتی ہوں۔ مگر ملکہ یہ ناممکن ہیں۔ وہ ہمارے دشمن ہیں اور دشمنوں کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر اقوال نہیں تہہ کیئے جاتے۔“نگار تخت کے سامنے بچھے قالین کے سامنے آرکی۔گل جان نے اسے بیزاری سے دیکھا۔

"تاج نے مجھے منتخب کیا ہے۔ میں بہتر جانتی ہوں کون سا راستہ بھلائی کی طرف جاتا ہے اور کس راستے کی منزل تباہی ہے۔" نگار نے کہنے کو لب وا کیئے جب کمرے میں کسی کی ہنسی کی آواز گونجی۔ تمام نگاہیں کامل پر ٹھہر گئیں جو منہ پر ایک داستانے والا ہاتھ رکھے کھی کھی کر رہی تھی۔

گل جان کا دل لمحے بھر کو خوف زدہ ہوا۔ "دربار میں بیٹھ کر بافضول ہنسنے کا مطلب جانتی ہیں مہرانی کامل؟" کامل نے ہنسی کا گلہ گھونٹتے گل کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ نظر ملا کر ہی تباہ کر دیتی تھی۔ گل نے غیر ہوتی حالت سے سوچا۔

"بافصول تو نہیں البتہ بروقت ہنسی ہوں۔ حیرت ہے کسی اور ملک کے ذرا اور زمین پر پلتے آپ دشمن سے اپنی ملکیت ہتھیانے کے بجائے فریاد کریں گیں۔" اس وقت ملکہ ماہ کو لگا جیسے وہاں موجود تمام اس پر ہنس رہے ہوں۔ کامل اور بھمن تو البتہ سرعام مسکرا رہے تھے۔

''فریاد اور مذاکرات میں کافی فرق ہے رانی ماہِ کامل۔ کاش آپ نے بھی کچھ مذاکرات نبھا لیئے ہوتے تو آج اس تاج کو دیکھتے ٹھنڈی آہیں نہ بڑھ رہی ہوتیں۔'' ماہِ کامل کے ہونٹ نیچے کو مڑے۔ اپنی بات کر کے وہ مجمع میں ایک طوفان ہی تو لا چکی تھی۔ کیا اب مہمان اپنے میزبان کی گردن کو آئیں گیں؟ وہاں بیٹھے وزرا میں چہ موگوئیاں ہونے لگیں جب گل اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ یہ علامت تھی کے محفل برخاست کی جاتی ہے۔ دروازہ سے باہر جانے تک کامل کی پرسوچ نگاہوں نے ملکہ کے چغے کا تعاقب کیا۔

★

www.novelsclubb.com

وہ کافی دیر سے ملکہ کی آرام گاہ کے باہر موجود تھا۔ سینے پر بازو باندھے اور گردن میں وہی لوہے کا ہار پہنے جو اسکی سزا تھی۔ کچھ دیر اور آسمانی کامدار لباس پہنے گل جان ایک طرف سے سیڑھیاں اترتے سامنے آئی۔ لباس کا رنگ بلکل اسکی آنکھوں جیسا تھا جبکہ بالوں کو بلدار جوڑے میں بند کیئے ایک نازک دوپٹہ ان سے

ٹنگا تھا۔ دستانوں کی انگلیوں پر وہ انگوٹھیاں جو کبھی المیرا کی ہوتی تھیں۔ دروازے کے باہر دبیر کو دیکھا تو اپنے کمرے میں آنے کی اجازت دی۔ وہ اپنے ملکہ والے شاہی دورے سے لوٹی تھی۔

''کیسے ہو مشیرِ خاص۔'' گردن پر پہنے ہار کو ڈھیلا کرتے کہا۔ وہ خوش تھی بھلے ہے جتنی الجھن میں ہو۔ دبیر نے محسوس کیا جب سے گل ملکہ بنی تھی مسکرانا جیسے اس پر فرض ہو گیا تھا۔

''ملکہ کے مقام سے مستعفی ہو جاؤ۔'' گل نے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔ یہ دبیر نے فاطر کو گھول کر کب پی لیا؟

''بڑے ناشکرے ہو تم۔ میں یہاں تمہیں بھی عیش و آرام میں رکھنا چاہتی ہوں اور ایک تم ہو۔'' افسوس کرتے اس نے پاؤں اونچی جوتی سے آزاد کرتے ایک طرف موجود ٹھنڈے پانی کے برتن میں رکھنے کو بڑھائے جب دبیر نے تیزی سے آتے پاؤں کی مدد سے پانی گرا دیا۔

"دبیر تم۔"

"تم اس سب کی حقدار نہیں۔" گل کی چیخ سے بے نیاز اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ وہ آج سامنے والی پر حیرتوں کے پہاڑ توڑ رہا تھا۔

"تمہیں یہاں سے چلے جانا چاہیئے۔ تم ملکہ ہونے کے ہر گز قابل نہیں۔" اسکا اونچا لہجہ لڑکھڑاہٹ کے زیرِ اثر تھا۔ گل کے چہرے پر پیچیدگی کا ہر رنگ نمایاں ہوا۔

"یہ تمہیں ہوا کیا ہے؟" دبیر دھیرے دھیرے دروازے کی طرف الٹے قدم بڑھانے لگا۔

"اپنی کتاب لو اور دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔" یہ حد تھی۔ ملکہ کا بھی کوئی معیار تھا بھائی۔

"معلوم ہوتا ہے اپنی اتنے دن کی سزا بھول چکے ہو۔ کیا کہتے ہو دوبارہ بند کروادوں۔" مگر دبیر اسکے بارعب انداز سے لاپرواہ اسے ہمدردی سے دیکھتا گیا۔ لہجہ چھبتا مگر آنکھیں تنبیہہ کرتیں۔

"المیرا کو نکال لاؤ ورنہ تمہاری حکومت زیادہ دن نہیں رہے گی۔"

"تم مجھے بزدل کہہ رہے ہو۔ مجھے اس فتنہ کی ہرگز ضرورت نہیں۔"

"فاطر تمہارے ساتھ کا حقدار ہے ہی نہیں۔ تم جیسی کمزور عورت اسکے برابر آ ہی نہیں سکتی۔" وہ اسے للکار رہا تھا اور وہ طیش میں آ رہی تھی۔ مٹھیا بھینچ کر با آواز بلند سانس خارج کی۔

www.novelsclubb.com

"اگر وہ دونوں اتنے ہی دل کے قریب ہیں تو جاؤ لوٹ جاؤ انہیں کے پاس۔" تضحیک سے اسکی گردن تک سرخ پڑ گئی۔ بھاری سانس لیتے وہ خود پر قابو رکھے تھی جب دبیر دروازہ کھولتے باہر نکل گیا۔ جاتے جاتے ایک ملامتی نگاہ ڈالنا

نہیں بھولا۔ وہ جو کہنا چاہتا تھا کہہ گیا، بھلا اس نے پہلے کبھی کسی کے جذبات کی پرواہ کی تھی جو آج کرتا۔

ان منحوس بیڑیوں نے نے اسکی حرکات پہلے سے بھی زیادہ کم کر ڈالیں۔ راہداریوں میں آگے بڑھتا وہ اپنی ایک پرانی ملاقات ذہن کے خانوں میں دہرا رہا تھا جب قدم ایک نامانوس منظر کا دیدار کرتے ڈگمگاتے ہوئے ٹھہرے۔

تہ خانے کو جاتے راستے کے باہر فاطر اسلام کھڑا اسپاہیوں سے بحث میں مصروف تھا جب کچھ جملے دبیر کے کان میں بھی پڑے۔ ”مجھے کماری نے پیغام بھجوایا تھا کہ باغی ملکہ کا سامان نیچے سے آکر سمیٹ لوں۔ یقین نہیں تو نیچے ہی ہے کماری ملکہ کے پاس۔ جاؤ پوچھ لو اس سے۔“ دونوں سپاہی عورتیں یقیناً اس ہنگامے سے بیزار ہو چکی تھیں تبھی آنکھوں ہی آنکھوں میں تبادلہ خیال کیا۔

"ادھر کھڑے رہنے سے اگر الہام ہوتے تو میں اب تک نیچے جا چکا ہوتا۔ جاؤ جا کر پوچھو کماری سے وہ ملکہ کے پاس ہے۔" لڑتے ہوئے فاطر یہ قطعاً بھول چکا تھا کہ المیر کو سربراہی کرسی سے ہٹادیا گیا ہے۔ شاید وہ اسکے لیئے آج بھی ملکہ تھی۔

گہری سانس لیتے ایک سپاہی نے اپنی ٹانگوں کی قربانی دی جب دبیر السازار فاطر کے کندھے کے قریب آکر ٹھہرا۔ لوہے کی بھاری آواز پر قدآمت مرد نے پلٹ کر دیکھا۔ حیرت انگیز طور پر آج وہاں بیزاریت کی جگہ بے قراری تھی۔ لب کاٹتے اور انگلیاں چٹختا یہ مرد کوئی اور تھا۔

"المیر اب ملکہ نہیں رہی سیدی۔" اس نے عربی میں یاددہانی کروائی جبکہ فاطر کی بصیرت سپاہی کے لوٹ آنے کی منتظر تھی، بے صبرا آدمی نہ ہو تو۔

"معلوم ہے۔"

"پھر ملکہ بلانے کا پسِ منظر؟" فاطر نے بے دہانی میں پیچھے دیکھا۔

"اس کے نام کا مطلب بھی تو ملکہ ہے۔" وہ ابھی بھی بنار کے انگلیاں مڑ وڑ رہا تھا، بس نہ چلتا اڑ کر سپاہی کا جواب سن آتا۔

"تو نام لے لیں نا!" آسان حل۔

"مشکل ہے۔" بے بسی بھری شکست۔ دبیر محسوس کر سکتا تھا یہ جواب دیتے وقت فاطر کا ذہن غیر حاضر تھا یوں جیسے جواب ذہن پر نقش تھا اور دینے کے لیئے سوچنے کی مہلت غیر ضروری تھی۔ اس سے پہلے منصف مزید سوال کرتا وہ سپاہی لوٹ آئی تھی اور فاطر کی عجلت کچھ مزید ہی دوگنی ہو گئی۔ "جا سکتے ہو نیچے، کماری نے بلایا ہے۔" ہانپتے ہوئے اس نے دیوار کا سہارا لیتے کہا۔ فاطر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ سرپٹ نیچے دوڑ لگا دی۔ پیچھے تنہا موجود اسکا سابقہ شاگرد چہرے سے نہیں البتہ دل سے رویوں کا بدلاؤ محسوس کر سکتا تھا۔

★★★★

www.novelsclubb.com

باب ملکہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اندھیروں کو خود پر اوڑھے اسے دو دن ہو چکے تھے۔ کھردری زمین پر لیٹے اس کا آدھا وجود چادر پر تھا اور نگاہ چھت کی سمت۔ انا اور تکبر کا مینار دھپ سے زمین پر آ کر چکنا چور ہوا تھا۔ ہر وقت بولنے والی لڑکی کی زبان پر کل سے قفل چڑھا تھا۔ یونہی لیٹے وہ اب تک کل کے اپنے مہمانوں کو بھولی نہیں تھی۔ فاطر اسلام نے اس سے معذرت کی۔ وہ پوچھنا چاہتی تھی کس بات کی معافی، وہ تو مظلوم ہے ظالم تو المیرا تھی۔

ان دو دنوں میں اس پر یہ حقیقت کھل چکی تھی کے برداشت کے حدود کے پار بدلہ ہوتا ہے اور حدود پار کرنے کی سزا متعین۔ جو سب اس نے کیا تھا اسکے بعد وہ خود کو فاطر سے نظر ملانے تو دور اس کو اپنا آپ دکھانے کی قابل بھی نہیں سمجھتی تھی۔ اپنی حجالت اور شرمندگی کے ہاتھوں مجبور اس نے بے شمار دعائیں کر ڈالیں کہ اب فاطر اس سے ملنے نہ آئے۔

کروٹ بدلتے وہ ایک اندھیرے کو چھوڑتی دوسری سیاہی کی طرف پلٹ گئی۔ دوبارہ سے اس سفر پر رواں جو اسکو تباہی کے دہانے تک لایا تھا۔

ساتِ سال قبل

بے ایمانیا سے مصر بھیجنا اس کے باپ کے لیئے مشکل نہیں تھا۔ اڑان تو ان کی فرسٹ ورلڈ کنٹری کی تھی مگر المیرا کے کرتوت اور تعلیمی کارکردگی کو دیکھتے وہ سب ایک سہانے خواب سے کم نہ تھا۔ یونہی ایک دن وہ زاہد کے کمرے میں موجود اسکی الماری کو ترتیب دے رہی تھی جب اسکے ابا کی آواز نچلی منزل سے سنائی دی۔ کمپیوٹر سکرین کے سامنے بیٹھا اسکا ہم شکل بھائی ٹس سے مس نہ ہوا۔

"ارے عنایت کہاں ہو؟" اس کے باپ کا جذبہ ولولہ انگیز تھا تبھی وہ بغیر انتظار کیئے خود ہی اوپر چلے آئے۔ گندمی شلوار قمیض اور ہاتھ میں ایک بھورا لفافہ تھامے اسکا باپ آج بھی خوبصورت تھا۔

"میں نے اپنی بیٹی سے کیا وعدہ پورا کر دیا۔" ایک سنگل بستر پر پدھارتے انہوں نے المیرا کو ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ "یہ دیکھو۔" خود کی طرف بھڑا وہ خاکی لفافہ ہاتھ میں لیتے اسکے چہرے پر اضطراب تھا۔ اندر موجود ایک پاسپورٹ، ویزا، کچھ اہم کاغذات اور، آخری کاغذ کو نکالتے المیرا کی انگلیاں تھم گئیں۔ وہ اسکے باپ کا ڈیتھ سرٹیفیکیٹ تھا۔ المیرا نے ساتھ بیٹھے زندہ باپ کو دیکھا۔

وہ اسکی حیرت پر ہنس پڑے اور کاغذات سمیٹ لیئے۔ "میں نے زاہد کو کام پر لگایا تھا کہ جب کبھی کوئی تعلیمی کاؤنسل ضرورت مندوں کے لیئے سکالرشپ کا اعلان کرے تو فوراً مجھے بتائے۔ جیسا تمہارا تعلیمی ریکارڈ رہ چکا ہے تمہیں سکالرشپ ملنا تھوڑا مشکل تھا مگر پھر نعیم کو اوقات یاد کروانے کے لیئے کچھ بھی۔ وہ اگر جھوٹے وظیفے کی بنیاد پر واہ واہ کروا سکتا ہے تو میں سچے سے کروا کر اسے نیچا دکھاؤنگا۔" اپنے دوست کے ذکر پر لہجہ سخت ہوا جو اپنی تعریف پر فوراً ہی کھلکھلانے لگا۔

”مصر میں واقع ایک این جی او نے کفالت کی بنیاد پر جنوبی ایشیائی طلبہ کو وظیفے بانٹنے کا اعلان کیا ہے۔ میں نے اپنے کچھ مصری دوستوں سے معلومات اکٹھی کی تو معلوم ہوا وہ این جی او کچھ روساء اور philanthrophists چلا رہے ہیں۔ جن بچوں کی سرپرستی کے لیئے کوئی نہیں یہ سکالرشپ ان کے لیئے ہے۔ ماں تمہاری پہلے ہی حیات نہیں رہی اور بچا میں تو یہ جھوٹا ڈیتھ سرٹفیکیٹ تمہیں خوابوں تک لے جائے گا۔“ المیرا کے گود میں دھرے ہاتھ بے جان ہو گئے۔ یہ کیسا سودا تھا جو اپنے باپ کو دنیا کی نظر میں مردہ بنا کر کرنا تھا۔ دور بیٹا عقبی سن کر بھی انجان بنا رہا۔

”ابا کیا یہ بے ایمانی نہیں۔ ہم کسی حقدار کا حق مار رہے ہیں۔“ سر اٹھا کر اس مرد کو دیکھا جس پر اسکی تربیت کی ذمہ داری تھی۔

”اپنی ماں والی باتیں مت کرو عنایت۔“ المیرا کے لیئے یہی جملہ چپ لگانے کو کافی تھا۔ وہ کبھی اپنی ماں جیسی نہیں بنے گی۔ ”میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا مواقع پیدا کیئے بغیر جینے سے موت بہتر ہے۔“ کندھے پر باپ کی مضبوط گرفت اور اپنی ہی

ہم رنگ آنکھوں میں دیکھتے المیرا نے ابھرتی نیکی کو دباتے سر اقرار میں ہلایا۔ اگر یہ راستہ اسے آزادی کی طرف لے جاتا ہے پھر کیا درست کیا صحیح۔ محسن حسین کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ پھیل گئی۔

"عموماً سکالر شپ کے لیئے ٹیسٹ ہوتے ہیں۔ مجھے تو۔۔۔" (پڑھائی کے نام سے جان جاتی تھی اس کی)۔

"لے اس میں ہیرا پھیری کرنا کون سا مشکل ہے۔" المیرا نے سکون کی سانس لی۔ چلو کم از کم آزادی کی خاطر زیادہ مشقت نہیں کرنی ہو گی۔ کسی نے اس وقت المیرا کو یہ نہیں بتایا تھا کہ باآسانی ملی آزادی کو قائم رکھنے کے لیئے محنت کرنا مجبوری بن جاتی ہے۔ وہ دونوں باپ بیٹی ابھی مزید معاملات تہہ کر رہے تھے جب ان دونوں کو چھوڑتے دور بیٹھے عقبی کے کندھے سے جھانکو۔ پچھلے پندرہ منٹ سے بجھی سکرین کو تکتے مسلسل کی بورڈ پر شہادت کی انگلی سے دستک دیتا نجانے کہاں گم تھا۔

ٹھک ٹھک، اسکی کی بورڈ پر بغیر رکے دھمک ہو رہی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ٹھک ٹھک ٹھک، یہ آواز ماضی سے حال میں لائی جب اس نے ہڑبڑاہٹ میں آنکھیں کھولتے سر اٹھایا۔ کوئی ابھی بھی سلاخوں پر دستک دے رہا تھا جب المیرا نے سوئی ہوئیں آنکھیں ملیں۔ چراغ کی روشنی نا ہونے کے برابر تھی۔ یعنی آج کی ملاقات کا وقت ہو چکا تھا۔

"تمہارے لیئے کھانا آیا ہے لے لو۔" نیچے سے کھانے کے برتن کھسکاتے کماری ہمیشہ کی طرح مضبوط زرے میں موجود تھی۔ خدا جانے اس سب میں اسے گرمی کیوں نہیں لگتی تھی۔ آگے بڑھ کر کھانے کے برتن قریب کرتے وہ ٹھنڈی آہ بڑھ کر رہ گئی۔ کہاں وہ رنگا رنگ کھانے اور کہاں یہ ابلے چاولوں کے ساتھ ہڈیوں کا شوربا۔ مگر بنا کوئی شکایت کیئے وہ سلاخوں سے پشت کیئے کھانے لگی۔ قسمت قبول کرنے کی شروعات ہو چکی تھی۔ اب جو تھا وہ بہت تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کماری کی نگاہ ایک پل کو بھی آگے پیچھے نہیں ہوئی۔المیرا اس نظرانداز کیئے کھاتی گئی۔ باقیوں کی نسبت کماری نے اسے کبھی نیچا دکھانے یا فضول بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔المیرا کو وہ دبیر کی بچھڑی بڑی بہن لگتی تھی۔

ابھی کچھ پل ہی گزرے تھے جب ایک سپاہی بھاگتے ہوئے کماری سے سوال کرنے آئی۔سپہ سالار نے چہرہ پھیرا۔

"اوپر وہی اس کا خادم شور مچا رہا ہے کے اسے آپ نے بلایا تھا۔کیا جواب دوں؟"

المیرا کے ہاتھ چاولوں پر ہی ٹھہر گئے، بالوں نے اسکا آدھ چہرہ ڈھکا تھا مگر باوجود اس کے وہاں پر آتے خوف کے بادل اندھیرے میں بھی پہنچانے گئے۔اس نے تو کبھی نہ ملنے کی اتنی دعائیں کی تھیں۔کیا ساری دعائیں رد کردی گئیں۔کیا خدا بھی اسکے ساتھ نہیں تھا۔پھر ایک تلخ سوچ ذہن میں ابھری۔خدا تو صابرین کے ساتھ ہوتا ہے حق مارنے والوں کا خدا تھوڑی نہ ہوتا۔

''آنے دو۔'' قدرے توقف کے بعد کماری نے جواب دیا جسے سنتے سپاہی انہیں قدموں سے واپس دوڑ گئی۔ المیرا کو یاد نہیں پڑتا اس سے پہلے آخری مرتبہ کب اس کا دل اس تیزی سے دھڑکا ہو۔ جس آدمی کو خوف زدہ کرنے کے وہ منصوبے بناتی تھی آج وہی اسے اپنی ڈر کی چادر سے ڈھانپ چکا تھا۔

بظاہر بے نیاز بنے وہ کھانا برائے نام کھا رہی تھی جب سیڑھیاں عبور کرتے فاطر اسلام نے زمین پر پہلا قدم دھرا۔ اتنے فاصلے پر بھی اسکی سماعت اس مرد کے قدموں کو پہچان گئی تھی۔ فاطر کا اٹھتا ہر قدم المیرا کے خون میں ارتعاش پیدا کرتا گیا۔ اسے لگا اگلے ہی پل دل دھڑکے گا اور سانسوں کی ڈور ہاتھ سے چھوٹ جائے گی۔ قریب آتے وہ کماری سے مخاطب ہوا۔ المیرا یونہی پشت کیئے لاپرواہ بنی رہی جبکہ در حقیقت وہ ہوا کے بلبلے کی طرح وہاں سے غائب ہونا چاہتی تھی۔

''مجھے بغاوت کے حوالے سے ملکہ سے کچھ سوال کرنے ہیں۔'' کماری کچھ پل اسے دیکھتی رہی۔ فاطر کو کبھی کبھار وہ آسیب زدہ سی معلوم ہوتی۔ قدرے وقفے کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بعد اس نے ایک نگاہ المیر اپر ڈالی اور جلتا چراغ فاطر کو تھماتے اسکی جیب ٹٹولی۔ فاطر کے لیئے یہ حملہ اچانک تھا۔ بنا احتجاج کیئے اس نے چپ چاپ اپنی تلاشی کروائی جب کماری نے بائیں جیب میں سے ایک کاغذ اور قلم برآمد کیا۔ دل ہی دل میں اپنی بد قسمتی پر لعنت بھیجتے اس نے تاثرات سپاٹ رکھے۔ کم از کم ایک بات تو ثابت ہوئی وہ یہاں اپنی تراکیب نہیں آزما سکتا۔ کماری وہ چیزیں ضبط کرتی سیڑھیوں کی طرف چل دی۔ نہ کوئی سوال؟ نہ کوئی تنبیہ؟ فاطر اسلام کی حیرت جائز تھی۔ ماہِ ملکہ میں موجود تمام شیاطین میں وہ واحد کٹ پتلی لگتی تھی۔ بے آسرا کھڑے وہ اسکی چھوڑی جگہ کو دیکھتا گیا جب برتنوں کی آواز اسے حال میں لائی۔ کیا ہوا جو ایک راہ چھن گئی وہ کوئی اور حل ڈھونڈ نکالے گا۔

یہ حقیقت تھی آج وہ کسی ندامت، معذرت یا التجا کی کشش میں یہاں تک نہیں آیا تھا۔ بس قدم بے چین تھے اور خود با خود راستے کا تعین کرتے اسے منزل تک لے

آئیں۔ یہاں آکر وہ بے صبری، بے چینی اور ناامیدی سب یوں لاپتہ ہوئیں جیسے راستے پر ہمراہی میں وہ تھیں ہی نہیں۔

"کیسی ہو ملکہ؟" کہاں وہ کڑوا کسیلا لہجہ کہاں یہ دوستانہ رویہ۔ البتہ المیرا احساسِ کمتری کے ہاتھوں کچھ نہ بولی۔

"اچھی بات ہے تم سو نہیں رہی۔" پائنچے اٹھاتے وہ سلاخوں سے پشت لگا کر بیٹھ گیا۔ یوں کے قید کے اندر باہر بیٹھے دونوں کی ایک دوسرے کی طرف پشت تھی۔

"بول بھی نہیں رہی؟ خیر ہے۔ دونوں کے حصوں کا میں بول لونگا۔" کیا وقت آگیا تھا المیرا کے ساتھ محو گفتگو وہی سوال کر رہا تھا۔ وہی جواب دے رہا تھا اور وہی بس بول رہا تھا۔ وہ چاہتی تھی وہ خاموش ہو جائے، وہ چلا جائے، وہ پلٹ کر نہ دیکھے۔ المیرا بیکار تھی۔ فاطر بلندی پر تھا اور وہ پستی میں دھنسی۔

"میں جب تمہیں ذہر دینے کے الزام میں قید ہوا تھا۔" برتن سمیٹتی عورت کی سانسیں بھی اسکے الفاظ پر متوجہ تھیں۔ "تو سب سے زیادہ مجھے اپنا ماضی یاد آیا تھا۔ میرے باپ پر الزام لگنا، میری ماں کے چلے جانا، میرا تنہا ہونا اور پھر میری ماں کی موت۔" وہ اپنی ذات کے پوشیدہ پہلوں اس عورت کے سامنے بکھیر رہا تھا جس کی موجودگی اسکے لیئے جہنم واصل ہونے سے کم نہ تھی۔ المیرا اپنا سر سلاخوں سے جوڑے پہلی مرتبہ سامع کا کردار ادا کرنے لگی۔ اگر یہ اسکی ظلمت کم کر سکتا ہے تو یونہی صحیح۔

"پتہ ہے ملکہ (وہ ٹھہرا، یہ نام کتنا خوبصورت تھا) مجھے لگتا تھا اس دنیا میں اگر میں نے کسی سے بے لوث محبت کی ہے تو وہ میرا باپ ہے۔ قید میں سزا کاٹتے اندازہ ہوا کے باپ سے تو محبت سے زیادہ عقیدت ہے اور ماں ......اس سے نبھائی نفرت میری محرومیوں کے آگے بہت چھوٹی۔ باپ اگر چھوڑ کر جاتا تو میں ان کے پلٹ آنے کی دعا نہ کرتا، ماں جو زندہ نہیں رہی اس کے لوٹ آنے کی دعا میں آج تک کرتا

www.novelsclubb.com

ہوں۔" دوانا پرست لالچی لوگ اپنے گناہوں اور گھمنڈ کے ملمعوں سے آزادی کی راہ پر تھے۔ ایک سلاخوں سے جڑی اندھیرے قید میں تھی تو دوسرا اسکے کندھے کے ساتھ موجود سلاخوں کے باہر روشن آزادی میں تھا۔ دونوں کے چہرے مخالف سمت۔ دونوں کے دل آمنے سامنے۔

"میں نے اپنی ماں کو بہت یاد کیا ہے ملکہ۔ وہ مجھے چھوڑ گئیں تو پلٹ کر کبھی خیر خبر بھی نہیں لی۔ غصہ اور ناراضگی تو شوہر سے تھی پھر بیٹے سے کیوں منہ موڑا؟ میری بہن کہتی ہے جس دن وہ روڈ حادثے میں ہلاک ہوئی تھیں اس دن وہ میری سکول سے لگائے جانے والی شکایت پر ملنے آرہی تھیں۔" المیرا کو اسکا لہجہ کہیں سے نم محسوس ہوا تو کہیں خود پر ہنستا ہوا۔

"میں بھی کتنا بدقسمت ہوا پھر۔ دعا کرتا رہا کے وہ لوٹ آئیں اور جب وہ واپس آنے لگیں تو قدرت نے انہیں مجھ سے ہمیشہ کے لیئے چھین لیا۔ اسے میں خود کی سزا سمجھوں کے میں نے ماں کے ٹوٹے دل کی پرواہ کیئے بنا اپنی خواہش کو سر اول رکھا یا

اسے میں صدیقہ اسلام کی سزا سمجھوں جس نے اپنی خود غرضی میں بیٹے کو نہیں دیکھا تو خدا نے اس پر بھی سے اپنی رحمدلی کی چادر اٹھالی۔" سر سلاخوں سے جوڑے وہ بے حس و حرکت تھی۔ فاطر کو ایک سننے والا درکار تھا اور المیرا کو ایک سنانے والا۔ قیدی کے دل پر لگی نفرت کی زنجیریں کمزور ہونے لگیں۔

"تم نے ایک مرتبہ مجھ سے پوچھا تھا کہ میں عورتوں سے اتنی نفرت کیوں کرتا ہوں۔" المیرا کو یاد آیا کروز میں ہونے والے قتل سے کچھ دن پہلے ڈرامہ دیکھتے اس نے فاطر سے یونہی سوال کیا تھا۔

"میں کافی عرصہ اسکا جواب ڈھونڈتا رہا مگر ناکام ہو گیا۔ یہاں آکر مجھے معلوم ہوا کے میری نفرت کی بنیادی تو سراسر میری انا، تکبر اور ضد پر کھڑی تھیں۔ میں انہیں بزدل جان کر کم تر سمجھتا تھا۔ ضدی مان کر بے وقوف لگتی تھیں اور صرف اپنا سوچنے پر میرے نزدیک وہ خود غرض تھیں۔" ہاتھوں کی لکیروں سے کھیلتے اس نے بولنے کے لیئے سانس لی۔ "ماہِ ملکہ نے بھلے سے ہمیں برباد کر دیا ہو مگر ایک چیز

ہے جو شاید میں یہاں نہ آتا تو کبھی نہ سیکھ پاتا۔ جو ساری برائیاں میں عورتوں سے جوڑے تھا وہ سب خصوصیات تو مجھ میں بھی ہیں۔ میں بھی بزدل ہوں جو دنیا کو سچ سنانا چاہتا ہے مگر خود سے ہمیشہ جھوٹ بولتا آیا ہوں۔ مجھ سے بڑا ضدی کون ہو گا جو نہ غلطی تسلیم کرتا ہے نہ کمزوری سدھارتا ہے اور خود غرضی میں میرے ریکارڈ تو اعلیٰ نمبروں سے میں نے خود ہی توڑے ہیں۔" آستین سے نکلتے ایک دھاگے کو انگلی سے کھینچتے اسے یہ تسلیم کرنے میں رتی برابر شرم نہیں تھی کے فاطر کو سن کر اچھا لگ رہا تھا، ناامیدی کے بادل وہیں تھے البتہ گرجنا اور برسنا کم کر چکے۔ گھٹنے پر چہرہ رکھے وہ سر اٹھا کر باہر بیٹھے شخص کو دیکھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"عورت ذات ان محدود کردہ خیالات اور تبصروں سے بھر کے ہے۔ صرف عورت ہی نہیں مجھے لگتا ہے مرد ذات بھی ان محدود القابات یا دعووں سے بالاں ہے۔ جنسی تفرق کی بنا پر نفرتیں گھڑنے کی ابتدا تو ہم انسانوں نے کی تھی ورنہ دنیا

تو برابری اور صلاحیتوں کے اصولوں پر خوشحال ہے۔'' کوئی انسان اتنا بھی بدل سکتا تھا کیا؟ اگر یہ معجزہ ہے تو المیرا عنایت محسن کو معجزوں پر یقین آ گیا۔

کچھ دیر اس کال کوٹھڑی کے قریب بس اس جلتی چراغ کی چٹختی لو کی آواز سنائی دی۔ روشنی اتنی قلیل تھی کہ المیرا چراغ سے تقریباً جڑ کر بیٹھی تھی۔ گھٹنے پر گال رکھے جھکی پلکوں سے اسکے نقش پر پڑتی روشنی کو دیکھتی گئی جب فاطر کی بے دھیانی میں زبان پھسلی۔

''تمہیں میری ماں کے بارے میں کیسے معلوم کے وہ بھاگ گئی تھیں۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تمہارا تعلق تو اس ملک سے بھی نہیں جو اتنی پرانی خبر کہیں نظر سے گزری ہو۔'' یہ سوال اسکے ذہن میں کافی عرصے سے گردش کر رہا تھا سو پوچھ لیا۔ فاطر کی نظر جب اسے دیکھتی لڑکی سے ملی تو وہ اپنی جگہ جم گئی۔ سر تا پیر پتھر بن گئی۔ فاطر کی نگاہ کی بیزاری کہاں تھی؟

نظریں چراتے وہ اپنے ناخن کھرچنے لگی۔ ''اگر تم ابھی جواب دینے کی صورتحال میں نہیں ہو تو میں پھر کبھی سوال پوچھ لونگا۔'' اسکی مشکل آسان کرتے وہ چراغ سنبھلتے جانے کے لیئے کھڑا ہوا۔ اس بات سے لاعلم کے اس کا چلے جانا المیرا کی مشکل میں اضافہ کررہا تھا۔ اس کیفیت پر اسکے ذہن میں بھگدڑ مچ گئی۔ پہلے نہ آنے کی دعائیں اور اب نہ جانے کی تمنا، یہ اس کی خود سے نفرت کی کون سی سطح تھی؟ کیا یہ واقعی پشیمانی تھی یا کچھ اور۔

دو قدم اٹھاتے وہ آگے بڑھا ہی تھا جب۔ ''میں نے تمہارے بارے میں معلومات اکٹھی کی تھی۔'' کسی کی بہت ہلکی آواز اور کمزور لہجے کے اعتراف نے اسکے چلتے قدم روک لیئے۔ گردن پھیرے تو اسے خود کی طرف پشت کیئے جھکے سر سمیت پایا۔ شمع بلند کی تو بھورے بل چمکے۔ ''جب تم بلکل نئے یونی ورسٹی آئے تھے تمہارے بارے میں بہت افواہیں تھیں میں نے ہر اس افواہ پر نظر رکھی اور کچھ دن تک مسلسل تمہارا سارا ماضی کھنگالا۔ تم اتنے سوشل نہیں تھے تو یہ کام کچھ مشکل تھا مگر

www.novelsclubb.com

اگلے کئی سالوں تک میں تمہارے بارے میں ادھر ادھر سے خبریں سنتی رہتی تھی۔ ہم دونوں کی مشترکہ فیلڈ ہے تو تمہارے بارے میں سنتے رہنا عام سی بات تھی۔'' وہ اتنا عرصہ اس پر نظر رکھے تھی اور وہ تو تقریباً اُسے بھلا چکا تھا۔ وہ اپنی اس بے اعتنائی پر شرمندہ ہو یا المیرا کی فراغت کو ملامت کرے۔ اس سے پہلے وہ کچھ اور سوچتا المیرا کے اگلے جملے نے اسکو ایک پل کے لیئے لاجواب کر دیا۔

''مجھے تم سے بدلہ لینا تھا۔ کب؟ کہاں؟ کیسے؟ یہ معلوم نہیں مگر تم نے مجھے ناحق جیل میں ڈالا تھا مجھے وہ رات بھولتی نہیں۔ ان پانچ سالوں میں فاطر میں تمہاری زندگی میں آتے اتار چڑھاؤ سے غافل نہیں تھی۔ میں تمہاری ہر بڑی حرکت سے باخبر تھی۔'' گردن پھیر کر دیکھتے مرد کا منہ حیرت سے وا تھا۔ المیرا کے لہجے میں وہ پہلی سی چھبن غائب تھی۔ چہرہ پھیرتے وہ نجانے کیوں مسکرا دیا۔ کم از کم وہ بولی تو۔

فاطر چلا گیا تو روشنی بھی جا چکی تھی۔ المیرا کو گھپ اندھیرے سے وحشت سی ہونے لگی۔ اس کا دل بارہا چاہا کے وہ روشنی لوٹ آئے اور روشنی والا بھی۔ وہ جانتی تھی یہ خیال صرف پشیمانی کے پیدوار نہیں تھا۔ اگر یہ احساس جرم ہوتا تو سر جھکا کر ختم ہو جاتا یہ کچھ اور تھا تبھی سر جھکائے رکھنے پر سر اٹھانے کی ہمت نہ ملنا اسے چڑچڑا کر رہی تھی۔

★

ساتسال قبل، مصر

وہ اپنی آزادی کا پروانا باپ کی چالاکی کے سہارے لیئے مصر آ پہنچی تھی۔ انہیں دنوں محسن ایک فیملی کے ویزا کے معاملات میں الجھا تھا۔ المیرا انہیں کے ہمراہ پاکستان سے مصر آئی تھی۔ باپ کی ہدایات کے مطابق اسے ایرپورٹ پر موصول کرنے ان کا ایک دوست وہاں موجود ہو گا۔ المیرا کو ان دنوں اندازہ ہوا اسکے باپ کے کس قدر کثیر تعلقات تھے۔ وہ تو اپنے خول میں سمٹ کر رہنے والی بندی تھی۔

"(وہاں تمہیں کچھ چیزوں کو دھیان رکھنا ہوگا۔" اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے خود کی طرف موڑا۔ یہ اسی دن کا واقع تھا۔ کچی ہوتی دوپہر کی آخری کرنیں کھڑکی سے آتی قدموں تلے تھیں۔)

اپنا سامان پکڑے وہ ائیرپورٹ کی عمارت میں موجود تھی۔ اجنبی ملکہ، انجان بولی، گزرتا وقت۔ اسکے پاس تو یہاں کی سم بھی نہیں۔ اس سب کے باوجود بھی وہ اکڑ کے کھڑی تھی، ہر راہ چلتے انسان کو دیکھتے اسے کوفت ہوتی، ہر کان پڑتی آواز اسکی بیزاری کو ہوا دیتی۔ وہ یہاں جس کی منتظر تھی وہ نظر سے غائب تھی۔ نجانے کس سیارے سے آرہی تھی وہ لڑکی۔

"(سب سے پہلی اور سب سے اہم بات تم وہاں کسی کے سامنے بھی میرا ذکر نہیں کروگی۔ اس ملک کے باہر تم یتیم ہو۔")

تھی پھر وہ اسی باپ کی بیٹی۔ اپنے ایڈمیشن کے بعد سے وہ یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹ کاؤنسل کے ممبران سے رابطے میں تھی۔ اپنی آمد کی اطلاع پر انہوں نے وعدہ کیا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھا کہ ایرپورٹ سے ریسیو کرنے کوئی آجائے گا۔المیرا خوش فہم عورت نے خود ہی اخذ کرلیا وہ ''کوئی'' کوئی عورت ہوگی۔

(''اپنی تعلیم کا وہاں دھیان رکھنا ہوگا۔اگر یہی سرخی وہاں بھی رزلٹ کارڈ پر بکھیری تو پہلی ٹکٹ میں واپس بھیج دیں گیں۔''المیرا کا دل کٹ کر دو ٹکڑے ہوا۔ پڑھائی یعنی کتابیں یعنی محنت یعنی عذاب۔)

یونہی اپنی سوچوں میں غرق اس کے قریب ایک سامان اٹھانے والا آکر کھڑا ہوا۔ سر پر سٹاف کی ٹوپی، گردن میں جھولتا بیج اور ہاتھوں میں پکڑا خالی سٹرولر۔المیرا متوجہ ہوئی تو اس نے مسکراتے ٹوٹی پھوٹی انگریزی سے المیرا کا سامان مانگا۔اتنا تو وہ آدمی پہچان گیا تھا یہ بیرونِ ملک سے آئی ہے۔سبز اور گندمی پھولوں والی فراک پر سبز گارڈیگن پہنے وہ بہار کے موسم میں یقیناً کوئی ٹورسٹ ہوگی۔

(''اگر تم واپس آئی عنایت تو ذہن نشین کرلو میں بوجھ کی طرح تمہیں گھر پر نہیں بٹھاؤں گا۔اِدھر تم نے دہلیز پار کی اُدھر اگلے دن کے سورج کے ساتھ تمہیں دہلیز

سے ہمیشہ کے لیئے رخصت کر دونگا۔" المیرا نے سمجھتے سر ہلایا۔شادی اسکا بھی نصب العین نہیں۔)

"آپ کا سامان باہر تک لے جانا ہے۔" فراک والی لڑکی نے ایک نگاہ ساتھ رکھے دو بیگز پر ڈالیں اور پھر کلی کے مسکراتے چہرے کو دیکھا۔وہ زیادہ سامان ساتھ نہیں لائی تھی بقول اسکے ابا کے "اگر تمہارے سامان کو کھول کر چک کر لیا گیا یا چیزیں نکالنے کا آرڈر ملا تو وقت ضائع۔جتنا وقت ضائع اتنی منزل دور۔"

ذرا سا پیچھے ہوتے اس نے ایک شان بے نیازی سے اپنا سامان پیش کر دیا۔اب یہ دو بیگز اٹھا کر وہ کیسے باہر تک جائے۔خارجی دروازے کے قریب بڑھتے وہ آدمی اناڑی انگریزی میں اس سے سوال کرنے لگا۔ٹائر کی چڑ کی آواز المیرا کے کانوں میں چبھ رہی تھی۔

"یو ٹورسٹ؟" المیرا کو اپنے باپ کا پڑھایا سبق یاد آیا۔ ("اگر کوئی انجان تم سے سوال کرے کے یہاں کیوں آئی ہو تو کہنا ٹورسٹ ہوں۔ سچ بول کر معاملات الجھانے کی قطعی ضرورت نہیں۔")

"نہیں۔" باپ کی کیوں سنے اب تو وہ خود مختار تھی۔ (خود مختار کام بھی نہیں پتہ اس عورت کو)۔

"دین (پھر)؟"

"سٹوڈنٹ۔" وہ اب بیرونی دروازے کے قریب تھے جب المیرا نے نگاہ گھما کر اپنے نام کا بورڈ دیکھنا شروع کیا۔ عربی بڑی دیر کرتے ہیں۔ یہ اس کا خود ساختہ تجزیہ تھا۔

"پارکنگ؟" اس آدمی کا سوال سمجھ نہ آیا۔ "کون لینے آیا ہے؟" ("میرا ایک پاکستانی دوست وہاں نوکری کرتا ہے۔ وہ تمہیں لینے آئے گا۔ اس کے ساتھ جا کر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ضروری اشیاء لے کر سیدھا ہوسٹل جانا۔ ادھر ادھر آوارہ گردی کی ضرورت نہیں۔")

"اسٹوڈنٹ کاؤنسل سے ایک مصری۔" سٹاف ورکر نے الجھ کر اسے دیکھا۔ المیرا اسکے تاثرات پر ٹھٹکی۔ کیا میں نے ابھی سے ساری خود مختاری پانی میں بہادی۔

"سٹوڈنٹ کاؤنسل سٹوڈنٹ اِن پارکنگ۔" المیرا نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔ "یلا یلا (جلدی ! جلدی)۔" خود پارکنگ کا آدھا راستہ تہہ کرتے وہ المیرا کو آوازیں دیتے بلا رہا تھا۔ اسکے پیٹ میں تتلیاں اڑنے لگیں۔ پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ بھورے دلکش بال کمر پر بکھرے تھے۔

اسے لینے یقیناً کوئی نہیں آیا تھا۔ مایوسی سی ہوئی تو اس انسان کے ساتھ چل دی۔ وہ وہاں کام کرتا ہے بہتر جانتا ہوگا۔ اگر کہہ رہا ہے طلبہ وہاں ریسیو کرنے آتے ہیں تو یقیناً۔

www.novelsclubb.com

اس کے قدم ٹھٹکے۔ طلبا پارکنگ لاٹ میں انتظار کیوں کریں گیں۔ یہ سوال تو اس نے پوچھا ہی نہیں۔ وحشت زدہ ہوتے اس نے چہرہ اٹھایا اور قدموں سے جان فنا ہونے لگی۔ سٹاف کی ٹوپی پہنے وہ آدمی نجانے کہاں غائب ہو گیا۔ چہرہ ادھر ادھر گھمایا۔ چلچلاتی دھوپ میں دور تک دیکھنا بھی محال تھا۔ اسکی ساری ریاضتیں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ بھاگ کر گاڑیوں کو آگے پیچھے سے دیکھا۔ وہ آدمی تو چلو چھپ سکتا تھا مگر اسکا سامان۔ فکر سے اسکے اوسان خطا ہو گئے۔ نکل گئی ساری خود مختاری ایک دن میں۔

"بعدازنک (ایکسکیوزمی)!" اسکی بے قرار نظریں پیچھے سے آتی آواز کی طرف کو مڑیں۔ سیاہ کرولا میں بیٹھا ایک مرد مسلسل ہارن مارتا اسے راستے سے ہٹنے کا کہہ رہا تھا۔ المیرا کو اندازہ ہوا اس کا حلق خشک ہے اور سانس اتھل پتھل۔

اس آدمی نے دوبارہ ہارن مارا۔ انجان ملک، ناآشنا بولی، اجنبی لوگ۔ المیرا کو اپنا سر چکراتا محسوس ہوا جب اندر بیٹھا مرد دروازہ کھولتے باہر آیا۔

"سب ٹھیک ہے؟" عربی میں پوچھا جو المیرا کے سر پر سے آئیں بائیں شائیں ہو گئی۔ آنکھوں پر باریک فریم والی عینک اور سر کے تقریباً سفید بالوں والی جھریوں زدہ چہرے نے اسکا سر تا پیر جائزہ لیا۔ وہ کوئی اٹھارہ انیس سال کی لڑکی تھی، اسکے بیٹے سے کچھ ہی سال چھوٹی۔ عینک کے پیچھے آنکھیں نرم ہوئیں۔

المیرا اب وہیں پاتھ وے پر بیٹھتے ماتھے پر آئے ننھے پسینے کے قطرے ہاتھ کی پشت سے صاف کرنے لگی جب ایک طرف سے رومال پیش ہوا۔ اس نے ٹھٹک کر سر اٹھایا۔ وہ اسکی باپ کی عمر کا کوئی مرد تھا۔ دیکھنے سے تو لکھا پڑھا لگ رہا تھا۔ المیرا کو جو ذرا سا شک ہوا کہ یقیناً وہی دوست ہو گا اگلے ہی پل غبارے کی طرح پھٹ گیا۔

"ٹورسٹ ہو؟" سر پر کھڑے بھوری رنگت اور فرنچ داڑھی والے مرد نے سوال کیا۔ المیرا نے رومال نہ تھاما۔ اکڑ تھی بھائی۔

"سٹوڈنٹ۔" نپا تلا جواب دیتے وہ اپنے ساتھ ہوئے فراڈ کے بارے میں سوچنے لگی۔ وہ گھر کچھ نہیں بتائے گی یہ تو تہہ تھا۔

"تو یہاں کیا کر رہی ہو؟ بیرونِ ملک سے ہو؟ کس ملک سے؟" المیرا نے آنکھیں سختی سے میچتے سر اٹھایا۔

"آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ مجھے کڈنیپ کرنا ہے، پیسے لوٹنے ہیں یا کچھ۔"

"میں کھلے عام یہ سب کیوں کرونگا۔ اگر ارادہ بنا تو ایسی جگہوں کی بہتات ہے یہاں۔" المیرا کے گال دھکنے لگے۔ برے آرام سے کہتے اس آدمی نے ہاتھ اپنی جیبوں میں ڈال لیئے۔ المیرا نے اسکا تفصیلی جائزہ لیا۔ ہلکا سرمئی ٹو پیس، مہنگے جوتے اور کلائی پر قدیم گھڑی۔ پھر چہرہ پھیر کر گاڑی کو دیکھا۔ ("لگتا تو بڑا امیر ہے۔ کہیں میں کسی سی ای او کو تو نہیں ٹکرا گئی۔") دل ہی دل میں سوچتے اپنے مہربان پر ایک چور نگاہ ڈالی۔ ("خود تو یہ بڈھا سا ہے۔ اس کا کوئی بیٹا ہوگا؟ ہاں ہوگا! المیرا اچھی کی امید رکھو۔ بیٹے کو پٹا کر شادی کر لونگی۔") شیخ چلی کے خوابوں کے بھی پیر ہوتے ہیں۔ اپنے خیالات میں وہ اس بے نام بڈھے کے بیٹے کے ساتھ لنڈن پیرس پہنچی ہوئی تھی جب اس آدمی نے اپنی بوٹ سے زمین پر دستک دی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

المیرا نے اسے گھور کر دیکھا پھر اچانک احساس ہوا ہونے والا سسر ہے۔ نظروں میں جہاں بھر کی بے چارگی سمولی۔ ''انکل مجھے لگتا ہے میرے ساتھ یہاں فراڈ ہو گیا ہے۔'' مصیبت میں مبتلا دوشیزہ کی طرح اس نے اداکاری کی۔ اکڑ جتنی بھی تھی وہ پیسہ ملنے کے بعد دکھائے گی۔

''کیسا فراڈ؟''

''یہاں ایک سٹاف بوئے آیا اور میری مدد کی نیت سے سامان لے اڑا۔'' کاش اس وقت اسکے پاس مصنوعی آنسو والی کوئی دوا ہوتی۔ اِدھر آنکھوں میں ڈالی اُدھر اسکی مظلومیت کی کتھا امر ہو گئی۔

''یہ تو بہت عام سی بات ہے۔ یہاں ایسے سکیم ہوتے رہتے ہیں۔ تم بتاؤ جانا کہاں ہے؟'' المیرا کا دل الٹی قلا بازیاں مارنے لگا۔ بڈھا اسکے جال میں پھنس رہا تھا وہ کیسے نہ شاداں ہوتی۔

www.novelsclubb.com

"دی برٹش یونیورسٹی۔" عینک والے شفیق آدمی نے سمجھ کر سر ہلاتے جیب سے فون نکالا۔ آنکھیں چھوٹی کیئے وہ سکرین کو بغور دیکھ رہا تھا جب المیرا کے پیٹ میں کھجلی ہوئی۔

"ویسے انکل آپ کا نام کیا ہے؟" پلکوں کو مخصوص جنبش دیتے بچوں کی سی آواز میں پوچھا۔ سامنے والے نے ایک لاتعلق نظر ڈالی۔

"ابو لسلام ظہور۔" المیرا نے للچاتی نگاہوں سے ماشاءاللہ کا ورد شروع کر دیا۔

"آپ کرتے کیا ہیں؟"

"اینکر ہوں۔" سوال کا جواب دیتے فون کان سے لگایا۔ المیرا نے پرجوش ہوتے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

"میں بھی تو یہی بننے آئی ہوں۔ پتا ہے میرے بڑے خواب ہے اس فیلڈ کو لے کر۔" ابو اسلام نے اس پر ایک اچٹتی نگاہ ڈالی اور دوسری طرف عربی میں بولے۔

"ہاں قیوم سیٹ اپ لے کر جو لوکیشن سینڈ کر رہا ہوں اس پر آجاؤ۔ یہاں پھر ایک نئے فراڈ کا کیسا ملا ہے۔ یہ مسئلہ اب میری ناک میں دم کرنے لگا ہے۔ انٹرنیشنل پینل پر بات کرنی ہوگی۔" ناک کی لو مسلتے وہ اب دوسری طرف کی بات سن رہے تھے جبکہ فراک والی لڑکی پیٹھ پر ہاتھ باندھے بچوں کی طرح جھومنے لگی۔

("اس کے بیٹے سے شادی کر کے بڈھے کو ماردونگی پھر بیٹے پر الزام لگا کر ساری جائداد دولت لے کر فرار ہو جاؤنگی۔") اپنی منصوبہ بندی پر خوش ہوتے وہ خوابوں کے مزے لے رہی تھی۔ اس بات سے بے خبر کے اسکی حقیقت پیچھے پولیس کی وردی میں چلی آرہی تھی۔

www.novelsclubb.com

ظہور نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسکے پیچھے دیکھا جب المیرا نے بھی تعبداری سے گردن گھمائی۔ سارا مسکین اور مصنوعی پن ایک پل میں اڑ گیا۔ "ہاں محسن یار پتہ نہیں کہاں گئی تیری بیٹی۔ دکھ ہی نہیں..... او مل گئی مل گئی۔ رک ذرا ایدیں نال تے بھڈا وی اے (اس کے ساتھ تو بوڑھا بھی ہے)۔" دو سیکیورٹی ورکرز کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ساتھ اسکا باپ کا دوست باآواز بلند کال پر مکالمے میں تھا جب اسے دور کھڑی المیرا دکھی۔

ستیاناس ہو اسکے پیرس کے ٹور کا۔

قریب آتے اس آدمی کے چہرے پر جہاں بشاشت بکھری وہیں المیرا کی نظروں میں ذہر کم نہیں تھا۔ ''کدھر چلی گئی تھی عنایت۔'' فون کان سے لگائے وہ بیک وقت باپ بیٹی سے بات کر رہا تھا۔ پیار سے اسکے سر پر چپت لگاتے ہنس پڑا۔ چہرہ اٹھایا تو تاثرات کھٹکے۔ المیرا نے آنکھیں گھماتے ابولاسلام کو مخاطب کرنے کی نیت سے گردن پھیری۔ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

وہاں تو کسی ذی نفس کا نام و نشان نہیں تھا۔ المیرا کا دل ایک مرتبہ پھر ڈوبا۔ ''ارے یہ آدمی کہاں گیا۔ عنایت وہ آدمی کہاں گیا۔'' پہلی بات محسن سے دوسری بات المیرا سے کرتے وہ اب اپنا سر کھجانے لگا۔ سیکیورٹی ٹیم وہاں سے ہٹ چکی تھی۔ المیرا نے گردن ادھر ادھر گھمائیں، جھک کر گاڑیوں کے نیچے تک دیکھ لیا مگر آسمان کھا

گئی یا ذمین نگل گیا وہ چھ فٹ کا اینکر یوں غائب ہوا جیسے کبھی وہاں تھا ہی نہیں۔ یہ مصریوں کے پاس یقیناً اڑن چھو ہونے کا کوئی جادو تھا۔

ذمین پر پاؤں پٹختے اس نے اپنی بد قسمتی پر لعنت بھیجی۔ یہ مردوں کا معاشرہ اسے کبھی آزادی نہیں دے گا۔

''عنایت بٹیا سامان کہاں ہے؟''اس نے المیرا کے خالی ہاتھ دیکھے۔

''کھا گئی میں۔'' بیزار بھرے انداز میں تقریباً چلاتے اس نے باپ کے دوست سے فون جھپٹا۔اسکی پیشی کا وقت ہوا جاتا ہے۔

★★★★

www.novelsclubb.com

www.novelsclubb.com

باب محافظ

وہ چھوٹا سا کمرہ جہاں کبھی ایک عورت کی پراسرار موت ہوئی وہیں اب گل جان عبیل اور ادوب کے درمیان موجود اپنی رعایا کے مسائل حل کر رہی تھی جب ایک مرد آگے آیا۔اسکے چہرے اور چال دونوں میں ناامیدی تھی۔

"میں نے اپنا مسئلہ پچھلی ملکہ کے سامنے بھی رکھا تھا اور اب آپ کے سامنے بھی پیش کر رہا ہوں۔" گل جان نے مسکراتے ہوئے حوصلہ دیا۔ "میں یہاں محفوظ نہیں۔ میرے ساتھ میرے چار ساتھیوں میں سے ایک مر چکا ہے اور باقی دونوں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بیماری میں نیچے مقیم ہیں۔ایک بس اپنے کمرے میں اکیلا میں ہوتا ہوں اور میری تنہائی مگر پچھلے دو ہفتے سے ہر روز مجھے جسم پر کسی چیز کے رینگنے کا سا احساس ہوتا۔ میں نگاہ کھولتا ہوں تو خود کو تنہا پاتا ہوں۔ میں سونے لگتا ہوں تو قریب ہوتی بن بناہٹ مجھے جگا دیتی تھی۔ صبح اٹھتا ہوں تو اپنے ارد گرد خون کے دھبے ملتے ہیں۔“ توجہ سے سنتی گل جان کی حساسیات مفلوج ہوئیں۔کچھ اس سے ملتا جلتا تو اس نے اپنی دنیا کے ماہِ ملکہ کے متعلق بھی پڑھ رکھا تھا۔

”(مجھے یاد ہے میرا چوتھا دن تھا اور میں رات کو چار بار اس احساس سے اٹھی تھی کے کوئی مجھے دیکھ رہا ہے۔پہلے یہ میرا وہم تھا مگر اگلے دن مجھے اپنے ڈور سٹپ پر کسی کے جوتے کا نشان ملا۔ہیں نا حیران کن دو نہیں صرف ایک جوتے کا نشان !“)

”صرف خون کے دھبے نہیں مجھے آوازیں بھی آتی ہیں (آدمی کی آواز سے لگتا تھا وہ کسی پل بھی رو دے گا) مجھے انسانی سرگوشیوں کی آواز آتی ہے۔ مجھے لگتا ہے

میرے پر ہر وقت نظر رکھی جا رہی ہے۔ میں صبح اٹھتا ہوں تو اپنے ہی جسم کو مفلوج پاتا ہوں مجھے چہرے دکھتے ہیں، مجھے قہقہے سنائی دیتے ہیں۔"

("اور سب سے حیران کن بات، کسی کا ماننا ہے انہیں یہاں سٹالک کیا گیا ہے۔ ادھر کیمراز لگے ہیں سینڈ۔" اینڈی کا خوف زدہ پر تجسس لہجہ سنائی دیا۔)

"میں نے یہی سب سابقہ ملکہ کو بھی بتایا تھا مگر انہوں نے بولا یہ جنگ کے آثرات ہیں۔" گل کو المیرا پر ایک مرتبہ پھر سے غصہ آیا۔ کس قدر بے دھیان عورت تھی۔ "کون سے جنگ کے آثرات جب میں نے کوئی جنگ دیکھی ہی نہیں؟" گل اپنی جگہ پر بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔ ساتھ بیٹھی ادوب غیر دلچسپی سے اس مرد کی روداد قلم بند کر رہی تھی جبکہ عبیل اپنے ازلی پر سکون لاپرواہ انداز میں چٹیا سے کھیلتی رہی۔

"کیا مطلب جنگ نہیں دیکھی؟"

"میں تقریباً چار ماہ پہلے مصر سیر کی نیت سے آیا تھا۔ مجھے کیا علم تھا دنیا کا یہ رخ دیکھنے کو ملے گا۔" کچھ دیر گل لب کاٹتے نیچے دیکھتی رہی۔ ادوب کے چلتے ہاتھوں پر نظر پڑی تو کتاب پر ہاتھ رکھتے اسے لکھنے سے روکا۔ مشیر نے مرجھایا ہوا چہرہ اٹھاتے ملکہ کو دیکھا۔ گل جو بات کہنے جا رہی تھی وہ نہیں چاہتی تھی مستقبل میں کوئی اسکے متعلق سوچے (وہ اپنی عقل کیوں بانٹے)۔

"کیا آپ کو واقعی لگتا ہے آپ چار ماہ سے مصر میں ہیں؟" ملکہ کی نظر جانچ پڑتال کرتے اسکی قریب آتی بھنوؤں سے لے کر اسکی دھنسی ہڈیوں تک گئی تھی۔ عبیل کی لاپرواہی یک دم ہی خطرے سے بدلی۔ گل نے اپنے جملے کی وضاحت دیتے منہ کھولا جب باہر کھڑے درباری کی آواز آئی۔

"ملاقات کا وقت ختم ہو چکا ہے۔"

"مزید وقت دیا جاتا ہے۔" گل نے بدمزہ ہوتے ہانک لگائی جب باہر کھڑی منتظر عوام بپھر گئی۔

”یہ ناانصافی ہو رہی ہے ہمارے ساتھ۔“

”ہمارا وقت کسی اور کو دیا جا رہا ہے۔“

”ہم ملکہ کے خلاف بغاوت کرے گیں۔“

ان کی آوازوں سے تنگ گل نے سر ہاتھوں میں گرالیا۔ ایک بار ان کو احتجاج کا طریقہ کیا سکھا دیا بات پے بات وہی دھمکی دینے لگتے ہیں۔ شور مچاتی عوام کی آوازیں ہر لمحے بلند سے بلند تر ہونے لگیں۔ وہ کانوں پر ہاتھ رکھے ان کے چپ ہونے کا انتظار کر رہی تھی جب درباری اندر آیا۔

”ملکہ آپ کو ان کی بات سننی چاہیئے۔ وہ ہیں تو آپ ہیں۔ رعایا کے بغیر کوئی حکومت نہیں ہوتی۔“ گل نے پٹ سے آنکھیں کھولتے درباری کو ثابت نگلنے کے انداز میں دیکھا۔ ملکہ کی خون آشام نظروں سے نگاہ چڑاتے وہ نیچے دیکھنے لگی جب گل اپنا چغہ سنبھالتے کھڑی ہوئی۔

"میں ان سے نہیں، وہ مجھ سے ہیں۔ حکومت عوام سے نہیں حکومت طاقت سے بنتی ہے۔" انگلی اٹھا کر خود کی طرف اشارہ کرتے وہ تکبر اور غرور کی جیگتی جاگتی تصویر تھی۔ جن آسائشات کی غیر موجودگی پر وہ ہمیشہ سے شکایت کرتی آئی تھی آج وہ میسر ہوئیں تو آنکھیں ماتھے سے جا لگیں۔ جارجانہ تاثرات لیئے بھاری ڈگ بھرتے وہ کمرے سے باہر نکلی اور گروہ کی صورت کھڑے ان پندرہ بیس لوگوں کو دیکھا۔ وہ تمام ڈٹ کر کھڑے تھے۔ گل کو ان کی یہ ڈھٹائی ذرہ بھی نہ بھائی۔

"میں وقت کی حاکم ہوں اور تم سب کی نائب بھی۔ میں ملکہ ماہ ہوں۔ یہاں کیا ہوگا، کیسے ہوگا کہ فیصلہ میں کرونگی اگر کسی کو احتجاج ہے تو وہ شوق سے میرے احکام کی خلاف ورزی کر سکتا ہے۔ نتائج کا ذمہ دار وہ خود ہوگا۔" ہمدردی اور امن کا پرچم لہراتے وہ خود پرانے ظالمین سے بھی آگے بڑھ جائے گی یہ اندازہ کسی کو نہیں تھا۔

"ہم نے تمھیں ملکہ منتخب کیا ہے۔" ایک نوجوان لڑکی نے فیصلہ سنایا۔

"غلط! اس تاج نے میرا انتخاب کیا ہے۔ ماہِ ملکہ میں عام انسان کی فریاد ان سنی ہے۔" اسکی بات پر بھیڑ یوں خاموش ہوئی جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ البتہ یہ خاموشی بس ان کے لبوں پر تھی آنکھوں کی سختی کسی طوفان کی آمد سناتی تھیں۔

عوام پر ایک آخری تنبیہی نگاہ ڈالتے وہ لباس سنبھالنے پلٹ جاتی جو اسکی نظر فاصلے پر ستون سے ٹیک لگائے کھڑے مرد تک نہ جاتی۔ گل جان مضبوطی کا ملمع چڑھائے وہیں اکڑ گئی۔ فاطر نے سر تا پیر دیکھتے اس پر ملامتی نگاہ ڈالی اور پھر عام عوام سے مخاطب ہوا۔

"ماہِ ملکہ میں فریادیں بس کاغذات تک محدود ہو کر رہ جاتی ہیں۔ بدلاؤ کے لیئے ہاتھ پاؤں چلانے کی زحمت بندے کو خود ہی کرنی پڑتی ہے۔" اسکا طنز گل کو سر تا پیر سلگا گیا۔

"تو ان حکمرانوں کا کیا کام؟" رش میں سے کسی نے سوال کیا۔

"ان کاغذات کو کسی نے بھر کر اپنے ہاتھ بھی تو تھکانے ہیں۔" بھیڑ میں سے ہلکے قہقوں کی آواز آئی۔ گل جانتی تھی وہ سب اس پر ہی ہنس رہے ہیں۔ عزت کمانے کے لیئے وہ کیا کرے؟ دنیا کی نظر میں طاقت ور دکھنے کے لیئے وہ کتنی سرحدوں کو عبور کرے؟ آخر کب دنیا اس پر ہنسنا چھوڑے گی؟ شکوے، شکوے، شکوے اور بس شکوے۔

"تمہیں سازش رچانے کی سزا میں قید بھی کیا جاسکتا ہے۔" گل نے جتایا۔ فاطر نے آبرو اچکائی۔

"ایک مرتبہ ہو چکا ہوں............پھر سے صحیح۔"

"جان بھی جاسکتی ہے۔" اب کے وہ ہونٹ اٹھاتے مسکرائے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔" وہ جملہ برچھی کی طرح گل کو چھبا تھا۔ ایک ہی وار میں وہ اپنی اور اسکی حیثیت صاف واضح کر گیا۔ گل نے مٹھیاں بھینچتے لب کاٹے۔

"سپاہیوں!" ایک پکار پر ملازمین حاضر ہوئے۔ "خادم خاص کو میرے ہجرے میں ٹھہرایا جائے میں وہی آ کر ان سے ملاقات کرونگی۔" اکڑی گردن لیئے اس نے فاطر کے تاثرات دیکھنے کی زحمت نہ کی اور ملاقات گاہ میں چل دی۔ ابھی اسے ان تمام لوگوں کے مسائل سن کر حل کرنے تھے۔

★

www.novelsclubb.com

اس کمرے میں کھڑے اسے آدھا گھنٹا ہونے کو تھا اور تب سے اب تک اسکی نظریں نہ اٹھیں۔ ایک طرف بنی قد آور کھڑکی کے سامنے لگے تخت پر بیٹھے وہ اپنی کتاب ہاتھ میں پکڑے تھا۔ بھنچے جبڑے اور پر سوچ نگاہوں کے پیچھے پیچیدگی تھی۔ اس بے نام نظم کو کیا نام دے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ اسی مسئلے میں الجھا تھا جب کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ کتاب کو جیب میں اڑستے مڑے کف والا آدمی اٹھ کر آگے آیا۔ اندر آنے والی گل نے ریشمی سیاہ اور ہلکے گندمی رنگ کا شاہی لباس پہنا تھا۔ اسکے داستانے والے ہاتھ آگے بندھے تھے جبکہ آنکھوں میں کاٹ تھی۔

''کیوں کر رہے ہو تم یہ سب؟ کیوں میرے خلاف ورغلا رہے لوگوں کے؟'' دانتوں کو سختی سے پیوست کئے زہر خند لہجے میں کہا۔ وہ آپ سے تم پر آچکی تھی۔ فاطر نے گردن ایک طرف ڈھلکاتے اپنی پشت پر ہاتھ پھیرا۔

''مجھے ملکہ سے ہٹوا کر المیرا کو یہاں بٹھانا چاہتے ہو۔ کیا یہی ارادے ہیں تمہارے۔'' فاطر نے کندھے دباتے گردن پیچھے گرائی۔ اسکا سر اچانک ہی چکرانے لگا۔

''بے سکونی کا دوسرا نام ہو تم فاطر اسلام۔ کبھی تو چین سے بیٹھ کے ساتھ والے کو بھی آرام کرنے دو۔'' وہ تیزی سے بولتی گئی جب فاطر کو اپنا وجود حال سے اوجھل

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوتا محسوس ہوا۔ ذہن خالی ہوتے بند ہو گیا، قدموں پر سے اختیار ہٹنے لگا اور اگلے ہی لمحے وہ زمین بوس ہو گیا۔ لڑتی ہوئی گل نے حلق سے نکلتی چیخ روکتے چہرے پر ہاتھ رکھے۔ فاطر اوندھے منہ زمین پر بے ہوش پڑا تھا۔ گل کی آنکھیں ابل کو باہر آنے کو تھیں اور پچھلی سانس اگلی کا راستہ روکے۔ اعصاب کو قابو پاتے اس نے آنکھیں جھپکیں، حلق میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"فاطر؟" انگلی کی مدد سے کندھا ہلایا۔

"فاطر سر؟" جب کوئی آواز نہ آئی تو گل خوف و حراس کے عالم میں پیچھے کی طرف اچھلی۔ دروازے کی جانب بھاگتے اس نے لوگوں کو اندر بلایا۔ اسکے بعد جو ہوا وہ سب کچھ لمحوں کا کھیل تھا۔ دو سپاہی اٹھاتے فاطر کو اس کے کمرے تک لے کر گئے۔ چٹائی پر بچھاتے چہرے پر پانی کے چھینٹے پھینکے۔ کچھ دیر تک وہ بے ہوش اور بے سدھ لیٹا رہا مگر جونہی اعصاب واپس جگہ پر لوٹیں اور آنکھوں کے آگے اندھیرے کے بعد دھند چھٹی تو اسے ایک چہرہ نظر آیا۔ گل جان کچھ فاصلے پر ساتھ

والی چٹائی پر بیٹھی اسکے جاگنے کے انتظار میں تھی۔اسے آنکھیں کھولتا دیکھ اس نے سہارا دیا اور پانی کے مٹکے سے پانی نکالتے اسکے آگے پیش کیا۔

کچھ دن پہلے جب گل بے ہوش ہوئی تھی وہ مارے شرمندگی کے وہاں سے بھاگ گیا تھا آج جب وہ وقت اس پر آیا تو ایک وہی واحد اسکی تیماردار تھی۔وہ ماضی میں واقعی بہت بزدل تھا مگر اب نہیں۔

(کچھ دیر بعد)

فاطر اسلام اب مکمل بیدار ہو چکا تھا۔چٹائی پر دوزانوں ہو کر بیٹھے اس کے ایک ہاتھ میں پانی کا برتن تھا اور دوسری میں اپنی کتاب۔(بے ہوشی کے وقت وہ جیب سے گر گئی صد شکر وہ کسی اور کے بجائے گل جان کے ہاتھ لگی تھی)۔

”میں جانتی ہوں وہاں آپ کی موجودگی کا مطلب اتنا سیدھا نہیں۔“فاطر نے سر اٹھا کر سامنے والی دیوار کے ساتھ لگی گل کو دیکھا۔ملکہ کا تاج اور پلو اسکی حیثیت میں

اضافہ کرتے تھے۔"کیا چاہتے ہیں آپ؟" فاطر نے چہرہ جھکاتے گہری سانس لی۔ بالوں میں ہاتھ چلاتے انہیں سلجھایا۔

"ادوب کو المیرا کی نگرانی پر لگادو۔"

"کیوں؟" نچلا لب کترتے وہ کتاب کے سرورق پر دستک دینے لگا۔

"اسے مرحم پٹی کی ضرورت ہے، صاف غذا اور صحیح لباس اسے وہاں میسر نہیں۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا؟" فاطر ہونز نیچے دیکھ رہا تھا۔

"میں اس سے ملنے گیا تھا۔" مرد کے اعتراف پر وہ سکتے میں چلی گئی۔

"آپ اس سے ملنے گئے تھے؟" الفاظ دہرائے تو فاطر نے سر اثبات میں ہلایا۔ گل کچھ دیر لاجواب سی دیکھتی رہی۔

"جب آزاد تھی تو خار کھاتے تھے، قید ہوئی تو رحم آنے لگا۔" فاطر نے ہارنے کے سے انداز میں گردن جھکا دی۔ مجبوری بھی کیا کیا کرواتی ہے۔ کچھ پل اس کمرے

میں خاموشی رہی۔ یقیناً وہ فاطر کے ان مطالبات کے پیچھے کی وجہ جاننا چاہتی تھی۔ کتاب کو جیب میں اڑستے وہ اپنی جگہ پر کھڑا ہوا۔

''تم کچھ دیر کے لیئے اسے ہتھکڑیوں میں ہی صحیح تہ خانے سے باہر نکلنے کی اجازت دے دو۔ اس کے پاس ضروریاتِ زندگی کی بنیادی سہلویات بھی نہیں۔ اس قدر اندھیرے اور بدبو میں وہ زیادہ عرصہ جی نہیں پائے گی۔'' گل نے اسکے التجائی لہجے پر آ ئبرو اچکائی۔

''آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟''

''میں تم سے درخواست کررہاہوں۔'' گل نے سرتاپیر فاطر کو دیکھا۔ ہونٹ کا کونا استہزائی مسکراہٹ میں اٹھایا۔

''اور اگر میں یہ درخواست قبول کرلوں، تو؟'' فاطر کے تاثرات رضاکارانہ تھے۔

"تو میں تمہارے راستے میں آنا چھوڑ دونگا۔" گل کچھ دیر سوچتی رہی پھر اثبات میں سر ہلاتے جیسے ہامی بھر دی۔ باہر آ کر بھی وہ کیا ہی کر لے گی اور فاطر کے ساتھ المیرا دو قدم چل نہیں سکتی کجا کے کوئی منصوبہ بندی کرے۔

"میری ایک اور طلب بھی ہے۔ میں مریضوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ آج اپنی حالت کے بعد مجھے نہیں لگتا اب میرے پاس زیادہ وقت بچا ہے تو جب تک زندہ ہوں میں ان بیماری سے لڑتے لوگوں کے کام آنا چاہوں گا۔" گل کو یہ مطالبہ پہلے سے معیوب نہیں لگا سو با آسانی ہامی بھر دی۔ وہ دبیر سے زیادہ خود کو یہ یقین دلا رہی تھی کے نیکی آج بھی اسکی اوڑھنی ہے، رحم دلی اور شفقت اب بھی اسکا قائدہ۔ فاطر اسے ممنون نظروں سے دیکھتے مسکرایا۔ پاؤں میں جوتا پہنتے یقیناً وہ باہر جانے والا تھا۔

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے آپ المیرا سے نفرت کرتے تھے۔" باہر جاتے قدم بیچ راہ الفاظ کی بیڑیوں نے جکڑ لیئے۔ "پھر یہ سب کرنے کا مقصد؟" ایک یہی تو معمہ

اتنے دنوں سے حل نہیں ہو رہا تھا۔ نفرت تھی تو خیال کیوں تھا؟ شرمندگی تھی تو فاصلے کیوں نہیں برداشت؟

بنا پلٹے اسکا لہجہ حتمی تھا۔ ''میں اس کی بے سکونی سے لاپرواہ نہیں رہ سکتا۔'' گل وہ عورت جس کے پاس دلائل ہمہ وقت ہوتے ہیں فاطر کی اس حالت کو وہ بھی بیان نہ کر سکی۔ فضائیں رخ پھیر سکتی تھی؟ قدرت کے قوانین بدل سکتے ہیں مگر فاطر اور المیرا کا کندھے سے کندھا اور سوچ سے سوچ ملنا غیر یقینی تھا۔

''ایک کو جلنا آتا تھا، تو دوسرے کو جلانا۔'' کچھ عرصہ پہلے کہے الفاظ کان میں پڑے تو وہ زیرِ لب مسکرائی۔ دنیا کی تمام عورتوں میں بس ایک المیرا ہی اس مرد کے ساتھ جچتی تھی۔

★★★★

www.novelsclubb.com

باب منصف

ماہِ ملکہ پر ایک گہری رات اتری تھی۔ ہر ذی نفس سونے کی کوشش میں غرق تھا یا سو چکا تھا۔ ایسے میں دبے قدم اٹھاتے دوسری منزل پر موجود طب خانے میں آؤ جہاں بند پردوں کے پار دو سے تین بستر موجود تھے۔ سب بستروں کی چادریں ان چھوئی تھیں ماسوائے ایک کے جس پر لیٹا کم سن وجود سکون سے سویا تھا۔ ہلکے ہلکے سانس لیتے وہ فاطر اسلام کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

کل سے اسکے ماں باپ لاپتہ تھے۔ گل سے پوچھنے کا فائدہ نہیں تھا۔ ماہِ ملکہ میں لاپتہ ہونے کا ایک ہی مطلب ہوتا تھا، موت! فاطر نے اکڑے کندھوں کو آزاد کرتے ٹانگیں لمبی کیں اور سر کرسی کی پشت سے لگا لیا۔ اسکی زندگی ہر وقت کے مسائل اور انتشار کے بھنور میں پھنس کر رہ گئی تھی۔ ایک بھی لمحہ چین کا نہیں تھا۔ کب کونسی سازش دروازے پر دستک دے کیا معلوم۔ نیند تو جیسے اس سے روٹھ ہی گئی تھی۔

آنکھیں بند کیئے وہ اس نئے مسئلے پر غور کرنے لگا۔ اسے کافی دنوں کمزوری محسوس ہو رہی تھی مگر یوں بے ہوش وہ پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ اپنی بے ہوشی سے پہلے کے لمحات دہرانا شروع کیئے۔ ملاقات کمرے کے باہر آنے سے پہلے وہ دوپہر کا کھانا کھا کر آیا تھا۔ آنکھیں جھٹ سے کھلیں۔ جسم ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا۔ ذہن کی تمام سوچ کے خانے کھل گئے۔ اس پر یہ کمزوری کی کیفیت ہمیشہ کھانے کے بعد ہوا کرتی۔ پلکیں سکڑ کر آنکھوں کے قریب آئیں۔ کافی بڑا دعوہ تھا لیکن کیا اسے کھانے

میں کچھ ملا کر دیا جارہا تھا؟ یقیناً کچھ ملایا جارہا تھا۔اسکے دشمن کم تھوڑی تھے۔خود ہی مسئلہ پیدا کیا پھر خود ہی اسکا حل بنایا اور اب اسی حل پر اپنے ہاتھوں سے مہر لگادی۔ اکیلا بندہ بھی کیا کیا کرے۔

یو نہی سوچ میں ڈوبے ہاتھوں کی مٹھی بنا کر ہونٹوں پر رکھی جب کمرے کے باہر کسی کی چاپ سنائی دی۔فاطر اسلام کی تمام تر توجہ دروازے کے باہر سے آتی آواز پر ہوئی۔ادھر قدم قریب آتے ادھر خادم کی دھڑکن مدھم ہوتی۔ بنا ملے وہ آنے والا کا منتظر تھا جب پردہ ہلکا سا ہٹایا گیا اور اس سے پہلے کے فاطر اسلام آنے والے پر اپنے قلم کی نوک سے حملہ کرتا دبیر السازار اندر آتے ایک طرف ہو گیا۔ایک اگر اپنا دفاع کرنا جانتا تھا تو دوسرا بھی اس سے کم نہیں تھا۔

فاطر کی آنکھوں میں بے یقینی تھی اور دبیر اسکے لیئے یہ جیسے روزمرہ کی بات تھی۔ ہاتھ میں پکڑے قلم اور دروازے کے قریب کھڑے قدموں کو دیکھتے وہ خود کو پہچان نہ سکا۔ یہ اس کا کون سا روپ ہے۔اپنی موت سے وہ ہمیشہ لاپرواہ تھا۔اسے

www.novelsclubb.com

عزیر کا خود پر کروائے جانے والا حملہ یاد آیا تو ہاتھ کانپنے لگے۔ ماہِ ملکہ نے اسکے اندر موت کا خوف گھول دیا تھا۔ وہ اب ہر پل کی سانس گن کر لے گا۔

"میرے ہاتھ بندھے ہیں سیدی۔ میں کچھ بھی کرنے سے مجبور ہوں۔" فاطر تھک کر واپس بیٹھ گیا، گردن کندھوں سمیت جھکا لی۔ دبیر نے بھی مداخلت نہ کی اور آگے بڑھ کر ایک خالی بستر پر بیٹھ گیا۔ زنجیر کی جھنکار کے بیچ دبیر کی سسکی سنائی دیتی۔

"تمہاری یہ بیڑیاں کب اترے گیں؟"

"موت پر۔" دبیر کے خالی الذہنی میں دیئے جواب نے فاطر کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی پھیلا دی۔ دھیرے سے گردن اٹھا کر فاصلے پر بیٹھے آدمی کو دیکھا۔ دونوں کے بیچ لحاف میں جمین لیٹا تھا۔

"کس نے پہنائی تمہیں یہ بیڑیاں؟" اب کے اسے ترس سمیت غصہ بھی آیا۔

"دبیر نے۔" کیا تھا وہ انسان۔ ناامید یا لاپرواہ؟ ظالم یا مظلوم؟ دبیر خاموشی سے اس چھوٹے بچے کو دیکھنے لگا۔ فاطر کے لیئے اسکے خیالات پڑھنا ناممکن تھا۔

"تم اتنے دن کہاں قید تھے؟" کچھ دیر بعد استفسار کیا۔ دبیر نے جواب نہیں دیا۔ فاطر منتظر تھا اور دبیر شاید ذہنی طور پر غیر حاضر۔

"تم نشے میں ہو؟" سابقہ شاگرد کی تقریباً بند آنکھوں کو بغور دیکھتے اس نے یونہی اخذ کیا۔ دبیر سانس لیتے اس ننھے وجود کو دیکھنے لگا۔ اسکے ذہن میں جو حشر برپا تھا اس سے ہر راہ گزر غیر آشنا تھا۔

"دبیر تمہارے ساتھ کیا چل رہا ہے؟"

"المیرا کے قریب رہیں۔" فاطر کے الفاظ زبان کی نوک پر ٹھہر گئے۔ معدے میں تتلیاں سی بھر گئیں۔ دل بنا انتظار کیئے سر تن من سب اس حکم پر وارنے کے لیئے دھڑکا۔

"اس کو تنہا مت چھوڑنا۔اس کے ارد گرد ہی فرار ہے۔" فاطر اسکے آخری جملے پر الجھا۔ دبیر السازار نے نظریں اٹھائیں تو وہ ویسی ہی تھیں۔ خالی ! کیا وہ فاطر کو کوئی اشارہ دے رہا تھا؟ اگر ہاں تو کیسا اور کیا۔

"کماری کو کتنا جانتے ہو؟" سامنے والے نے پہلی بار قدرے ناسمجھی سے دیکھا۔ "المیرا پر نظر رکھنے کے لیئے کماری ہی کو کیوں منتخب کیا ہے۔ قیدیوں کا نگران تو حبتہ اللہ ہے اصولاً یہ کام اسے کرنا چاہیئے۔" فاطر کی بات میں وزن تھا مگر دبیر کے قریب کوئی جواب نہیں۔

"مجھے گل نے ایک مرتبہ بتایا تھا کہ کماری ہمیشہ سے ایسی نہیں۔ ایک سپہ سالار ہونے سے پہلے وہ ایک عام سی زندگی گزارتی تھی..... اپنی بیٹی کے ساتھ۔ مجھے شک ہے وہ ابھی بھی ویسی زندگی گزارنا چاہتی ہے۔"

"کہنا کیا چاہ رہے ہیں؟" فاطر اپنی جگہ پر آگے ہوا۔ ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ایک دوسرے میں پھنساتے امبر آنکھیں مانند رہیں۔ ان کی روشنی دو منزل نیچے قیدی کے پاس تھی۔

"یہی کے فوج کی سپہ سالار کماری بھی ہماری طرح یہاں سے فرار کی امیدوار ہیں۔" کوئی سور تھا جو فاطر کے ان الفاظ سے آس پاس سنائی دیا۔ دونوں مرد بنا نگاہ پھیرے سیدھ میں دیکھتے رہے۔ فاطر ہمیشہ کی طرح پر عزم مگر دبیر حیرت انگیز طور پر کچھ دلچسپ۔

"اور آپ کو کیونکر ایسا لگا؟" فاطر نے شانے اچکائے۔

"اندازہ۔"

"اندازہ؟" دبیر کے سوالیہ حیرت پر وہ بس گردن ہلا کر رہ گیا۔

www.novelsclubb.com

"آپ کب سے اندازوں کی بنیاد پر نتیجے نکالنے لگے سیدی۔" دبیر کی فکر پر فاطر نے مسکراتے ہوئے جمین کو دیکھا۔ وہ نیند میں کسمسایا۔

"جب سے وقت ہاتھ سے نکلنے لگا۔" جمین کو تھپکی دے کر سلاتے آدمی کو دبیر حیرت سے دیکھ کر رہ گیا۔ فاطر اسلام کے چہرے پر آسودگی تھی، اطمینان لا پتہ تھا۔

"پھر خدا کرے آپ کا اندازہ درست ثابت ہو۔" دبیر السازار اور خدا کی باتیں۔ وہ نہ اپنے دین سے واقف تھا نہ خود کی ذات سے۔ یہ جملہ اس نے فاطر کے دھرم کی پیش گوئی میں کہا تھا۔ دبیر پردہ ہٹاتے چلا گیا تو فاطر وہیں بچے کے سرہانے بیٹھا رہا۔ پل بھر کی مایوسی غائب ہو چکی تھی۔ اب وہاں گہرا اطمینان تھا۔ کون جانے کیوں۔

★

ان دونوں سے دور ہم ذرا چل کر پہلی منزل میں آتے ہیں جہاں ملکہ کی آرام گاہ ہمارا کافی مرتبہ مسکن بنی ہے۔ جہازی بستر پر لیٹے وجود کی آنکھوں میں شک اور

www.novelsclubb.com

سوال تھے۔ سنہری لٹ انگلیوں پر لپیٹتے گل جان دوپہر کے واقع کو ذہن سے نکالنے میں شکستہ تھی۔

(”مجھے یاد ہے میرا چوتھا دن تھا اور میں رات کو چار بار اس احساس سے اٹھی تھی کے کوئی مجھے دیکھ رہا ہے۔ پہلے یہ میرا وہم تھا مگر اگلے دن مجھے اپنے ڈور سٹپ پر کسی کے جوتے کا نشان ملا۔ ہیں نا حیران کن دو نہیں صرف ایک جوتے کا نشان!“)

(”صرف خون کے دھبے نہیں مجھے آوازیں بھی آتی ہیں (آدمی کی آواز سے لگتا تھا وہ کسی پل بھی رو دے گا) مجھے انسانی سرگوشیوں کی آواز آتی ہے۔ مجھے لگتا ہے میرے پر ہر وقت نظر رکھی جارہی ہے۔ میں صبح اٹھتا ہوں تو اپنے ہی جسم کو مفلوج پاتا ہوں مجھے چہرے دکھتے ہیں، مجھے قہقہے سنائی دیتے ہیں۔“)

”ایک سی کہانیاں مگر دنیا مختلف۔“ کروٹ بدلتے اس نے دونوں ہاتھ گال تلے رکھے۔ اسکی چھٹی حس بار بار کسی بے نام سمت اشارہ کر رہی تھی۔ نگاہوں کے سامنے اپنے لیپ ٹاپ پر کھلا وہ مضمون یاد آیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

(سات سے آٹھ تصاویر پر مبنی ایک بے نام سا portfolio سکرین کی ساری جگہ لیئے ہوئے تھا۔ غور کرنے پر معلوم ہوا وہ کیمرہ سے کلک شدہ تصاویر نہیں انسانی ہاتھ اور رنگوں کی تخلیق کی گئی پینٹنگز ہیں۔

جو بہت عجیب اور بے معنی سی لگ رہی تھیں۔

ایک چمکدار تخت پر بیٹھی ملکہ کا ایک غیر واضح پورٹریٹ، اٹھی گردن اور چیختا ہوا غرور۔

نارنجی اور بھورے رنگوں میں بنی ایک سے زیادہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے مرد واش پینٹنگ میں مقید۔ قیدیوں کے چہرے بھونچال میں اور ان کی کمر جھکی ہوئی۔

کہیں ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتی عورتیں، کہیں پانی میں ڈوبتے ہاتھ۔

ملکہ، غلام، روشنی!)

"ان تصاویر کا مصور کون ہو گا؟ کیا وہ بھی یہاں سے وہاں گیا تھا یا وہاں سے یہاں آیا تھا؟ اس سب کا ہماری دنیا تک آنا.... اس کے لیئے یقیناً وہ واپس آیا ہو گا، مگر کیسے؟"
ذہن میں سوالات کی بھگدڑ تھی۔ خیالات کا تسلسل ٹوٹتا اور ایک نئی سوچ جنم لے لیتی۔ سوچ سوچ کر اسکے ذہن کے پھٹے درد کرنے لگے تھے جب وہ تھک کر اٹھ بیٹھی۔ کنپٹی کو انگلیوں کی پوروں سے سہلاتے اس نے سر گھٹنوں میں گرا دیا۔

"اگر یہ متوازی دنیا ہے تو یہاں سے واپس کیسے جایا جائے؟"

"واپس جا کر کرنا بھی کیا ہے؟ یہاں تم حاکم ہو اور وہاں کچھ بھی نہیں۔"

"مگر یہاں موت کا خطرہ ہے۔ میں کسی وقت بھی مر سکتی ہوں۔"

"موت تو ہر جگہ ہے۔ اس سے بھاگ کر تم جہاں بھی گئی وہ وہاں بھی تم تک آ پہنچے گی۔"

اسکا وجود دو حصوں میں بٹ چکا تھا۔ ایک اسے راہِ راست پر لاتا تو دوسرا اسے سرخاب کے پر دکھاتا۔ کوئی تھا بھی نہیں جس سے وہ مشورہ کر سکے۔ اچانک بیدار ہونے والے خیال پر اس نے گھٹنوں سے سر نکالا۔ کس نے کہا وہ تنہا ہے؟ بستر کے ساتھ موجود دراز کھولا سامنے ہی سیاہ ورق والی کتاب اپنے اکیلے پن کو رو رہی تھی۔

گل کی آنکھیں ٹمٹمائیں اور اس نے جھٹ سے کتاب اٹھائی۔ دراز کے اوپر ہی قلم سیاہی کے ساتھ ماہِ ملکہ کی وہ روشن کشتی جیسے مہر رکھی تھی۔ مہر پر بنے چاند نے دھیرے سے اپنا رخ بدلا۔ قلم اٹھاتے وہ سوچ میں ابھرتے ہر خدشے اور پہیلی کو کاغذ پر اتارتی گئی۔ فارغ ہونے کے کچھ دیر بعد اس نے کتاب اکیلے سڑنے کے لیئے دراز میں واپس پھینک دی اور سونے کی تیاری کی۔ صبح اٹھ کر اب مسئلے حل کرے گی۔

تمام مصائب سے دور وہ خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔ بستر پر سویا وجود نیند میں خاموش تھا۔ دونوں بازو اطراف میں جبکہ گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی۔

www.novelsclubb.com

کچھ دیر اسے یونہی بے حس و حرکت لیٹا دیکھتے رہو۔ یک دم ہی اسے اپنے کندھے پر کسی کا لمس محسوس ہوا تو ذرا سا کندھا ہلا دیا۔

کچھ وقت گزرا اور تن تنہا لیٹی لڑکی کو اس بار اپنی بائیں نبض پر کچھ چبھن سی ہوئی۔ بائیا ہاتھ اٹھاتے اس نے ہوا میں جھلایا جب اسکی ہاتھ کی پشت کسی کی گال سے جا لگیں۔ گل جان کا وجود نیند میں برف ہوا۔ جھٹکے سے آنکھیں کھولتے وہ اچھل کر سیدھی ہوئی۔ گہری سانسیں لیتے ادھر ادھر دیکھا تو کمرہ اندھیرے میں ڈوبا دکھا۔ عینک اٹھانے کے لیئے ہاتھ چلایا تو اسے چہرہ پر لگاتے دوبارہ اندھیرے میں غور کیا۔ نتیجہ ہونزو ہی رہا۔

کمرے میں اسکے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے خود کو چھوا کہیں وہ خواب تو نہیں تھا۔ پھر بازو پر چٹکی کاٹی۔ سسکی نکل آئی مگر بے یقینی کم نہ ہوئی۔ کمرے میں اس کے سوا اگر کوئی نہیں تو پھر وہ لمس، وہ گال، وہ کھردار چیز......کچھ دیر وہ ہاتھ پہلو میں گرائے لحاف میں بیٹھی رہی۔ خوف تھا کے سونے

نہیں دے رہا۔انا تھی کے وہ کسی کو مدد کے لیے پکار نہ سکی۔یک دم ایک خیال نے جیسے سر اٹھایا۔دل کی دھڑکن کو ہاتھ سے محسوس کرتے وہ نیچے جھکی اور دراز کھولا۔ کتاب کو وہی رکھا دیکھ کر اس نے سکھ کی سانس لی۔

یہ صرف کچھ صفحات کو جڑا دستہ نہیں گل جان کے ہر چھوٹے بڑے منصوبہ کی حفاظت گاہ تھی۔ اس کے رازوں کی کنجی اگر ماہِ ملکہ کے ہاتھ لگ گئی تو غضب ہو جائے گا۔پشت پائنتی سے جوڑتے اس کا ایک ہاتھ ابھی بھی دل کے مقام پر تھا۔ دھڑکن تو قابو میں آگئی البتہ اس نے ساری رات یونہی بیٹھے سوتی جاگتی سی کیفیت میں گزار دی۔ میز پر موجود مہر وقتاً فوقتاً چل بجھ رہی تھی۔ موت کا خطرہ اچھے اچھوں کی نیند اڑا دیتا ہے یہ تو پھر ایک زندگی سے محبت کرنے والی لڑکی تھی۔

★

اگلی صبح

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس قید میں وقت گزرنے کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ ہر سو اندھیرا اور تنہائی اسے لپیٹے رکھتی تھی اور اوپر سے اسکے اپنے پچھتاوے۔ لاشعوری طور پر وہ کل سے فاطر کی منتظر تھی۔ اسی انتظار میں وہ ماضی کے ایک سفر سے بھی ہو آئی۔

ساتھ سال قبل، مصر

وہ آزاد تھی بھلے محسن حسین اسے کتنا جتائیں کہ وہ انگاروں پر چل رہی تھی، اپنے تئیں وہ ایک جہنم سے رہائی پا کر آئی تھی۔ "کہا تھا نا امی میں دوسری حسنہ نہیں بنوں گی۔" اسکی ائیر پورٹ والی حرکت پر ڈانٹتے محسن کی باتیں ایک کان سے دوسرے سے نکالتے وہ دل ہی دل میں خود کو داد دیتی رہی۔ پوری عمر اس کے باپ نے انہیں ستایا تھا اب کچھ قرض اس کو بھی تو چکانے تھے۔

اسکے پہلے سیمسٹر کی شروعات ہو چکی تھی اور تف تو یہ المیرا کو اپنے مضمون کا سر پیر بھی نہیں آتا تھا۔ پہلے دن تو وہ کلاس لینے گئی ہی نہیں۔ بھلا پہلے دن کون کلاس میں جاتا ہے اور پھر یہ پہلا دن پورے چھ دن قائم رہا۔ "پہلے ہفتے میں کون پڑھائی کرتا

ہے۔'' اپنی طرف سے اس نے کافی پاکستانی بات کی تھی مگر اس وقت خود مختار صاحبہ یہ بھول چکی تھی یہ نہ پاکستان ہے اور نہ ہی کالج کی پڑھائی۔

ہفتے بعد اس نے پہلی مرتبہ ہاسٹل سے باہر قدم رکھا۔ المیرا گھومنے پھرنے کی شوقین نہیں تھی۔ اسکے دن کی شروعات بستر پر دائیں رخ لیٹ کر فون چلانے سے ہوتی اور اختتام بائیں رخ پر لیٹ کر پھر فون چلانے پر ہوتی۔ پیلے چکن کاری کے کرتے اور بیل باٹم سفید پاجامے کے ساتھ اس نے گلے میں سفید دوپٹہ پانچابی فلموں کے ہیرو کی طرح لے رکھا تھا۔ خوبصورت بال سیدھ میں کمر پر تھے جبکہ ہاتھ اور چہرہ باقی کسی بھی تیاری سے غافل۔

www.novelsclubb.com

ایک کندھے میں اپنی فائل پھنسائی وہ فون میں مصروف تھی جب اپنے پیچھے سے آتی آوازوں پر یونہی رک گئی۔ یہ کینٹین کا منظر تھا اور کچھ ہی فاصلے پر تین سے چار لڑکے بیٹھے شاید نہیں یقیناً اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ چہرے پر پھیلی مسکان سے المیرا کے ذہن مین بس ایک ہی آواز آئی۔ ''نسل اور ملک بدل سکتا ہے مگر ان مردوں

کی فطرت نہیں۔" المیرا نے ایک کاٹ دار نگاہ ان پر ڈالی اور اردو میں زیرِ لب کانوں کو ہاتھ لگانے والی تعریف کرتے آگے بڑھنے لگی۔

"فریشر۔" ایک لڑکا ہانک لگاتے اچھل کودتے اس کے راستے کی رکاوٹ بنا۔

"اتنے دنوں بعد باہر نکلی اور تازہ ہوا کی جگہ تازہ ترین جراثیم مل گئے۔" انجان بولی کی وجہ سے اس لڑکے کی آنکھیں چھوٹی ہوئیں۔

"کس ملک سے ہو؟" انگریزی میں پوچھا۔ المیرا نے بھی کسی تمیز تہذیب کا لحاظ نہیں رکھا۔

"جہنم سے۔" سامنے والے نے تعریفی آئبرو اچکائیں۔

"جہنم میں ایسی قیامتیں بھی ملتی ہیں؟" خون کے گھونٹ بھرتے المیرا نے اس سر کھپانے والی شے کو دیکھا۔ کہنی میں پھنسائی فائل ہاتھ میں لی۔ لڑکا ڈھٹائی سے

مسکراتا دو قدم آگے آیا جب المیرا نے ہاتھ میں پکڑی فائل اسکے سر پر مارنے کی نیت سے اٹھائی۔

"ارشن بھائی۔" ابھی المیرا کا ہاتھ آدھے راستے میں تھا جب پیچھے سے آنے والی آواز پر ارشن نامی لڑکے نے رخ پھیرا۔ جہاں اسکے چہرے پر ایک سہانا تاثر آیا تھا وہیں المیرا اپنی ناکامی پر پچتائی۔ کیا تھا جو وہ حسینہ دو منٹ بعد آجاتی۔

چست ٹائیگر پرنٹ کا غلابی لباس جو اسکے گھٹنوں سے نیچے آتا تھا وہ لڑکی اپنی اونچی سرخ ہیلز پر چلتے آگے آئی۔ ماڈلز جیسی قامت، چمکتا صحراؤں جیسا رنگ، گھنگرالے سیاہ بال، ہلکی سبز نیلی آنکھیں اور ہونٹوں کے کنارے ایک بھورا تل۔ آنے والی سراپا حسن تھی اور ہر ادا المیرا سے مختلف۔

سینے پر بازو باندھے وہ فکرمندی سے ارشن نامی اس لڑکے کو دیکھنے لگی۔ "میں اپنے بھائی کی طرف سے معذرت کرتی ہوں۔ یہ آج کل ڈپریسڈ ہیں ذرا اور نہ یہ عورتیں کی کافی عزت کرتے ہیں۔" المیرا کے سامنے اپنے بڑے بھائی کا دفاع کرتے اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نے معذرت کی۔ پیلے جوڑے والی نے پہلے دونوں بہن بھائیوں کو دیکھا اور پیچھے کھڑے چوکنا گارڈز کو۔ تبھی اسے احساس ہوا کہ اس لڑکی کے آتے ہی ہلچل تھم گئی تھی۔ دحشت کے بادل اسکے گرد گرجتے تھے۔المیرا کو یک دم اس لڑکی سے حسد ہوا۔

"کیا چاہ رہے ہیں اخی (بھائی) آپ؟ جدي (دادا) آپ کو دوبارہ مینٹل وارڈ بھیج دیں۔" اسکے لفظ میں دبی دبی شرمندگی تھی۔ ہاتھ آگے بڑھاتے اس نے خود سے بڑے بھائی کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ارشن جو کچھ دیر پہلے شیر بنا تھا اب سوکھے پتے کی طرح کانپنے لگا۔ المیرا تو یہاں علم کی شمع جلانے آئی تھی کامیڈی شو دیکھنے تھوڑی۔

اگلے ہی پل وہ لڑکی ارشن کے قریب جھکتے عربی میں کچھ کہنے لگی۔ المیرا بولی نہ سہی لہجے تو پھڑک سکتی تھی اور اس لڑکی کا انداز کہتا تھا "کہ میں ہر جگہ آپ کو بچانے نہیں آؤنگی۔" فوراً پیچھے ہوتے اس نے اپنے بھائی کا ہاتھ تھاما اور گارڈز کی میت میں

آگے بڑھ گئی۔ دو قدم اٹھاتے اس نے پلٹ کر المیرا کو دیکھا۔ شرمیلی سی مسکراہٹ اس کے لپ سٹک سے سجے ہونٹوں پر آئی۔ ہاتھ لہراتے خداحافظ کیا اور "میرے بھائی سے مت ڈرو۔ یہ بے ضرر ہیں بے چارے۔" انگریزی میں کہتے راستوں میں غائب ہو گئی۔

المیرا تو ہکا بکا رہ گئی۔ کیا یہ سارے مصری یونہی پاگل ہیں یا اس کے نصیب میں خاص نمونے لکھے تھے۔

یہ تھا المیرا عنایت محسن کا خابیدہ مار سلین سے پہلا تعرف جس میں وہ بری طرح اس کے حسد میں مبتلا ہوئی تھی۔ اسے بھی وہی طاقت اور موجودگی کی چاہ تھی جس میں لوگوں کی نظریں جھک جائے، جس میں مرد کانپیں اور عورتیں رشک سے اسکے پاؤں میں آ گریں۔ اس وقت اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ پہلی ملاقات آخری نہیں ہے۔

حال

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دستک کی دھڑ دھڑ پر وہ ہڑبڑا کر جاگی۔ جانے وہ کب سوتی تھی اور کب جاگتی تھی۔ آنکھوں پر ہاتھ رکھتے اس نے روشنی کے سمت دیکھا۔ آج دوسری مرتبہ جیل کی سلاخیں کھولی جارہی تھیں۔ المیرا اٹھ کر سیدھی بیٹھی۔ انداز میں کسی سے ملنے کی جلدی تھی جب اس کی ساری امید جھاگ کی مانند بیٹھ گئی۔ وہ اپنی اس کیفیت کو سمجھنے میں اب تک ناکام تھی۔

سامنے فاطر کے بجائے نارنجی بالوں والی ادوب گہرے سرخ لباس اور سرمئی واسکٹ میں موجود نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ اسکے ہاتھ میں ایک ڈبہ تھا جسے دیکھ کر لگتا تھا اس میں مرہم پٹی کا سامان ہے۔

www.novelsclubb.com

"ملکہ ماہ کے احکامات پر میں اور مجھ سمیت کچھ وزرا، سپاہی اور ملازمین لوگوں کو ماہِ ملکہ کے نظام کے خلاف کر رہے تھے۔ ملکہ کے کہنے پر ہی ہم نے پیغامات بانٹیں، ملاقاتیں منعقد کیں اور لوگوں کو یہ احساس دلایا کہ انہیں اپنے خلاف ہونے والی زیادتی کے لیئے بولنا ہوگا۔"

ادوب کو دیکھتے ساتھ المیرا نے خود کو دوبارہ اسی دربار میں پایا۔ وہ جو اسے نگار کے خلاف استعمال کرتی تھی خود اسی کے ہاتھوں اپنی گردن کٹوا بیٹھی۔ نجانے کیوں اسے ادوب کے بجائے خود پر غصہ آیا۔ بنا کچھ کہے ادوب گھٹنوں کے بل اسکے سامنے جھکی۔ تین دن پرانا لباس اور تین دن پرانے زخم۔ المیرا نے رخ پھیر لیا تب ہی اسی قید خانے کے باہر کماری کھڑی دکھی۔ ساتھ بیٹھی مشیر اب اسکی آستین اوپر کیئے بازو پر بنی خراشوں کو روئی سے صاف کرنے لگی۔

دیوار سے لگ کر بیٹھی عورت خود کو بے نیاز ظاہر کر رہی تھی جبکہ در حقیقت وہ نظر ملانے کی ہمت نہیں رکھتی تھی۔ غرور ایک ایسا کانچ تھا جو جب بکھرا اسکے اعتماد کو زخمی کر گیا۔ المیرا کو یقین تھا ادوب پیٹھ پیچھے اسکی خود اعتمادی پر ہنستی ہو گی۔

"میں ایسی نہیں ہوں۔" ادوب بے اختیار بول بیٹھی۔ "مجھے نہیں معلوم یہ سب مجھ سے کب کیسے ہو گیا۔ مگر باخدا ملکہ حضور میں ایسی نہیں ہوں۔" جھکے سر کی وجہ

www.novelsclubb.com

سے اسکی ٹھوڑی گردن سے جالگی۔المیرا کی مرہم پٹی کرتی انگلیوں پر اسکی گرفت کمزور ہوئی۔

''میں نے سبز باگ دیکھ لیئے تھے۔غلط لوگوں پر اعتبار کرلیا۔اپنی حیثیت سے زیادہ کی لالچ نے مجھے آج یہاں کھڑا کردیا ہے جہاں میں خود سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں ہوں۔''سرخ لباس والی لڑکی کی آنکھ سے پھسلتا ایک آنسو المیرا کی ہتھیلی پر آگرا۔زمردار تکاز میں سناٹا تھی۔اسے لگا دوب اس کا مذاق اڑائے گی وہ تو الٹا یہاں اپنی حالت پر آنسو بہا رہی تھی۔

''دوسروں کو نیچا دکھا کر تمہاری انا کو سکون ملتا ہے۔''اس وقت کے کہے گل کے الفاظ فالتو لگے مگر المیرا کو اب اندازہ ہو رہا تھا کے ان کی وقعت کتنی بھاری ہے۔ہر کوئی المیرا تھوڑی نہ ہوتا کے دوسروں کی بے بسی پر لطیفے کس کر قابل فخر محسوس کرے۔اسیر کو ایک مرتبہ پھر اندازہ ہوا وہ کس قدر قابلِ نفرت ہے۔

''میں آپ کے بہت سے فیصلوں کی مخالف تھی مگر باخدا ملکہ میرا ارادہ بغاوت کا کبھی نہیں تھا۔ میں بہتان لگانے والوں میں سے نہیں ہوں ملکہ۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دیں۔'' المیرا کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر دباتے اس کا سر اب تک جھکا تھا۔ ہر روز اس عورت پر حیرت کا ایک نیا پہاڑ ٹوٹتا۔ جابر تو وہ تھی پھر توبہ کوئی اور کیوں کرنے لگتا؟

''تمہیں کس نے بھیجا ہے؟'' بہت دیر تک خاموش رہنے کی وجہ سے اسکی آواز بیٹھ چکی تھی۔ ادوب نے جلدی جلدی اپنے آنسو پونچھے۔

''موجودہ ملکہ کا حکم ہے کے آپ کو آج مخصوص وقت کے لیئے سپاہیوں کی نگرانی میں باہر آنے کی اجازت دی جائے۔'' ادوب اب اسکی آنکھ کے قریب موجود خراش کو صاف کرنے لگی۔

''اور نگار؟ وہ خاموش رہی۔''

''ملکہ نے ان سے پوچھے بنا مجھے بلا کر کماری کے ساتھ بھیجا ہے۔''المیرا تو گل کی جرائت پر ہی لاجواب ہوگئی۔وہ نازک پری اتنی بڑی شیر کب بنی۔

''اور موجودہ ملکہ کو مجھ پر یہ رحم کیوں آیا؟''کچھ دیر کے بعد اس نے خود ہی سوال کیا۔ماہِ ملکہ میں اصول یوں نہیں بنتے،اس کے لیئے یہ سب ہضم کرنا تھوڑا زیادہ تھا۔

''آپ کے خادم نے آپ کی سفارش کی ہے۔''المیرا کو لگا اس نے اندھیروں سے روشنی کی طرف سفر کرلیا۔آس پاس کی بدبو، حبس، گھٹن سب غائب ہوگئی اور ان کی جگہ بہار، پھول، مہک نے لے لی۔''آپ کے خادم''ان لفظوں کو سنبھال کر وہ سماعت سے لگائے رکھتی تب بھی ان سے ملنے والی خوشی کم نہ ہوتی۔

اس کے زخموں کو صاف کرنے میں مزید کچھ وقت لگا۔اسکے بعد جیل سے باہر نکلتے کماری نے اسکے دونوں ہاتھ زنجیروں سے باندھے۔وہ بیڑیاں یاددہانی تھیں کے اس نے پلٹ کر واپس قید ہی ہونا ہے۔کماری اور ادوب کے درمیان میں چلتے اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نے پہلی مرتبہ اپنے ارد گرد کا بغور جائزہ کیا۔ راہداری، سیڑھیاں، دروازہ اور پھر ایک اور راہداری کے بعد دور ہی سیڑھیوں پر پڑتی وہ روشنی۔ المیرا نے کبھی نہیں سوچا تھا کے روشنی کی ایک کرن دیکھنے پر اسکا دل مارے شکر کے گھٹنوں پر گرنے کو چاہے گا۔

خوشی کے اس عالم میں وہ یکسر فاصلے پر کھڑے جبتہ اللہ سمیت قیدیوں کی قطار کو نظرانداز کر گئی تھی۔ "یہ اسے کہاں لے جارہے ہو؟" مصنوعی آنکھ والے مرد نے پریشانی سے لبوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ المیرا کا راستہ روکتے وہ سامنے کھڑا تھا۔

"ملکہ ماہ کا حکم ہے کے انہیں اوپر حمام خانے میں لا کر صاف ستھرا لباس پہنایا جائے۔" نگران کی آنکھوں میں دیکھتے ادوب نے اپنے ازلی انداز میں کہا جس پر اس مرد کے چہرے پر دباد باغصہ نمایا ہوا۔

"نگار جی کو علم ہوا تو قیامت آجائے گی۔"

"نگار اتنی ظالم نہیں کے بہن سے بڑھ کر اصول پیارے ہوں، حبتہ اللہ۔" پیچھے سے آنے والی شخص نے نگران کی بات کاٹی۔ لیلک رنگ کے ہلکے لباس پر بنفشی رنگ کا زیور پہنے ماہِ کامل ہمیشہ کی طرح تروتازہ لگ رہی تھی، حسین اور خطرناک بھی۔ حبتہ اللہ کے کان غلابی ہوئے۔

"جو حکم مہرانی۔" ادوب حیران پریشان سے حبتہ اللہ کو دیکھنے لگی۔ وہ ماہِ نگار کا خاص ملازم جس کے لیے مشہور تھا وہ نگار کے سوا کسی سے وفادار نہیں، اس کے لہجے میں ایک بھگوڑی شہزادی کے لیئے اس قدر عقیدت واقعی ایک غیر یقینی بات تھی۔

ماہِ کامل چل کر آگے آئی اور مسکراتے ہوئے اپنی بہن کے چہرے کو دیکھا۔ المیرا نے البتہ کوئی اظہار نہ کیا۔ حبتہ اللہ اب قیدیوں کو لے کر پہلی منزل کی طرف بڑھ چکا تھا۔

"کبھی سوچا نہیں تھا اس سطح بربادی پر کوئی وفا کی داستان بھی جنم لے گی۔" اسکی بات پر المیرا کی بھنویں لاعلمی سے سکڑیں۔ "چلو کوئی نہیں، تجربے بھی زندگی کا

حصہ ہیں۔کچھ وقت کی آزادی مبارک ہوالمیرا۔"ایک قدم پیچھے لیتے اس نے ذرا جھک کر تعظیم دی اور پھر دوبارہ اپنے مقام پر آئی۔

"ایک خبر لائی ہوں،اچھی ہے یا بری اس کا تعین آپ پر منحصر ہے۔"

"میں اب سربراہ نہیں رہی تم اپنی خبریں موجودہ حکمران کو دو۔" لہجے کی بیزاری اور کاٹ پر کامل دل جمی سے مسکرائی۔

"ضرور دیتی مگر فلوقت وہ مجھے حقیر جان کر ملنے سے انکاری ہیں اور ویسے بھی یہ خبر آپ سے متعلق ہے۔"المیرا کو اب بے چینی ہونے لگی۔اسے جلد از جلد باہر جانا تھا۔بہن کی حالت کا مزہ لیتے کامل نے ہاتھ اٹھاتے اسکی گال تھپتپائی۔

"پریشان مت ہو میری بہن۔صاف ہوا کھالو پھر تمہاری مرضی کے مطابق حالیہ ملکہ کے دربار میں خبر سناوں گی۔"اسکا شانہ تھپکتے وہ آگے بڑھ گئی(جہاں سے المیرا

لوگ آئے تھے)۔اسکے جاتے ہی ادوب کے تاثرات کڑواہٹ میں گھلے۔زیرِ لب کوستے اس نے المیرا کو کہنی سے تھامتے آگے چلایا۔

"زہر لگتی ہے مجھے یہ عورت۔" المیرا نے جواب نہ دیا۔وہ تو اس وقت ہواؤں میں تھی۔آزادی اسکے قدموں سے کچھ انچ دور تھی۔اگر وہ روپاتی تو آنسوؤں سے اپنی کیفیت کا اظہار کرتی۔ وہ سیڑھیاں قلعے کی طرف نہیں زندگی کی طرف جاتی تھیں۔ عجیب بات تھی کہ کچھ دن پہلے وہ اسے قید خانہ کہہ رہی تھی اور آج اس سے بھی نچلی سطح پر پہنچنے کے بعد وہ اس قید خانے کے لیئے ترس چکی تھی۔

"چھ! پانچ! چار!" اور مزید کچھ قدموں کے بعد وہ بالآخر باہر تھی۔ نجانے کتنی دیر کے بعد اس نے کھل کر سانس لیا تھا۔اس کا دل کیا جھوم کر دیواروں کو ہاتھ لگائے۔آنکھیں بند کر کے فضا کو اندر اتارے۔وہ زیادہ نہیں تھا مگر کم بھی نہیں تھا۔

کماری کی کہنی تھامنے پر اس نے قدم بڑھائے۔ دور ہی ہال میں چھت سے گرتی صاف روشنی پر اسکی نظر پڑی۔ اس کا دل کیا بھاگ کر اس سائے کو اپنے قدموں تلے محسوس کرے۔ اس کا دل خوش تھا۔ اس کی روح پر سکون ہوئی۔ یونہی راہداری میں چلتے اسے کئی چہروں نے نفرت سے دیکھا، وہی جو کبھی اسے عقیدت سے تکتے تھے، مگر وہ بے پرواہ رہی۔ المیرا عنایت محسن اب انسانوں کے معیار پر اترنے کے لیئے خود سے جھوٹ نہیں بولے گی۔

کسی کی نظر خود پر محسوس کرتے اس نے سر اٹھا کر دوسری منزل کو دیکھا۔ بار کے قریب کھڑا فاطر اسلام سرمئی جلابیہ پہنے زنجیروں میں بندھی ملزمہ کو دیکھ رہا تھا۔ المیرا کے پسِ منظر کی ہلچل جیسے تھم گئی۔ دل میں اچانک ہلچل سی مچی۔ کچھ پل پہلے کی خوشی اور اطمینان کی کیفیات گڈمڈ ہونے لگی۔ فاصلے سے بھی اس مرد کی آنکھیں اتنی ہی پر کشش لگتی تھیں۔ وہ احساس کمتری نہیں تھا، ہوتا تو وہ نگاہ ملانے کی ہمت نہ

رکھتی۔ یہ کچھ اور تھا جو چاہتا تھا کے وقت تھم جائے، لوگ ہٹ جائیں، مصور رنگ نکال لے اور یہ منظر ثبت ہو جائے۔

نظر ملنے پر فاطر مسکرایا۔ المیرا چلتے چلتے رک گئی۔ حوصلہ، امید، ہمت نیز اسکی مسکان المیرا کے لیئے وہ طاقت تھی جس کا مقابلہ کوئی سامانِ جنگ نہیں کر سکے گا۔ چہرہ جھکاتے اس نے بے اختیار آتی مسکراہٹ کو روکتے لبوں کو سختی سے ملایا۔ دل کی دنیا زندہ ہو چکی تھی۔ گال سے کان تک سرخ پڑ گئے۔

ایک دو راہداریوں کا سفر کرنے پر بھی المیرا کو ملنے والی گھوریوں اور نظروں میں بدلاؤ نہ آیا۔ وہاں سب ہی میں حقارت تھی۔ وہ بے فکر ہو کر بے نیاز رہی۔ المیرا عنایت محسن اب غیر اہم لوگوں سے امید لگانا چھوڑ رہی تھی۔ یک دم ایک طرف سے کسی نے اسکے راستے میں نفرت سے تھوکا۔ المیرا کے قدم بے اختیار رکے۔

"یہ سب ایک سراب ہے المیرا۔"....... "میں اسے خوبصورت حقیقت کہوں گی۔"

"تم دھوکہ میں آرہی ہو۔"........ "دھوکہ اگر خواب پورا کرتا ہے تو ایسے سو مجھ پر قربان۔"

پاؤں کے قریب موجود تھوک کو دیکھتے اسے سمجھ نہ آیا کیا ردِ عمل دے۔ نظر انداز کر کے آگے چلی جائے یا سامنے والے کو چیڑ پھاڑ دے۔ابھرتی ذلت پر پل باندھتے اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔دور ہی ایک لڑکا کھڑا اسے قاتلانہ ارادوں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم جیسے ظالمین کا یہی انجام ہے۔ تمہاری کھانے پر لگائی جنبش کی وجہ سے میرا چھوٹا بھائی کل رات مر گیا۔" المیرا نے ڈھیر سارا تھوک نگلا۔ وہ مجرم تھی، ظالم تھی، حیوان تھی۔ یہ سب اسکی قسمت تھی، یہی سب اس کا مقدر تھا۔ خود کو ملامت کرتے اس نے سر اٹھایا۔ سامنے ہی سے بھمن پاشا سفید پتلون قمیض میں چلا آرہا تھا۔المیرا کی ڈھارس بندھی۔

غیروں سے نہ صحیح اپنوں سے تو امید لگائی جاسکتی ہے اور بھمن تو اس کا اپنا ہی تھا۔

ممنون نظروں سے دیکھتی عورت نے بولنے کے لیے لب وا کیئے جب وہ ''اپنا'' قریب سے یوں گزرا جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔ المیرا کو لگا کسی نے دوبارہ اسکے رخ پر تھوکا ہے، فرق یہ کہ اس مرتبہ وہ لعاب قدموں میں نہیں بلکہ چہرے کو غلیظ کر گیا۔ اور کتنے نقاب اٹھنے تھے، حقیقت نے اور کتنے تھپڑ اسے مارنے تھے۔

''قدر کرو میری۔ ایک ملکہ نے تم سے معذرت کی ہے بھمن سے جب میں نے معافی مانگی تو اس نے جھٹ سے کہا تھا ملکہ کو یہ زیب نہیں دیتا اور ایک تم ہو۔ موازنہ اور تمہارا؟ جاگو فاطر اسلام تم تو بھمن کے مقابل بھی نہیں ہو۔''

مقابل؟ کیا سوچ کر اس نے یہ کہا تھا؟ اور کس کے بارے میں اس نے یہ کہا تھا؟ اپنے لفظوں پر ناز کرنے والی کو اب پل پل اپنے ہی کہے الفاظ ستاتے تھے۔ آخر اس سے بڑی اور کیا سزا ہو گی۔

''تم تو اعتماد کے معاملے میں بھی کھوٹی نکلی عنایت۔'' اپنے زنجیر زدہ ہاتھوں کو دیکھتے اس نے طنز سے سوچا۔

★

ماضی

ننھے پھولوں کی پرنٹ والی سفید فراک اور سنیکرز پہنے وہ اپنی عربی کی کلاس کی طرف روانا تھی۔ یہ کلاس صرف بیرونِ ملک سے آئے افراد کے لیئے تھی۔ ضروری نہیں ان کا تعلق جامعہ سے ہی ہو۔ سیمیسٹر کو ایک ماہ ہونے کو تھا اور ساتھ ہی المیرا کی ہمت کی بھی حد ہو چکی تھی۔ اتنی پڑھائی اس نے زندگی میں نہیں کی جتنی اس ایک ماہ میں کی تھی۔ سب سہی جا رہا تھا۔ باپ اسے پیسے بھیجتا۔ وہ کلاس لیتی اور سیدھا کمرے میں چلی جاتی۔ اسکے لیئے آزادی یہی تھی کے اپنی مرضی سے جاگو، اپنی مرضی کا کھاؤ اور اپنی خواہش سے پہنو۔

بے مقصد زندگی میں اور کیا ہی مقاصد ڈھونڈے۔ لکڑی کا دروازہ کھولتے وہ یخ بستہ کمرے میں آئی جہاں لیکچر شروع ہو چکا تھا اور وہ فطرت سے مجبور لیٹ تھی۔

گرمی کی شدت کی وجہ سے آج بال بانانا کلپ سے باندھنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ بال تو سنبھلتے نہیں خود کو کیا سنبھالے گی۔ ابھی وہ سکھ کا سانس لینے کے لیئے کمرے کی سب سے آخری نشست پر بیٹھی ہی تھی جب یک دم پروفیسر نے اسکی طرف اشارہ کیا۔

"تم نئ آئی ہو؟" انگریزی میں پوچھے سوال پر گردن ہاں سے ناں دونوں میں ہلا دی۔

"مطلب؟"

"فریشر ہے سر۔" اس سے پہلے کے المیرا جواب دیتی اس سے دو کرسیاں چھوڑ کر بیٹھے ارشن مارسلین نے چونچ لڑانا اپنا فرض سمجھا۔ المیرا آنکھیں چھوٹی کیئے اسے گھورنے لگی۔

اپنی روم میٹ کی باتوں سے اسے معلوم ہوا تھا ارشن مارسلین کسی مصری یورپی تاجر کا پوتا تھا جو یہاں عربی سیکھنے آیا تھا۔ پوری عمر یورپ میں گزارنے کی وجہ سے وہ اپنی ثقافت سے کٹ چکا تھا۔ ناصرف یہ بلکہ المیرا کی معلومات کے مطابق وہ ایک سال مینٹل ہسپتال میں ایڈمیٹ بھی رہا ہے۔ انہی وجوہات کی بنا پر اسکی چھوٹی بہن خابیدہ مارسلین تقریباً اسکی بے بی سٹر تھی۔

المیرا کو ارشن میں زاہد نظر آیا۔ ڈرپوک مردنہ ہو تو۔

"زندگی کا مقصد کیا ہے؟" الفاظ کان میں پڑے تو اسے حیرت ہوئی۔ عربی کی کلاس میں فلسفہ؟

"آپ سب کے یقیناً مختلف مقاصد ہونگیں۔ میں جاننا چاہوں گا کے آپ سب کے لائف گولز کیا ہیں۔" پوڈیم پر کھڑے ان کے پروفیسر نے مسکراتے ہوئے سب کو مخاطب کیا۔

"کیوں نا سب سے پہلے پیچھے سے شروع کیا جائے۔" المیرا نے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔ پیچھے بیٹھنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

"آپ جو سب سے آخر میں ہیں! اپنا نام بتائیں اور اپنی زندگی کا سب سے بڑا گول۔" گہری سانس لیتے وہ جبراً اٹھ گئی۔ کمرہ جماعت کی ساری نگاہیں یک دم اس پر آکر ٹھہریں۔ المیرا کو انسانوں کی نظروں سے کوفت ہوتی تھی۔ آنکھیں کیوں نہیں نکل جاتیں ان سب کی۔ مروتاً بھی مسکرانے کی کوشش نہیں کی۔

"میرا نام المیرا ہے۔" سب کے چہروں پر ایک طائرانہ نگاہ دورائی۔ انہیں کے بیچ اسے خابیدہ مارسلین بھی نظر آئی۔ سفید لباس اور بھورا رومال۔ المیرا سے نظر ملنے پر بے آواز تالیوں کی مدد سے حوصلہ بڑھایا۔ زمرد نگاہوں کو وہ تھوڑی کھسکی ہوئی سی لگی۔

"میری زندگی کا مقصد۔" آنکھیں چھوٹی کیئے خابیدہ سے نگاہ ملائی۔ "طاقت ہے۔" پتلے دبلے پوفیسر نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔ "مجھے طاقت چاہیئے۔ ایسی

طاقت نہیں جس پر لوگ رشک کریں۔ بلکہ ایسی جس سے لوگ حسد کریں۔“ وہ محسوس کر سکتی تھی اسکی باتوں نے گھما گھمی پھیلا دی تھی مگر اس کی ساری توجہ خابیدہ کے مسکراتے چہرے پر رہی۔ ”میں چاہتی ہوں جہاں سے میں گزروں لوگوں کی گردنیں ادب سے نہیں خوف سے جھک جائیں۔ جب میں بولنے لگوں تو سب دلچپسی سے نہیں، ڈر سے سننے لگیں۔ لوگ میری نافرمانی اس لیئے نہ کریں کے انہیں مجھ سے عقیدت ہے بلکہ...... اس لیئے کریں کہ وہ مجھ سے خوف زدہ ہیں۔“ ارشن منہ کھولے اس سنکی عورت کو سنتا گیا۔ اس بات سے ساری جماعت انجان تھی کے المیرا کے کہے الفاظ کا مقصد کیا تھا۔

www.novelsclubb.com

”میں طاقت چاہتی ہوں۔ نہ ملی تو چھین لونگی۔ چھیننے سے نہ ملی تو.... اداکاری کرلونگی۔“

”ہر طاقتوار انسان کو اختیار قائم رکھنے کے لیئے لوگوں کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔“

خابیدہ کی سبز نیلی آنکھوں میں دلچپسی تھی۔

"انسان کی ضرورت کمزور لوگوں کو ہوتی ہے تاکہ وہ پل پل ان بے ساکھیوں پر چلتے دنیا کے سامنے مضبوط دکھ سکیں۔"

"کیا تمہارے لیئے طاقتور "دکھنا" کافی نہیں جو تمہیں طاقتور "ہونا" بھی ہے؟"
سینے پر بازو باندھتے دور بیٹھی لڑکی نے اسے چیلنج کیا۔ المیرا نے جواب کی غرض سے منہ کھولا جب اندازہ ہوا سامنے والی کی بات میں دم تھا۔ کیا طاقتور سمجھے جانے کے لیئے طاقتور ہونا ضروری تھا۔

یہ وہ سوال تھا جس نے پاکستان سے آئی اس لڑکی کے دماغ میں ایک نئے فتنے کو جنم دیا۔

★

آج کا دربار سلطنت یمن کی خاص پیشکش پر سجا تھا۔ تخت پر بیٹھی گل کے چہرے پر دبہ دبہ طیش اس بات کی علامت تھی کہ کسی اور کے حکم پر آنا اسے کس قدر گراں

www.novelsclubb.com

گزرا ہے۔ اس کے مقابلے میں المیرا اپنے وزرا کی میز پر تھی۔ گہرا بھورا سادہ لباس جس پر گہری سیاہ واسکٹ موجود تھی۔ سیدھے بال کندھوں سے کچھ نیچے کو آ رہے تھے جبکہ کشادہ پیشانی ہر تاثر سے عاری تھی۔ ہاتھ البتہ اب تک زنجیر زدہ تھے۔

”میری دعوت پر حاضری دینے کا بہت شکریہ ملکہ۔“ اپنے سامنے بیٹھی المیرا کو سر کے خم سے خراج پیش کی۔ تخت پر موجود اصل ملکہ سلگ گئی۔ دربار میں کامل کی اس حرکت نے سرگوشیوں کا طوفان برپا کر دیا۔

”ہمیں کل ہی یمن سے تار موصول ہوا ہے۔ (بھمن کے ہاتھ سے تہہ شدہ کاغذ لیتے المیرا کی طرف بڑھایا)۔“

”ملکہ یہاں ہے۔“ شہزادی عبیل نے مداخلت کی۔

”معذرت۔“ مصنوعی شرمندگی دکھاتے اس نے دونوں ہاتھوں سے وہ پیغام عبیل کو پیش کیا۔

www.novelsclubb.com

"ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ کا بھیجا گیا بحری جہاز بحفاظت یمن پہنچ چکا ہے۔" دوبارہ المیرا اسے مخاطب ہوئی۔ نگار نے مداخلت کرنا اہم نہیں سمجھا۔ "مگر صرف جہاز۔ اس میں موجود بیشتر مرد عورتیں لاپتہ ہیں اور باقی بچ جانے والے نہ زندہ میں ہیں نہ مردہ میں۔ بے دردی سے زیادتی کے بعد ان کے جسموں کے پرزے پرزے کردیئے ہیں۔" چبوترے پر کھڑی عبیل کی سسکی اس بات کی گواہ تھی کے المیرا کے کان نہیں بج رہے۔اس نے جو سنا ہے وہ سالم حقیقت تھی۔ حقیقت جس سے کے آخر میں تباہی تھی۔

(باورچی خانے میں کام کرتے مردوں کے ہاتھ تیز تھے۔ان دو ماہ میں وہ مکمل اس رنگ میں ڈھل چکے تھے۔ایک طرف میکانکی انداز میں برتن دھوتی عورت سے گیلے چمچ کانٹے لیتا فاطر کپڑے سے خشک کرتا انہیں سلیب کی ایک طرف رکھ رہا تھا۔)

گل نے پیغام نامہ کے اوپر سے نظر اٹھا کر دیکھا۔ "تو اب؟"

"معاہدے کے بقول ہم نے آپ کو ٹھہرنے کا مقام دینا تھا بشرطیکہ آپ اپنی عورتوں کی شادی ہمارے مردوں سے کروائیں گیں۔اب نہ ہمارے مرد رہیں، نہ آپ کی عورتیں۔تواس معاہدہ کا کیا؟"بھرے مجمع میں کامل گل کی تضحیک کر رہی تھی۔چبوترے کے عین سامنے کھڑی وہ چہرہ پھیر کر ہر بات المیرا سے کرتی رہی۔ گل کے توسوال بھی ردی تھے۔

"ہم آپ کی بات نہیں سمجھے؟"المیرا کے ساتھ بیٹھی ایک وزیر نے کہا۔

(سامنے ہی سیاہ لباس پہنے بولنے کی صلاحیت سے محروم ذبیح اللہ اپنی نگرانی میں رات کا کھانا تیار کروا رہا تھا۔برتن رکھنے کے لیئے اٹھتے ایک طرف کھڑے پانی کے کیچڑ میں فاطر کا پاؤں پھسلا اور تبھی میز پر موجود مسالوں سمیت وہ طاقت کی دوا بھی زمین بوس ہوئی۔)

"آپ نے اپنی تیار شدہ سپاہیوں کو جاسوس بنا کر اس جہاز میں بھیجا تھا۔وہ تمام عورتیں لاپتہ ہیں۔اس کا تو ایک ہی مطلب ہوا کے آپ نے پہلے دن سے ہی یہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

منصوبہ بندی کرر کھی تھی۔ جب آپ اپنا معاہدہ نہیں نبھا سکیں تو ریاست یمن سے بھی یہ امید مت رکھیں کے ہم اپنا عہد نبھائیں گیں۔'' المیرا ٹکر ٹکر کامل کا چہرہ دیکھتی گئی۔ اس وقت اس دہکتے کمرے میں یوں لگا ان دونوں کے سوا کوئی نہ تھا۔ ماہِ کامل کی تمام تر توجہ کا مرکز بس المیرا کی ذات تھی۔ آس پاس پسِ منظر میں موجود لوگ غائب ہو گئے جب کامل ہونٹ کا کونا اٹھاتے مسکرائی۔ بادامی آنکھیں چھوٹی ہوئیں۔ چہرے پر پریشانی کے کوئی عنصر نہیں تھا۔ شاید یہ ہر وقت کا اطمینان ہی اسکی خوبصورتی کا راز تھا۔

(باورچی خانے میں یک دم بے چینی سی بن گئی۔ فاطر نے سلیب کا سہارا لیتے جھانکا تو اسے مسالوں کے بیچ وہ دوا بھی نظر آئی۔ فرق صرف یہ تھا کے اسکی شیشی ٹوٹ چکی تھی اور کانچ سے نکلتا مایا مسالوں کے رنگوں میں گھلتا ان کو ریت سا سر مئی کرنے لگا۔)

www.novelsclubb.com

"آپ بغیر ثبوت ہماری وفاداری پر الزام نہیں لگا سکتیں۔" گل کی آواز پر اطراف میں موجود چیزیں واپس منظر میں آئیں۔ کامل اب بھی المیرا کو ہی دیکھ رہی تھی۔

"وفاداری؟ پہلے اپنے سربراہ پر باغی کا لقب سجانا اور پھر بعد میں اسی کو دھونے کی خاطر محنت کرنا۔ اگر یہ ریاست ماہِ ملکہ کی نزدیک وفا ہے تو ہمارے نزدیک وہ بے اعتباری ہی سہی۔" مکالمے میں پہلی مرتبہ کامل گل سے مخاطب ہوئی۔ نئ ملکہ کے چہرے پر آنے والے رنگ یکے بعد دیگر بدلنے لگے۔ المیرا نے گہری سانس اندر اتاری۔

"سلطنت یمن کے احکامات کے مطابق آپ لوگوں کو یہ قلعہ خالی کرنا ہوگا۔ اگر آپ اپنا وعدہ نبھائے بنا غداری کر سکتے ہیں تو ہم سے بھی کسی رعایت کی امید مت رکھیں۔"

"جھوٹ!" المیرا کے ایک لفظ نے سب کو پلٹنے پر مجبور کر دیا۔ دربار میں یوں سناٹا پھیلا جیسے سوئی گرنے کی بھی آواز آئے۔

(”یہ تو ٹوٹ گئی اب کیا؟“ نجف نے آگے آتے جگہ صاف کرنا چاہی جب شیشے چنتے اسکے ہاتھوں پر یک دم جلنے جیسا احساس ہوا۔ کراہ کر پیچھے ہوتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ سارا مجمع نجف کو دیکھ رہا تھا جبکہ ایک طرف کھڑا نگران فاطر اسلام کو۔)

”میں نے اپنے جاسوس تاکید کے ساتھ بھیجے ہے۔ تاکید یہ نہیں کے وہ سب کو مار کر بھاگ جائیں بلکہ ہدایت یہ کے کچھ بھی برا ہونے کی صورت میں مجھے اطلاع دیں اور یقیناً ان کی طرف سے کوئی نہ کوئی خبر آئی ہو گی۔“

”آپ ملکہ نہیں رہیں جو دربار میں اپنی رائے دیں۔“ کامل کا لہجہ تنبیہی تھا۔ جواب میں المیرا مسکرائی۔ وہی خالص شیطانی مکار مسکان۔

”مجھے آج آپ نے ہی بطور مہمانِ خصوصی بلایا ہے۔“ کامل کے سر پر جیسے پتھروں کی تھال الٹ گئی ہو۔ منہ کھولے المیرا کی مسکراہٹ دیکھتے اس کا دل چاہا اپنی بہن کا منہ نوچ لے۔ مسکراتے ہوئے ہلکی بھوری اور بے انتہا سفید رنگت والی کامل آگے ہوئی۔ ”ویسے میرا سوال ابھی بھی وہیں ہے تم نے نگار کو راضی کیسے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کیا۔"آج اس مہرانی کو اس سوال کا جواب بالآخر مل ہی گیا۔ چھوٹے فریب کی جڑیں بڑھے دھوکوں سے ہی جاملتی ہیں۔

("یہ مسالوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"انہیں سیاہ ہوتا دیکھتے یونس نے ڈر کر کہا۔کچھ پل پہلے والی گھما گھمی کو اب خوف کے بادلوں نے گھیر لیا۔فاطر اسلام کو اپنا شک درست ہوتا محسوس ہوا۔وہ طاقت کا شربت نہیں یقیناً کچھ اور تھا۔)

"ہم اپنے مخبروں کے جواب کے منتظر ہیں جونہی ان کی طرف سے ہمیں کوئی خبر ملتی ہم معمالات بڑھا دیں گیں کیوں ملکہ؟"بات کرتے اچانک گل سے تصدیق چاہی۔ہونق بنی ترک لڑکی پہلے تو حیران ہوئی پھر بے دھیانی میں ہی گردن ہلانے لگی۔

"آپ کو مہمان خصوصی سمجھ کر بلایا ہے ناکہ فیصلہ عائد کرنے کو۔" بھمن کے بولنے پر المیرا نے ایک نگاہ غلط بھی اس پر ڈالنا مناسب نہیں سمجھا۔

"میں ملکہ سے چاہوں گی اپنا فیصلہ سنائے۔" گل حالت صدمے میں موجود تھی۔ یہاں وہ کامل کی کہانی سن کر پریشان ہوئی وہیں المیرا نے لمحوں میں کھیل الٹ دیا۔ وہ تاج توگل کے حصول میں تھا مگر حکومت کرنے کے گر اسکے خون میں نہیں۔

("اس کو صاف کرو، ہم غمار جی سے کہہ کر نئی دوا منگواتے ہیں۔" ذبیح اللہ کے ساتھ موجود لڑکی نے کہا۔

"کیا یہ کھانے میں ڈالنا ضروری ہے؟" یونس کے سوال پر ذبیح اللہ نے اسے ایسا گھورا جیسے بغیر بوٹی پر مسالہ لگائے کھا جائے گا۔ وہ نوجوان سہم کر نجف کے پیچھے چھپ گیا۔)

"میں انیسویں ملکہ ماہ اپنے مقام کے زیر اثر یہ فیصلہ کرتی ہوں کے جب تک یمن میں بھیجے گئے ہمارے خبر رساؤں کی جانب سے کوئی پیغام نہیں آتا ہم اس معاہدے کو ملتوی نہیں کر سکتے۔"

"اور جنگ ؟" سیاہ کافتان میں موجود نگار نے اپنا کردار ادا کیا۔ "کیا اس کے معاملے میں بھی یونہی ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھنا ہے ؟"

("اس عورت کا بس چلے تو تلواریں ہی لڑاتی رہے۔" گل نے دل ہی دل میں سوچا۔)

"جنگ کے متعلق بھی میری وہی رائے ہے۔ہم لبیا جا کر ان سے معاہدہ کریں گیں یقیناً کوئی بیچ کی راہ نکل آئے گی۔"

"اور جائے گا کون ؟" مجمع میں سے ایک نے گل کی بات کاٹی۔وہ لب سی کر رہ گئی اور ایک گہرا سانس لیا۔اگر المیرا یہاں ہوتی تو وہ کس کا نام لیتی۔سوچتے ہوئے اس نے تخت کی گدی میں ناخن پیوست کیئے۔

"بتائیں ملکہ آپ نے آگے کے متعلق کیا سوچ رکھا ہے۔ہمارا سفیر بن کر کون جائے گا؟" گل کا ذہن ایک کے بعد ایک نام مسترد کرتا گیا۔اسے کئی لوگوں کی

www.novelsclubb.com

نظریں خود پر محسوس ہوئیں جب نگاہ ٹھہر کر ایک چہرے پر ساکن ہوئی۔ المیرا عنایت محسن اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی، حوصلہ بڑھا رہی تھی، امید دلا رہی تھی۔ حیرت انگیز طور پر اس مرتبہ اسے المیرا کے مزاج میں ہتک ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملی۔

(آج یہ شیشی اس نے سوچ سمجھ کر توڑی تھی مگر وہ روز یہ عمل نہیں کر سکتا۔ اس دوا کو کھانے میں شامل ہونے سے روکنے کا اسے کوئی مستقل طریقہ ڈھونڈنا ہو گا۔ برتن مانجتے اس نے دل ہی دل میں عہد کیا۔)

"ریاست ماہ ملکہ کی جانب سے شہزادی عبیل سفیر بن کر جائیں گیں۔" سارے چہرے یک دم ایک سمت اٹھے۔ تخت کے پاس کھڑی شہزادی کی جیسی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے خود کی طرف اشارہ کرتے اپنی خیر خواہ ملکہ کو دیکھا جہاں گل نظروں ہی نظروں میں "بہن عزت رکھ لے میری۔" کہہ رہی تھی۔

''یہ ممکن نہیں۔ان کا تعلق اردن سے ہے مصر سے نہیں۔'' نگار نے اپنی چونچ لڑائی۔

''بقول تمہارے اپنے ملک سے بغاوت کے بعد وہ ہماری سرپرستی میں ہیں اور ہماری حالات کو مدِ نظر رکھتے ہم خود مدد کے قابل بن چکے ہیں خواہ کسی اور کو اپنے گھر میں پناہ دیں۔اگر وہ واقعی ہماری مدد کی طلب گار ہے تو انہیں ہمارا ساتھ دینا ہوگا۔'' گل فیصلہ کن انداز میں کھڑی ہوئی۔''شہزادی عبیل ہی ہمارا پیغام ہمارے دشمنوں تک لے کر جائیں گیں۔''

★

www.novelsclubb.com

''میں کبھی بھی نہیں جاؤنگی۔'' دربار یہاں برخاست ہوا عبیل نے وہی گل کو گھیر لیا۔وہ المیرا تھوڑی تھی بہکا کر قائل کرلیتی وہ گل جان تھی دوسروں کو رضامند کرنے کے لیئے ثبوت استعمال کرنے والی۔

"میں تمہارا افائدہ کر رہی ہوں اور تم ہو کے الٹا مجھ کو ہی کوس رہی ہو۔" آج اس نے تھوڑی دیر کے لیئے گل بننے سے استعفی دیا اور المیرا کا قائدہ اپنایا۔ عبیل نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ سرخ پوشاک والی ملکہ نے اسکے کندھے مضبوطی سے تھامے۔

"تم نے بس لیبا جانے کی اداکاری کرنی ہے۔ میں اس بہانے کو استعمال کرتے تمہیں تمہارے ملک تک پہنچا دونگی کیونکہ اگر راز سامنے آگیا تو نگار تمہیں کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دے گی۔" عبیل اسے غور سے دیکھنے لگی۔

"تو دشمنوں کے پاس کون جائے گا؟"

"کوئی بھی نہیں۔" اس نے اس قدر عافیت سے کہا جیسے اپنے باپ دادا کے سات آٹھ ملک ترکے میں ملے ہوں۔ ایک گیا تو کوئی نہیں دوسرے میں رہ لے گیں۔

www.novelsclubb.com

''کوئی بھی نہیں کیا مطلب؟ یہ جنگ کب ختم ہو گی۔ تم لوگ کب اپنے گھروں کو جاؤ گے۔''تخت پر لمبی تان کر بیٹھتے گل نے اسے بھولی نگاہوں سے دیکھا۔

''اب سے یہی ہمارا گھر ہے۔''عبیل کو پہلے تو شک تھا اب اسے یقین آ چکا تھا تاج کے وزن نے گل کا دماغی توازن خراب کر دیا ہے۔

''کامل تمہیں کبھی یہاں نہیں رہنے دے گی۔''عبیل نے فکر مند لہجے میں اس پر غصہ کیا۔

''کامل اور بھمن بس دو جبکہ ہم سو کی تعداد میں ہیں۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''

(''کیا واقعی؟'')گل کے ضمیر کی آواز آئی۔ کیا واقعی اسکے ساتھ کوئی کھڑا ہے۔

''تم آگ سے کھیل رہی ہو گل جان اور آگ سے کھیلنے والے ہمیشہ جلے ہیں۔''

''آگ سے کھیلنے والے بھی تو اسی آگ سے بنے ہیں۔''کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے اس نے خواب ناک لہجے میں کہا۔ لب مسکرا رہے تھے چہرے پر طمانیت

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھی۔ عبیل بس گردن دائیں بائیں ہلا کر رہ گئی۔ اس نے صرف کتابوں میں سنا تھا طاقت ایک سزا ہے آج اس کا ذندہ سانس لیتا روپ بھی دیکھ لیا۔

★

روشنی اسکے قدموں کا مسکن تھی۔ سایے اسکے وجود کے گرد چار دیواری۔ چہرہ اٹھا کر المیرا عنایت نے چھت میں بنے خانوں کو دیکھا۔ اسکی حالت اس گناہ گار جیسی تھی جیسے جہنم کے ایندھن سے نکال کر کچھ پل جنت کی کھڑکی کے سامنے کھڑا کر دیا ہو۔ کچھ دیر بعد اسے پھر اسی جہنم تک جانا تھا تب تک جتنا ہو سکے وہ جنت کی ہوا خود میں اتارنا چاہتی تھی۔

www.novelsclubb.com

بازو اٹھانے پر زنجیریں ٹکرائیں۔ اس نے اپنے چھوٹے پاؤں کو ایک ہی جگہ گھماتے گول چکر کاٹا جب چہرہ پھیرنے پر ٹھٹک گئی۔ فاصلے پر دبیر السازار ایک ستون کے ساتھ کھڑا تھا۔ جہاں المیرا کے ہاتھ پر بھاری زنجیریں تھیں وہیں اسکے حلق سے لے کر کلائیوں میں لوہے کے کنگن۔ نجانے وہ کتنی دیر سے وہاں کھڑا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آزادی مبارک ہو پرسوزو۔" دور سے صدا لگائی۔ دبیر ابھی بھی غیر دلچسپی لیئے اسے دیکھتا گیا۔ المیرا کی مسکراہٹ پھیکی ہوئی۔ "کیا تمہیں بھی میری طرح وقتی طور پر رہا کیا ہے؟" دبیر نے اسکے پاؤں سے نظر ہٹا کر چہرے پر ڈالی۔ المیرا نے اتنے دور سے بھی اسکے حلق میں ابھرتی گلٹی دیکھ لی تھی۔

"فاطر سر کے قریب رہنا۔" المیرا کی رنگت سرخ غلابی ہوئی۔ کم از کم اسے دبیر سے ایسے سوال کی توقع نہیں تھی۔ گول خانوں میں گرتی روشنی اسکی آنکھوں کو بھورا رنگ بخش رہی تھی۔

"قلعہ کچھ سنسان نہیں ہو گیا۔ عجیب وحشت سی ہے۔" دبیر کی بات پر اپنی بے اختیار ہوتی نبض کو قابو کرتے اس نے قدم سختی سے جمائے۔

"سیدی کے قریب ہی آزادی ہے۔ وہ جو بولیں جیسا بولیں وہی کرنا۔" اب کے المیرا کو دور کھڑا مرد کچھ اجنبی سے لگا۔ اسکی چھٹی حس کسی بے خبری کی پیشن گوئی کرنے لگی۔ آنکھیں چھوٹی کرتے اس نے دبیر کے چہرے پر دھیان دیا۔

www.novelsclubb.com

"یہ کہنے کا مقصد؟"

"تمہیں موت خوفزدہ کرتی ہے میں بس تمہیں اس خوف سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔" المیرا کی قوتِ گوائی مفلوج ہو گئی۔ فاصلے پر کھڑا امر داسے اپنا اپنا سا لگا۔

"تم نے میرے پہلے سوال کا جواب نہیں دیا۔ کیا تم بھی وقتی رہائی پر یوں گھوم رہے ہو؟" ان دونوں کے سوا پہلی منزل پر کسی ذی نفس کی موجودگی نہیں تھی۔ دونوں کے ہی ہاتھ آپس میں بندھے تھے۔ ایک اجالے میں جبکہ دوسرا اندھیرے میں تھا۔ المیرا کو لگا اصل اندھیرے میں دبیر نہیں وہ ہے۔ دبیر کو کھویا ہوا سا دیکھتے اس نے یہ اخذ کیا یہ یقیناً اتنے فاصلے سے سنائی دینا مشکل ہو گا تبھی سوال دوبارہ دہرانے کے لیئے لب ہلائے۔

"ہاں۔" اسکے سابقہ ہم جماعت نے یک لفظی جواب دیا۔ بولنے کے معاملے میں وہ ہمیشہ سے کنجوس تھا۔ اس سے کے پہلے کے المیرا مزید کچھ سوال کرتی وہ لمبے ڈگ بھرتا پیچھے کو مڑ گیا۔ المیرا کو اسکی پشت ایک راہداری میں اوجھل ہوتی

دکھی۔ بھورے بالوں والی عورت کچھ دیر تو دم سادھے تعجب میں رہی۔ یہ ابھی اس کے ساتھ ہوا کیا تھا۔

★★★★

باب خادم

نگاہوں کی منزل مجھ سے ٹکرائے

تو دکھے گا بس ایک آرزو سے ہوں میں

"فاطر اسلام اصول بدل تو سکتا ہے، اصول توڑ نہیں سکتا۔"

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس کی موجودہ حالت کو اگر ایک جملے میں بیان کرنا ہو تو اس سے بہتر اور کوئی مثال نہ ہو گی۔ ایک ہاتھ میں شاہی پیغام دبائے اور دوسرے سے مسلسل دعائیں پڑھتے وہ تہ خانے کی سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ سپاہیوں کو چکما دینے کے لیئے اسے گل کی منت سماجت کروا کر یہ سفارش نامہ بنوانے میں کتنی مشکل درپیش آئی تھی اسکی ہم بات نہیں کرتے۔ خادم بائیں رخ کو جاتے راستے پر رواں تھا مگر آج اسکی منزل وہاں بنی بائیں ہاتھ پر سیڑھیاں نہیں بلکہ دائیں ہاتھ کی راہداری تھی۔ گہری سانس بھرتے اس میدان جنگ میں موجود اکیلے کھڑے آخری سپاہی نے قدم اٹھائے۔ وہ جتنا آگے آتا اتنی ہی ٹھنڈ بھر جاتی۔ باقی قلعے کے مقابلے یہ علاقہ نجانے اتنا سرد کیوں تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ ایک لمبی سرنگ نما راہداری تھی جس کے اختتام پر ضرورت سے زیادہ روشنی تھی۔ اندیکھے کا ڈر اسے سر تا پاؤں تک لپیٹے ہوئے تھا جب راہداری ختم ہوئی اور عین سامنے سیڑھیاں آئیں۔ فاطر کھٹکا۔ آخر اتنی روشنی کا مقصد کیا تھا۔ اسے اپنے

پاؤں کے تلوں تک پیسنہ جمتا محسوس ہوا۔ اگر وہ یہاں آج مارا گیا تو باقیوں کا کیا ہوگا؟ المیرا کو کون نجات دلوائے گا؟ اس کا مقصد ادھورارہ جائے گا۔ خود کو حوصلہ دیتے فاطر اسلام نے گھپ سناٹے میں سیڑھیوں پر پہلا قدم رکھا۔ دل کی دھڑکن کانوں میں سنائی دی۔ ٹھنڈ بھی اسکے پسینے کو گردن پر سے پھسلنے سے روک نہ سکی۔ پہلی کے بعد دوسری پر جوتے رکھے اور پھر تیسری چوتھی تیزی سے تہ کی۔

"کہاں جارہے ہو؟" کس نے پیچھے سے آتے اسکی کہنی پکڑ کر دوبارہ پہلی سیڑھی پر کھینچا۔ اس اچانک حرکت کی وجہ سے اسکا پاؤں سیڑھیوں پر بڑی طرح پھسلا اور شاہی نامہ ہاتھ سے نکلتا سیڑھیوں پر پھدکتا نیچے غائب ہوگیا۔ فاطر کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا۔ وہ منزل سے کتنادور تھا۔ مقابل نے اسے باآسانی پیچھے کھینچتے زمین پر گرایا۔ سر اٹھا کر دیکھنے پر اسے کماری نظر آئی۔ ایک ہاتھ میں چوڑا کمان اور دوسرا مٹھی میں بھنجا ہوا۔

فاطر نے ایک نظر سر پر کھڑی عورت کو دیکھا اور پھر اپنے ریت میں اٹے وجود کو۔ فوراً سے پہلے سیدھے ہو کر بیٹھتے اس نے خود پر سے گرد جھاڑی۔ قدموں پر کھڑا ہونے کی کوشش کی جب شومی قسمت پاؤں میں اس قدر شدید درد اٹھا کہ الامان۔ ماہِ ملکہ اسکی جان لے کر ہی چین سے بیٹھے گا۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں خادم؟"

"میکے آیا تھا سوچا سسر کو سلام کر جاؤ۔" رسی جل گئی مگر بل نہیں گئے۔ گردن جھٹکتے اس نے کمر پر ہاتھ رکھا۔

"آپ یہاں کیا کر رہے تھے؟" دوبارہ سوال دہرایا۔ فاطر نے بمشکل آنکھیں کھولتے استانی کی طرح سبق دیتی عورت کو دیکھا۔

"میرے سر پر ابھی سینگ نہیں آئے جو مارا مارا ایسی جگہوں پر گھومتا پھروں۔ ملکہ حضور نے بھیجا تھا تو تمہارے سامنے ہوں۔" دونوں ہاتھ گود میں گراتے وہ اب

www.novelsclubb.com

اپنے پاؤں کا معائنہ کر رہا تھا۔ کماری کچھ دیر خاموش جانچتی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ ایک تو وہ سپاہی جب یوں چپ اوڑھتی تھی فاطر اسلام کو لگتا تھا وہ کسی وجد کی کیفیت میں آمد کی منتظر ہو۔

ذرا سا جھک کر اپنا ہاتھ بڑھایا۔ ”ملکہ نے آپ کو کیا حکم دیا تھا؟“

فاطر اسکی مدد لیتے دھیرے سے کھڑا ہوا۔ ”مریضوں کی دیکھ بھال کا۔“

”ملکہ کو جا کر کہہ دیں یہاں اور مددگاروں کی ضرورت نہیں۔“ فاطر نے ساتھ کھڑے انسان کو مشکوک نظروں سے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

”فوج کی سربراہ کب سے طب کے معاملات میں مداخلت کرنے لگی۔“ کماری نے جواب نہ دیا بس اسے سہارا دیتے واپس اسے سرنگ میں لے آئی۔ جلابیہ کے نیچے چھپے چاقو کو ہاتھ کی مدد سے محسوس کرتے اسکی جان میں جان آئی۔ فاطر کو اس

عورت پر بھی اعتبار نہیں تھا کیا معلوم وہ اسے یہی مار دے۔(چاقو اس نے باورچی خانے سے چرایا تھا)۔

کچھ دیر دونوں کے بیچ جملوں کا تبادلہ نہیں ہوا۔ فاطر نے چہرہ گھما کر ادھر ادھر دیکھا۔ یہاں کون اسکی بات سنے گا؟

''اندازاً کتنے لوگ بیمار ہونگیں؟''اس نے لنگڑا کر چلتے سلسلہ کلام شروع کیا۔

''فوج کی سربراہ طب کے معاملات میں دخل اندازی نہیں دیتی۔''اسکے جواب پر فاطر طنز سے ہنسا۔ مطلب وہ بھی کچھ کچھ انسان تھی آسیب نہیں۔

''اندازاً ان میں سے کتنے موت کے زیادہ قریب ہیں؟'' دوسری طرف سے خاموشی جواب آیا۔

''اور اندازاً کتنے بچے اور کتنے بوڑھے ہونگیں؟''کماری بنا کچھ بولے اس سے ایک قدم آگے چلتی رہی۔ وہ دیوار کا سہارا لیتے آہستہ سے ہی مگر قدم بڑھا رہا تھا۔

”تمہارے مطابق اب تک کتنے لوگ مرے ہونگیں؟“ ایک قدم کی دوری پر چلتے بھاری جوتے ٹھہر گئے۔ ان کے پیچھے پاؤں اٹھا کر چلتے ہلکے جوتے بھی رک گئے۔

کماری نے تعجب سے چہرہ پیچھے پھیرا۔ فاطر دونوں پاؤں مضبوطی سے جمائے اپنے سے ایک انچ اونچی عورت کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے ڈٹا تھا۔

”میری رسائی صرف فوجی دستے تک ہے؟“ اس کا لہجہ میکانکی اور کمزور تھا۔

”پھر تم خاص مجرمین کی نگران کیوں ہو؟“ فاطر اس اعتراف سے بے اثر رہا۔

سنہری سکوں والی ٹوپی پہنے کماری کی پیشانی پُر شکن ہوئی۔

”میں ماہِ ملکہ کی وفادار ہوں؟“ کمزور شکستہ مجبور لہجہ۔

”ماہِ ملکہ کی یا ملکہِ ماہ کی؟“ بے لچک نڈر طنزیہ انداز۔

”ماہِ ملکہ بھی ملکہِ ماہ کا ہے۔“ کماری مکمل رخ پر اسکی طرف پلٹی۔ آگے کا راستہ اسکے چوڑے کندھوں نے چھپا دیا۔

"تو اگر ملکہ تمہیں حکم دیں تو کیا تم ان کی خلاف ورزی کرو گی؟" تجسس سے بھرپور اس نے آئبرو اچکائی۔ کماری نے جھٹ سے گردن ہلاتے اپنی وفاداری کا اعلان کیا۔

"تو ٹھیک ہے ملکہ تمہیں حکم دے گیں کے مجھے ان سیڑھیوں تک لے جاو۔ بولو جانے دو گی؟" فاطر یقین سے کہہ سکتا تھا تیر سیدھا نشانے پر لگا ہے۔ کماری اپنی جگہ آندھیوں کی زد میں آچکی تھی۔ منہ آدھا وا تھا اور رنگت متغیر۔ وہ پھر یونہی کھڑی تھی جیسے اوپر والا بتائے گا کہ آگے کیا بولنا ہے۔

وہ جتنا بھی اس وقت دانش مند خود کو ظاہر کر لے در حقیقت اس کا دل اندر سے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔ وہ بنا اپنے دفاع کی تیاری کرے خالی ہاتھ ہی میدان میں اترا تھا۔ یہ بازی اگر مات گئی تو فاطر اسلام پر ہر دروازہ اک مرتبہ مزید بند ہو جائے گا۔

گھڑی کی سوئیاں گزر رہی تھی جب قلعے کے گھنٹے کی آواز چار دیواری سے ٹکرائی۔

"جو میری ملکہ کا حکم۔" اس نے پلکیں جھکاتے ادب سے کہا۔ فاطر کو اردگرد سن شانتی سی محسوس ہوئی۔ اسکے جسم پر پچھلے کچھ وقت کی حدت ٹھنڈی پھوار میں بدل چکی تھی۔ وہ کامیاب ہو چکا تھا۔ یا سلام (یا خدا) وہ کامیاب ٹھہرا تھا۔ اب ماہِ ملکہ کی پہیلی جاننے سے اسے کوئی ذی نفس نہیں روک سکتا۔

★

گہری رات اور اس وحشت میں جنم لیتی برائیاں۔ بدی بھی وہ جس کا تخریب کار خود اشرف المخلوق تھی۔

"وہ چاہتی ہے میں لیبیا جانے کا بس ناٹک کروں۔ درحقیقت وہ مجھے اردن بھیج رہی ہے۔" بھورے چغہ سے خود کو ڈھانپے عبیل نرم گداز صوفے پر موجود تھی۔ اسکی بات سنتے میز کے سامنے کھڑی عطر کو کلائی پر لگاتے ماہِ نگار نے ہنکار بھری۔

www.novelsclubb.com

''اور تم کیا چاہتی ہو؟'' بے بہار نگوں کی مشک کو انگلی سے چنتے اس کی شہزادی عبیل کی طرف پشت تھی۔

''آپ بتائیں حبتہ اللہ صاحب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟'' کمرے میں موجود سربراہی کرسی پر کروفر سے بیٹھے حبتہ اللہ کی بیڑیاں اس وقت غائب تھیں۔ انگلیوں کو ہوا میں رقص دیتے اس نے کاجل سے لدیں آنکھیں چھوٹی کیں۔

''جو وہ کہہ رہی کرتی جاؤ، تم سے کیا دعوہ پورا ہو جائے گا۔''

''آپ سچ کہہ رہے ہیں؟ آپ مجھے اردن بھجوادیں گیں؟'' عبیل کی گول آنکھوں میں بچوں جیسی چمک تھی۔

''حبتہ اللہ اگر خواب دیکھاتا ہے تو انہیں مکمل بھی خود کرتا ہے۔ تمہاری ہر خواہش پوری کی جائے گی۔'' عبیل نے چہکتے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھے۔ اسے کے لیئے یہی بے یقینی کافی تھی کے وہ اتنے عرصے بعد گھر جارہی ہے اپنے پیاروں کے پاس۔

www.novelsclubb.com

وہ کمرے سے چلی گئی تو اب مشیر خاص اور اسکا آزاد کردہ غلام ہی کمرے میں موجود تھے۔

"ہم عبیل کو تو مروا سکتے ہیں مگر ان چاروں کو نہیں؟" کلائی کو آپس میں رگڑتے نگار نے پلٹے بنا کہا۔ اسکی بات سنتے سربراہی کرسی پر بیٹھا مرد مسکرا اٹھا۔

"عبیل ہماری تین سال کی محنت ہے جواب ناکارہ ہو چکی ہے۔ جبکہ وہ ہماری تین ماہ کی ان تھک برداشت کا نتیجہ ہے ہم انہیں مروا نہیں سکتے۔"

"کیوں؟ کیوں نہیں مار سکتے۔ چار لوگ ہی تو ہیں کون سا چالیس ہے جو تعداد کا نقصان ہو گا۔" حبتہ اللہ نے نیم اندھیرے میں بیٹھے آنکھیں موند لیں۔ نگار آج کی دل کی بھڑاس نکالنے کا منصوبہ بنائے تھی۔ "اگر خطرہ یہ ہے کے عام عوام کو کیا کہا جائے گا تو یہ بھی مسئلہ نہیں۔ پہلی کو مار کر دوسرے پر الزام لگاؤ، عوام خلاف ہو جائے گی، تیسری پہلے ہی عام عوام کی نظر سے گر چکی ہے بچا وہ چوتھا....اس کو تو جب مار دو کون روئے گا۔" حبتہ اللہ دوبارہ سے مسکرایا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''ہم بغیر وجہ کے قتل نہیں کرتے۔ بنا مقصد کا قتل حلق میں احساس جرم کی پھانس بن جاتا ہے۔'' نگران نے دھیرے سے دونوں سیاہ آنکھوں کو کھولا۔ ''اور احساس جرم کا مارا انسان کسی خوف زدہ میمنے سے کم نہیں۔'' نگار مایوسی سے اس آدمی کو دیکھ کر رہ گئی۔ وہ جانتی تھی ''وجہ'' سے حبتہ اللہ کی کیا مراد ہے۔ مگر ماہِ نگار کو ان چاروں کی موجودگی بربادی کا گیت سناتی تھی اور ایک یہ اس کا ساتھی تھا جو اسی گیت کو سن کر بھی ان سنا کر رہا تھا۔

★

وہ نیند میں تھی۔ پلکیں پیوست اور ناک کے ذریعہ مدھم سانس لیتی ہوئی۔ کچھ گھنٹے پہلے ہی اسے یہاں واپس لایا گیا تھا۔ ہاتھ آزاد تھے مگر خود وہ قید تھی۔ اپنی اوقات سے باعلم وہ بنا مایوس ہوئے چٹائی پر سونے کو لیٹ گئی۔ بڑے دنوں بعد اسے سونا کسی بوج کے بجائے نعمت لگا۔

اسکی آنکھیں ابھی بھی بند تھیں جب یک دم اسے آس پاس آوازیں سنائیں دیں۔
جاگتی آنکھوں سے دیکھتا خواب سمجھ کر اس نے نظرانداز کر دیا جب وہ ہوا جو اسکے
بدترین وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ المیرا کو کسی کے بھاری ہاتھ اپنا چہرہ دباتے
محسوس ہوئے۔ اس کے سانس کے راستے میں یک دم رکاوٹ آئی۔ جسم سے
ساری نیند پھرتی سے غائب ہوئی۔ چہرے پر دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ آنکھیں کھولتے
اس نے اپنے حملہ آور کا چہرہ دیکھنا چاہا۔ کچھ اندھیرا اور اوپر سے چغہ۔ مدد کے لیے
آواز لگانی چاہی تو سامنے والے نے اپنی گرفت مضبوط کر دی۔ المیرا پاؤں سمیت
ہاتھوں سے زمین رگڑنے لگی۔ اپنے ناخن حملہ آور کے ہاتھوں میں گاڑنے کی ناکام
کوشش کی۔ کچھ دیر اور وہ یہاں ماری جائے گی۔ اسے کل کی صبح دیکھنی تھی۔
مزاحمت جاری رہی جب اسکے ذہن میں خیال آیا۔ فاطر اس کے پیچھے خوار ہو رہا تھا،
آج کی المیرا باوفا تھی۔ اسکی کوششیں رائیگاں نہیں جانے دے سکتی۔

www.novelsclubb.com

یہاں سامنے والے نے اپنی پوری طاقت لگائی وہی الميرا نے بمشکل اپنے ہونٹ جدا کرتے ناخن اسکی جلد میں پیوست کر دیئے۔ لمحوں کا کھیل تھا۔ یہاں حملہ آور کی گرفت کمزور ہوئی وہیں الميرا اسے پیچھے دھکیلتے اٹھ بیٹھی، ساتھ رکھا پانی کا بھرا مٹکا ایک ہاتھ سے اٹھاتے اندھیرے میں ہی حملہ آور کا نشانہ لیا۔ مٹکا یقیناً عین نشانے پر اسکے ماتھے سے ٹکرایا تھا تبھی سامنے سے دردناک چیخ بلند ہوئی۔ الميرا کے ہاتھ میں اب اس ٹوٹے مٹکے کا سر تھا جبکہ پانی اور برتن کے بکھرے ٹکڑے کہیں اندھیرے میں ہی گرے تھے۔

گہری سانس لیتے اس نے دوسرے وار کی نیت سے مٹکا بلند کیا اور گھٹنوں کی مدد پر آگئے آئی مگر شاید قسمت کی دیوی نے مہربانی کی چادر چھپالی تھی۔ زمین پر بھکرے ٹکڑوں میں سے ایک بڑی طرح اسکے گھٹنے میں کھبا اور وہ ران پر ہاتھ رکھتے زمین پر دائیں رخ کو گری۔ کراہتے ہوئے اسکے بال آدھے پانی کے تالاب میں تھے جبکہ باقی کا آدھا وجود چٹائی پر۔

www.novelsclubb.com

ماتھے پر درد کی شدت سے پسینہ محسوس ہوا۔ نچلا لب دانتوں تلے دبایا تو منہ میں لوہے سا ذائقہ گھلا۔ قاتلانہ حملے کے بیچ اسکا ہونٹ بڑی طرح زخمی ہوا تھا۔ اپنے گھٹنے کو پکڑتے وہ کسی ننھے بچے کی طرح ماں کو بلا رہی تھی۔ سینہ جل رہا تھا جبکہ درد جسم کے کونے کونے تک سفر کرنے لگا۔

بڑی ہمت کرتے اس نے ماس میں کھبا ٹکڑا انگلیوں کی مدد لیتے باہر نکالا۔ کچھ پل کی جلن کے بعد آخرکار سانس میں سانس آئی۔ ہاتھ پہلو میں گرائے اس نے چھت کو دیکھا۔ وہ ملکہ تھی تب اسے نرم گداز بستر میں کوئی مارنے پہنچا تھا وہ قیدی بنی تو موت یہاں بھی اسکو ڈھونڈنے آ پہنچی۔ اختتام اٹل تھا.... پھر چاہے اقتدار ہو یا زیست۔ جسم میں اتنی توانائی بھی نہیں بچی تھی کے سیدھی بیٹھ سکے۔ پانی بہہ کر اسکی گردن کی پشت تک بھگو گیا تھا۔ خون اب اسکی ٹھوڑی پر خشک ہونے لگا۔ مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

www.novelsclubb.com

(ملکہ کے کمرے میں الگ ہی بیٹھک سجی تھی۔ادوب اور شہزادی عبیل میں سے پہلی کی نظریں جھکی تھی جبکہ دوسری مکمل کروفر سے موجود تھی۔''اپنا کمرہ خالی کرو وہاں آج سے عبیل رہے گی۔''ملکہ کے حکم پر مشیر نے ٹھٹک کر نگاہ ملائی۔ ''تم پچھلی ملکہ کی خاص کارندہ تھی میری کی نہیں۔''ادوب نے گل کو ملامتی نگاہوں سے دیکھا۔ایک پل نہیں لگے گا اسے سامنے بیٹھی عورت کا سچ کھولنے میں۔)

کچھ دیر ہی گزری تھی جب المیرا کو بند آنکھوں کے پار قدموں کی چاپ سنائی دی۔ سہم کر سیدھے ہوتے اس نے اپنے دفاع کے لیے مٹکے کا ایک نسبتاً چوڑا ٹکڑا اٹھایا۔ موت کی آہٹ پر کمزور سے کمزور انسان بھی اگر دوڑ کی زندگی کی طرف نہ جاسکے تو رینگتے ہوئے پہنچنے کی کوشش ضرور کرتا ہے۔

(''مگر ملکہ حضور تو پھر میں کیا کروں؟''ادوب کی بات پر اسکی تیوری چڑھی۔ ''مجھے ایک خادمہ کی ضرورت ہے۔تم آج سے میری خاص کنیز۔''گل کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اشارے پر شہزادی نے مسکراتے ہوئے سامنے رکھا لال رومال ادوب کے نارنجی چھوٹے بالوں کے گرد باندھ دیا۔ یہ حکمرانوں کی منافقت تھی۔ جو گدھ بن کر خوشامدوں کے ساتھ حکومت کرتے تھے۔ طاقت قائم رکھنے کے لیئے محنت کے بجائے ساتھ کو ترجیح دیتے۔)

جوں جوں آنے والا شخص قریب بڑھاتوں توں المیرا کی دل کی دھڑکن خطرناک حد تک تیز ہوئی۔ دونوں ہاتھوں میں اپنے ہتھیار کو تھامے وہ اسے بہتے پانی میں قدم جماتے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ملکہ۔" المیرا کی جمع کردہ خود مختاری اور سخت گیری اس ایک لفظ کے آگے ڈھیر ہو جاتیں۔ مفلس قیدی کو خود کے وجود میں دڑاڑیں پڑتیں محسوس ہوا۔ ایک تو جب وہ یوں ملکہ بلاتا تھا المیرا کو خود سے ہی حسد ہونے لگتا۔ ہاتھ میں جلتے دیے کی جگہ لالٹین اٹھائے فاطر اسلام نے سلاخوں کے سامنے لہرائی۔ آج روشنی کونے کونے تک پھیل گئی۔

المیرا انہیں نم پاؤں، بہتے خون اور گیلے بالوں سمیت کچھ دیر تو بے یقین کھڑی رہی۔ کتنا انتظار کیا تھا اس نے اس ملاقات کا۔ یک دم بھاگتے ہوئے دروازے کے قریب آئی، انتظار اب منزل پا لینے کے بعد اہمیت نہیں رکھتا۔ لوہے کی زنگ آلود سلاخوں کے پار فاطر اسلام کو اسکے چہرے پر دحشت، بھیگ، کمزوری کے علاوہ ایک اور تاثر بھی دکھا۔ امید کے جلتے ستارے اپنے ملاقاتی کو دیکھتے مزید روشن ہوئے۔

"مجھے یہاں نہیں رہنا۔ مجھے یہاں سے نکالو۔ میں یہاں مر جاؤنگی۔ فاطر مجھے یہاں سے نکال لو۔ خدارا مجھے یہاں اکیلا مت چھوڑنا۔" اسکے ہاتھ لوہے پر کانپ رہے تھے۔ سر تا پیر پسینے میں شرابور وہ منت سماجت کرتے کہیں سے بھی وہ مغرور عورت نہیں لگی۔ فاطر نے نا سمجھی سے قید خانے میں روشنی گرائی۔ اندر کا منظر دیکھتے تو المیرا کے بھی چودہ طبق روشن ہوئے۔ ایک طرف گرامٹی کا مضبوط برتن

www.novelsclubb.com

پانی میں نم تھا۔ بہتے پانی کا ایک چوڑا راستہ المیرا کی چٹائی تک جا کر غائب ہو رہا تھا۔ کال کوٹھڑی میں المیرا کے سوا کوئی وجود نہ تھا۔ یہیں پر تو اس پے حیرت کا پہاڑ ٹوٹا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہاں۔۔۔یہاں ابھی کوئی تھا۔ مجھ پر حملہ ہوا ہے۔ مجھے مار۔۔۔مارنے کی کوشش۔ فاطر میں سچ کہہ رہی ہو۔ میرا یقین کرو۔'' وہ ہذیانی انداز میں خود کا دفاع کرنے لگی۔ نم بالوں میں گرد آلود ہاتھ چلاتے وہ اب تک صبح کے لباس پہنے تھی۔

''دیکھو میرے چہرے پر خون بھی ہو گا۔ میرا ہاتھ زخمی ہے۔ یہ پانی کا مٹکا میں نے اپنے حملہ آور کے سر پر توڑا تھا۔''

''ملکہ۔'' وہ اب اسکو بکھرے ہوئے پرزے دکھاتے رضامند کر رہی تھی جب فاطر کی دھیمی پکار پر اسکا سارا وجود شانت ہوا۔ چہرہ پھیر کر دیکھا تو روشنی میں نظر آتی ایک بھوری اور دوسری سنہری آنکھ میں ہمدردی کے سوا کوئی تاثر نہیں تھا۔ المیرا کو اپنی ٹانگوں سے جان فنا ہوتی محسوس ہوئی۔ جن آنکھوں میں اس کے لیئے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہمہ وقت تشویش اور بیزاری ہوتی تھی وہاں آج اتنی نرمی دیکھتے اس پر بے یقینی واجب تھی۔ یہ احساس کمتری نہیں جو وہ کم از کم اس آدمی کی غلط فہمی نہیں سہہ سکتی۔ یہ کچھ اور تھا؟ کچھ بہت ناتجربہ کار سا۔

"مجھے یقین ہے جو تم کہہ رہی ہو سچ ہے۔" ایک جملہ اور المیر اعنایت محسن فاتحوں کی اعلیٰ صف میں آکھڑی ہوئی۔ "مجھے تم پر اعتبار ہے۔" دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھتے مرد کو دیکھتے المیرا خود کا شمار کرنے لگی۔ وہ خوش قسمت ہے جو فاطر اسلام کا "اعتماد" اسکے حصہ میں تھا یہ وہ بدقسمت تھی جو "فاطر اسلام" کا اعتماد اس کے حصہ میں تھا۔

www.novelsclubb.com

ہاتھ میں تھامے ٹکڑے کو دیکھا۔ اسکی گرفت اتنی گہری تھی کے ہتھیلی پر باقاعدہ سرخ لکیر بن گئی۔ سہم کر اسے زمین پر اچھالتے وہ دیوار سے ٹکرائی۔ روشنی کی کرنیں سیدھا سلاخ دار سیاہ بن کر اسکے وجود پر پڑ رہی تھیں۔ فاطر آنکھیں بند کیئے وہیں بیٹھا رہا۔ اسکا جسم تھکن سے چور تھا۔ کچھ دیر بے فکر ہو کے بس سونا چاہتا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آنکھوں کے گرد حلقے اور چہرے کا ماس قدرے کم ہو چکا۔ پاؤں میں لگنے والی چوٹ کو نظر انداز کرتے وہ المیر اسے ملنے آیا تھا۔ پر کیوں؟ صرف اتنا کہ اسے علم تھا المیر اندھیرے سے خوف کھاتی ہے یا پھر یہ کے وہ چراغ کی روشنی اسکو سیر نہیں کر سکتی یا۔۔۔ پھر کچھ اور تھا۔ احساسِ ندامت کے ہاتھوں تو وہ کافی مدد کر چکا تھا پھر یہ کون سی کیفیت تھی جو وہ پورا دن بے چینی میں رہتا اور زمین کی بلندیوں تلے بنے اس قید خانے کے باہر آتے ہی اس پر سکون سا اتر جاتا۔

''تم جانتے ہو ابوالسلام میرے نزدیک مرد سے بزدل کوئی مخلوق نہیں۔'' فاطر نے آہستہ سے آنکھیں کھولتے چہرہ پھیرا۔ وہ سونا چاہتا تھا اور وہ بولنا چاہتی تھی۔۔۔۔۔۔۔ فاطر نے اسکی آواز کو اپنی نیند پر ترجیح دی۔ دور اندر دیوار کے ساتھ لگ کر سمٹی ہوئی اس نے چہرہ اٹھایا ہوا تھا۔ آج فاطر سامع تھا اور وہ مکلم۔

www.novelsclubb.com

"پہلے میرا باپ بزدل تھا جو کبھی بیوی کو نہ عزت دلوا سکا نہ عزت کر سکا۔ بس اپنی ذات کے چرچے اسے پسند تھے خواہ اس کے لیئے بھری محفل میں بیوی کا مذاق کیوں نہ بن جائے۔"

(اسے اچھے سے ایسے کئی مواقع یاد تھے جب محسن نے بھری محفل میں اسکی ماں کی بھولی فطرت، سگھڑپن یا خاموش فطرت کا مذاق بنایا ہو۔ یہ سلسلہ اسکی ماں کی موت کے بعد بھی یونہی جاری رہا۔)

"میں نے خود سے وعدہ کیا تھا میں اپنی ماں جیسی نہیں بنوں گی۔ کوئی مجھے نشانہ بنائے اس سے پہلے میں اسکا مذاق بنا دونگی۔ کسی کو اپنی تذلیل کی ہمت نہیں دونگی۔" دونوں کے چہرہ بے تاثر تھے۔ دونوں بولنے کے شوقین اب ایک دوسرے کو سننا سیکھ رہے تھے۔

"پھر میرے بھائی بزدل تھے۔ ایک گھر کی ہی عورتوں کو نیچے لگائے رکھنا بہادری سمجھتا تھا تو دوسرے کے نزدیک چپ سدھار لینا ہی اصل طاقت تھی۔ میں نے

عہد کیا تھا کہ اس سے پہلے کوئی مرد مجھ پر حکم چلائے میں اپنا انگوٹھا اسکے حلق پر رکھ دونگی۔ اگر کوئی میرے پر ہوئے ظلم کے خلاف نہیں بولے گا تو اسے سرعام رسوا کرونگی۔" فاطر کو اچھے سے یاد تھا المیرا نے زبور کو کس قدر ذہنی دباؤ دیا تھا۔ وہ دن یاد آئے تو وہ بس سامنے والی عورت پر ترس کھا کر رہ گیا۔

"اسکے بعد میں یہاں مصر آئی تو مجھے ایک کے بعد ایک بزدل مرد ہی ملا۔ پہلے سال وہ یورپی ارشن جو اپنے سے ماتحت کی تذلیل سمجھ کر خود کی طاقت جتاتا۔ پھر اگلے سال وہ ہرش جس کی انا اتنی اونچی تھی اس سے ایک لڑکی کا انکار برداشت نہیں پھر ایک تم جس نے اپنی بات سچ ثابت کرنے کے لیے میری زندگی کی ایک رات تباہ کر دی۔" ان دونوں کے درمیان دوریاں نہیں دوزخیں تھیں جن کی آگ کی لو ان دونوں کے اعترافات بجھا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

”مضبوط بننے کے چکر میں خود ظالمین جیسے بن گئیں۔ جو چیزیں مجھے گراں تھیں میں نے وہی اپنالیں۔ جن سے نفرت تھی انہیں کے قاعدوں پر جینے لگی۔“ اسکے لہجے میں خود کے لیئے نفرت تھی۔ چہرہ پر گہرا غیض اور آنکھوں میں ملال۔

”میری ماں کہتی تھی المیرا خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے وہ یہ بتانا بھول گئیں کہ المیرا خدا صابر کے ساتھ بہادر رہنے والوں کے بھی ساتھ ہوتا ہے۔ صبر اور برداشت تو آپ کو باہمت بناتے ہیں پھر ہم ہر ڈرپوک اور خوف زدہ انسان کو صابرین اور شاکرین میں کیوں شمار کرلیتے ہیں؟“ وہ خاموش ہوئی تو جیسے ایک فسوں سا ٹوٹا۔ اتنی دیر سے گردن ایک سمت میں رکھنے کی وجہ سے اکڑ چکی تھی۔ المیرا نے چہرہ جھکایا تو جھینپ کر ٹھہر گئی۔ دور بیٹھے مرد کی آنکھیں نم تھیں۔ المیرا کی بے یقینی نے سانس روک لی۔ نظر ملنے پر فاطر نے چہرہ پھیر لیا۔ اس نے کبھی تصور نہیں کیا تھا کوئی اسکے لیئے بھی رو سکتا ہے اور یہ تو بلکل نہیں سوچا تھا کہ وہ کوئی اسکا برسوں پرانا نفرت کا نشانہ فاطر اسلام ہوگا۔

www.novelsclubb.com

''میرے لیئے آنسو مت بہاؤ یہ کام آج تک میں نے خود بھی نہیں کیا۔''اپنی جگہ سے اٹھتے اسکی آواز میں طنز تھا۔ہاں دل ابھی بھی بے یقینی کے شکنجے میں تھا۔

''اتنی شکستہ توقعات خود سے آخر کیوں؟''امید کی بات کرتے آدمی کی آواز خود ناامید تھی۔

''اچھی توقع کے نام پر میرے ہاتھ میں ہے ہی کیا؟''اس نے اپنی زخمی ہاتھ پھیلائے۔''ایک بے نام موت،بددعادیتے واقف کاراور۔''

''اور ایک خیر خواہ۔''المیرا کے جملے کو مکمل کیا۔سلاخوں کے پیچھے کھڑی عورت اس کے لفظوں پر الجھی۔''کیا تم مجھے اپنا خیر خواہ نہیں مانتی؟میں اتنے دنوں سے بنا ٹھیک سے سوئے اور کھائے صرف اس وجہ سے ہوں کہیں مجھے مار نہ دیا جائے۔ میں نہ رہا تو تمہارے لیئے یہاں کون آئے گا، ملکہ۔کیا میں یہ سمجھوں جس کے سکون کی خاطر میں خود کو بے سکون کررہاہوں وہ خود کو اکیلا سمجھ رہی ہے؟''اسکے

ہاتھوں سے نظر ہٹاتے فاطر نے آنکھوں میں دیکھا۔ مرد کی آنکھوں کی نمی کناروں پر چمک رہی تھی۔ المیرا کی حاضر دماغی فاطر کی آنکھوں کے سامنے ہار گئی۔

"میرے ارد گرد صرف اندھیرا ہے ابولاسلام۔"

"میری سمت دیکھو اندھیرے چھوٹ جائے گیں ملکہ۔" جالیوں کے ساتھ اپنی پشت جوڑ کر بیٹھی عورت نے ٹھٹک کر پیچھے دیکھا۔ فاطر کے انداز میں سہارا نہیں ساتھ تھا۔ آنکھوں کی سرخی آنسو روکنے کی وجہ سے تھی۔ المیرا کی نگاہ اسکی کھڑی ناک سے ہوتے اسکی بڑھی داڑھی تک گئی۔ وہاں سے ہٹی تو گردن میں ابھری گلٹی کو دیکھا۔ وہ بلاشبہ ایک خوبصورت مرد تھا۔ المیرا کو اندازہ ہوا اسے دیکھنے سے واقعی اطراف روشنی سی بکھر جاتی تھی۔

"بس کچھ دن اور پھر میں تمہیں یہاں سے نکال لونگا۔" فاطر کے چہرے پر پختہ منظوری تھی۔

www.novelsclubb.com

"تمہیں اتنا یقین کیسے ہے کہ میں یہاں سے نکل سکتی ہوں؟"

"کس نے کہا مجھے تم پر یقین ہے؟" المیرا کی لاعلمی سے آنکھیں چھوٹی ہوئیں۔
"مجھے تو سراسر خود پر مکمل بھروسہ ہے کہ تمہیں نکال لونگا۔" اور اتنے دنوں سے اس کو لگ رہا تھا یہ آدمی بدل گیا ہے۔

"ہاں جیسے بھروسہ تھا کے ڈال بھی لونگا ویسے ہی اونچے دعوے ہیں کے رہا بھی کرلونگا۔" زیرِلب بڑبڑاتے اس نے گردن جھکائی۔ فاطر اسکی بیزاری سے محظوظ ہوتا پورے دل سے ہنسا۔ المیرا نے چہرہ کچھ مزید پھیرتے خود پر جبر کیا۔ معلوم تھا کے اگر ہنستے ہوئے دیکھ لیا تو نہ نظر ملانے کی حالت ہوگی نہ نگاہ ہٹانے کی چاہت۔

"دعوے اور وعدے نہیں...... مقصد ہے میرا۔ اگر جہنم میں دکھادینے والا میں تھا تو نکالنے والے ہاتھ بھی میرے ہی ہونگیں۔" سبز تانبے جیسی آنکھیں اس مرد کو پیچیدگی سے دیکھنے لگیں۔

''اور تم ایسا کیوں کرو گے؟'' یہ سوال پوچھتے وقت اس نے دھڑکن کو ڈپٹ کر شانت کیا۔ فاطر کا جواب سنتے وہ کوئی مداخلت نہیں چاہتی تھی۔

''میرے اصول۔'' مرد نے لاپرواہی سے شانے اچکائے۔ المیرا کا دل کیا باہر نکل کر اس کا سر پھاڑ دے۔ بلکل صحیح نفرت تھی اس کو اس آدمی سے۔ خدا نے اسکے گناہوں کے بدلے فاطر کو دل جلانے کے لیئے بھیجا تھا۔

★

اپنی نیند پوری کرنے کے کچھ دیر بعد وہ وہاں سے اٹھتا اب لالٹین اٹھائے سیڑھیاں تہہ کرتے اوپر آرہا تھا۔ دل مطمئن تھا اور ذہن کچھ بیدار ہوا۔ پورے دن میں وہ بس ابھی تہ خانے کے دروازے سے لگا آدھے گھنٹے کے لیئے سویا تھا۔ قلعہ میں ایک واحد یہی محفوظ گاہ تھی۔ اوپر آکر دروازہ کھولتے اس نے جو نہی تھکے قدم باہر نکالے ہاتھ دروازے پر ہی رک گیا۔ سامنے سیاہی حلیہ میں موجود کماری کہنی میں پانی کی صراحی دبائے موجود تھی۔ فاطر کو دیکھتے اسکے ماتھے پر شکنوں کا جال نمودار ہوا۔

"آپ یہاں کیا کر رہے تھے خادم؟"

"پتا نہیں شاید مجھے غیر ممنوع علاقوں میں جانے کا نیا شوق چڑھا ہے۔" کماری نے اسے سر تا پیر عام انداز میں دیکھا۔ فاطر نے وہاں رکھی مشعل کو اٹھانے کے بجائے خود سے روشنی کا بندوبست کیا تھا۔

"یہ کہاں لے جا رہی ہو؟" فاطر نے اسے بیچ راہ میں روکا۔

"ملکہ کے لیئے ہے۔" کماری نے بڑھنے کی کوشش کی۔

"کیوں؟"

"ان کو نئے مٹکے کی ضرورت ہے۔"

"پرانے کو کیا ہوا؟"

"وہ ٹوٹ گیا ہے۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تمہیں کیسے پتا؟" کماری کے قدم اپنی جگہ جمود ہوئے۔ "تمہیں کیسے معلوم ان کا پچھلا مٹکا ٹوٹ چکا ہے۔" سپہ سالار کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہوا۔ بے تاثر نگاہیں فاطر کے تھکے ہوئے چہرے کا اطراف کرنے لگیں۔ کچھ لمحات اور مخالف سوچیں ایک دوسرے کا جائزہ کرتی خاموش رہیں۔

"سنبھل کر خادم خاص یہ کھیل کا میدان نہیں۔" کماری کی تنبیہ پر وہ آسودگی سے مسکرایا۔

"فکر نہیں۔ ہار بھی گیا تو ہار مانوں گا نہیں۔" کماری کے مضبوط کندھے پر تھپکی دیتے وہ آگے نکل گیا۔ پاؤں کی موچ نے اسکی مضبوط چال سست کر دی تھی۔ کماری کی نگاہوں نے اس کا دور تک تعاقب کیا۔ باآوازِ بلند یہ اعتراف اسے تختہ دار تک لے جاتا مگر پھر بھی وہ یہ کہنا چاہتی تھی کہ "اونچے میناروں کی بنیادیں کھوکھلی کرنا یقیناً اس مرد کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔"

★★★★

www.novelsclubb.com

باب محافظ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہلکے جامنی موتیوں سے سجے نفیس لباس پر جوڑے سے لٹک کر آتا پلو اسکے نازک مدھم قدموں کی وجہ سے کمر پر بہتا آرہا تھا۔ لب اور گال مصنوعی گلابی رنگ سے سجے تھے۔ کئی گردنیں جھکا کر وہ خود کی ٹھوڑی اٹھائے قلعے کے دورے میں مصروف تھی۔ ایک ہاتھ کے فاصلے پر چھوٹے بالوں والی ادوب کنیز کے روپ میں بجھی ہوئی تھی جبکہ اسکے شانہ بشانہ چلتا بھمن پاشا خط پڑھنے میں مصروف تھا۔

”جان کی امان چاہتا ہوں ملکہ مگر یہ پیغام آپ کو کیسے اور کب موصول ہوا؟“ یمن میں موجود اپنے جاسوسوں کا جعلی خط بناتے اس نے صبح السحر بھمن کے کمرے میں پہنچوا دیا۔ ساتھ چلتے مرد کے سامنے وہ حد سے زیادہ چھوٹی لگ رہی تھی۔

”طریقے کار میں مت پڑیں مواد دیکھیں۔“ ہاتھوں کو لہراتے اس نے جیسے سوال رفع دفع کیا۔ ”ہمارے بھیجے چھ مخبروں میں سے بس ایک سلامت بچی ہے اور بقول اس کے حکومتِ یمن نے سمندری حملے میں جہاز کے تمام لوگ جان بحق کیئے ہیں۔“

''اگر ہم نے آپ کے لوگوں کو مارنا ہی ہوتا تو ان کو کسی بندھن میں کیوں باندھتے؟'' بھمن کا لہجہ اور انداز اکھڑا ہوا تھا۔ گل نے عینک کے اوپر سے ایک جتاتی نگاہ ساتھ چلتے مرد پر ڈالی۔

''ہم نے بھی اگر جہاز پر حملہ کروانا ہوتا تو اپنی عورتیں آپ کی نگہبانی کے لیئے نہ بھیجتے۔'' سچ کا تھپڑ بھمن پاشا کی گال سرخ کر گیا۔ لب بھینچتے اس نے بہت سا غصہ خود میں اتارا اور خط کو دوبارہ گول کر اسکے ڈبے میں بند کر دیا۔ زیرِ لب کوئی ترک گانا گنگناتے وہ ہال کے قریب آچکی تھی جب چہرے اور مزاج کی ساری تر و تازگی لمحے میں پھیکی ہوئی۔ لمبے جارحانہ ڈگ بھرتے وہ ہال میں مشق کرتی سپاہیوں اور کماری کے سروں پر آن وارد ہوئی۔ تاثرات کی سنجیدگی نے ان سب کے تیر کمان سنبھالے ہاتھوں کو جھکا دیا۔

www.novelsclubb.com

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" جن سب لڑکیوں کے ساتھ مل کر کبھی وہ تحفظ اور دفاع کے طور طریقے سیکھتی تھی آج ان سب کو خود کے ماتحت دیکھتے اسے اپنی کامیابی پر فخر ہوا۔

"جنگ کی تیاری۔" ایک طرف بیٹھی کماری نے تیر کو ترتیب سے رکھتے سر نہ اٹھایا۔ سابقہ استاد کو دیکھتے گل کچھ پل کے لیئے اپنی کرختگی بھول گئی۔ ایک فطری سی جھجک نے اسے کچھ سخت کہنے سے روکا۔ کماری اور اس کا تعلق ہمیشہ سے اچھا اور نیک نیت رہا تھا۔

"کس کی اجازات سے تیاری ہو رہی ہے؟" آواز میں اب ٹھہراؤ اور کچھ سختی تھی۔ چھیڑ پھاڑنے والی گل جان کچھ لمحے کو شانت ہوئی۔ وہ بیس تیس لڑکیاں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ جب مجمع کی جانب سے جواب نہ آیا تو اس نے خود کی بات دہرائی۔ "جب میں صاف الفاظ میں منع کر چکی ہوں کہ جنگ نہیں ہو گی تو کس بات کی یہاں محفل سجی ہے۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"مگر گل۔" کچھ لڑکیاں جو اسکے اصل نام سے واقف تھی ان میں سے ایک نے کہا جب گل جان نے اسے خطرناک گھوری سے نوازا۔ "میرا مطلب تھا.... ملکہ ہم روز اول سے یہی تو جانتے ہیں۔ آپ کے سامنے ہم کتنے مہینوں سے جنگ کے دن کا انتظار کر رہے تھے۔ ہم سپاہی ہیں۔ بھلے جنگ نہ ہو مگر ملک کا دفاع تو ہم نے ہی کرنا ہے اور وہ تیاری کے بغیر ممکن تھوڑی۔"

"کون سا ملک اور کون سا دفاع؟" ہیروں سے سجی انگلیوں کو باھم سامنے باندھے اس نے تائرانہ نگاہ سب پر ڈالی۔ نیلی آنکھوں میں حقارت اور ہنسی تھی۔ "تم جیسی کمزور دماغ لڑکیاں میدان جنگ میں جانے سے پہلے ہی بھاگ آؤ گی۔" کئی لوگوں نے اپنی سانسیں روکتے گل کو دیکھا۔ ایک زمانہ تھا جب وہ انہیں باہمت ہونے کی نصیحت کرتی تھی اور اب ایک زمانہ یہ ہے وہ انہیں ہی ہار ماننے کا حکم دے رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ملک کی حفاظت کرنے کے لیئے سر زمین کا ہونا بھی ضروری ہے۔ بتاؤ کہاں ہے تمہارا گھر؟ کون ہے تمہاری زمین؟ کیا شناخت ہے تم لوگوں کی؟ دوسروں کی روٹیوں پر پلنے والی ناکارہ ہستیاں ہو تم اور بات کرتی ہو تحفظ اور لڑائی کی۔" اسکے زہر خند لہجے پر بھی کماری لاتعلقی سے اپنا کام کرتی رہی۔

"یہ سب آپ کے فیصلے تھے ملکہ ہم تو بے بس ہیں۔" بھیڑ میں سے آواز آئی۔

"میرے نہیں سابقہ حکومت کے فیصلے تھے۔ میرے احکام اب سے رائج ہونگیں۔"

"اور کیا نظریہ ہے آپ کا؟" سوال آنے پر گل فاتح کی طرح مسکرائی۔ اپنی برتری اور خوش عقلی جتانے کا اس سے بہتر موقع کب ہاتھ آئے گا۔ گہری سانس اندر کو لیتے اس نے تقریر کے انداز میں ہاتھ اٹھائے۔ مجمع کی نظر اس سے اچانک ہٹی۔ گل نے ان کے نظروں کے زاویہ میں دیکھا جو ایک طرف سے بھاگ کر آتی عبیل پر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھے۔ گل جان کا بلدار ماتھا شانت ہوا۔ عبیل کے چہرے پر اڑی ہوائیاں دیکھتے اسے کسی غلط خبر کی پیشن گوئی ہوئی۔

”غضب ہو گیا ملکہ۔“ پتھر کی بت بنی گل جان کو کہنی سے تھامتے شہزادی کے لہجے میں وحشت تھی۔

”کیا ہوا؟“ بھمن نے آئبرو اچکائے۔ عبیل نے تھوک نگلتے پیشانی سے پسینہ صاف کیا۔

”اوپر۔۔۔ ملازمین کے کمروں میں (خشک ہونٹوں پر زبان پھیری) لاش پڑی ہے۔“ گل نے آگے کے الفاظ نہیں سنے۔ اس کے ذہن نے کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں دیا۔ یہاں اس نے لاش کا لفظ سنا وہیں اس نے سرپٹ سیڑھیوں کی طرف دوڑ لگا دی۔ لباس کو اٹھائے وہ اس وقت ملکہ نہیں ایک خوف زدہ عام سی شہری لگ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

”تمہیں فرق نہیں پڑ رہا سینڈی کے قتل سے؟“ جب آپ مقتول سے ملے ہوں تو یہ الفاظ کہنا بھی دشوار ہوتا ہے۔

وہ قلعے میں موجود ہر فرد کے چہرے سے واقف تھی۔ اس بار بھی یہ سننا کے آپ مقتول سے ملے ہیں پہلے ہی کی طرح دہشت ناک تھا۔

”سچ پوچھو تو۔“ المیرا اپنی کرسی پر پیچھے ہوئی۔ ”مجھے تو **excitement** ہو رہی ہے۔“

ان گول چکردار زینوں پر اسکے پیچھے بھی کئی افراد بھاگ کر آ رہے تھے۔ ماہِ ملکہ میں موت کے نظارے انہوں نے بہت کیئے تھے۔ مگر یوں کسی کا قتل بغیر نگرانی ہونا اس سب نے ان کے قدموں سے زمین کھینچ ڈالی۔۔

”سمندر میں ہونے والا ایک ٹرویول بلاگر کا مرڈر، 350 لوگوں سے بھرے ایک جہاز میں قاتل پناہ گزین۔ ہے ناہیڈ لائن۔“

وہ جب دوسری منزل کی آخری سیڑھی پر پہنچی دور ہی لگے رش نے اسے باور کر دیا تھا کہ اب بہت دیر ہو چکی ہے۔ وقت تو ہاتھ سے تب ہی نکل گیا تھا جب لفظ لاش کا نام سنا مگر پھر بھی ایک امید سی تھی کہ اپنی ناک تلے وہ کسی کی جان ضائع نہیں ہونے دے گی۔

"تمہیں لگ رہا ہے یہ ہمارے درمیان کسی شخص کا کام ہے؟" المیرا کی بات کاٹی گئی۔

ملکہ کو آتا دیکھتے سب خود بخود ہی پیچھے ہونے لگے۔ اس مرتبہ اسے رش میں دھکے کھا کر آگے نہیں آنا پڑا۔

"ہو سکتا ہے اس نے خود کشی کی ہو۔" کندھے اچکائے۔ گل رازداری سے آگے آئی۔

www.novelsclubb.com

کمرے کے عین وسط میں ایک جوان مرد اوندھے منہ لیٹا تھا۔ آنکھیں ابھی تک خوف سے کھلیں جبکے چہرے پر جا بجا خون کے چھینٹے تھے۔ دونوں ہاتھوں کی کٹی کلائیوں سے نکلتا خون اسکے وجود تلے کسی تالاب کی سی مانند تھا۔ گل کے قدم وہیں چوکھٹ پر ٹھہر گئے۔

"یہ ان جہاز والوں کا بھی تو کام ہو سکتا ہے۔"

گل اس آدمی کو پہچانتی تھی۔ کانوں میں اپنی آواز کے درمیان اسی آدمی کا ہیبت ناک پراسرا لہجہ سنائی دیا۔ ("میں یہاں محفوظ نہیں۔") بس یہ الفاظ اور آگے کا جملہ وہ بھول چکی تھی۔

"پھر تو انہوں نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے۔" المیرا نے ہنستے ہوئے ٹارٹ کی پلیٹ کی جانب ہاتھ بڑھایا۔

"یہ راتوں کو اٹھ کر چیختا تھا۔ کہتا تھا مجھے اپنے مرے ہوئے ساتھی دکھتے ہیں۔ نیم پاگل تھا بھئی۔" مجمع میں کھڑے ایک مرد نے عورت سے کہا۔

"میں نے ایک مرتبہ پوچھا تو کہتا میں تو بس مصر گھومنے آیا تھا یہ نجانے کہاں آ پڑا ہوں۔ مجھے تو تب ہی سمجھ آ گیا تھا فہیم نشے کا چکر ہے۔"

"بہت برا ہوا بے چارے کے ساتھ کس قدر جوان تھا ابھی تو۔" بھانت بھانت کی آوازیں، کسی میں ترس تو کسی میں دکھاوا۔ گل تو جیسے ریت کا پہاڑ بنی دروازے میں ہی کھڑی رہی۔ اسکی رنگت خطرناک حد تک زرد ہو چکی تھی جبکہ ہاتھوں کی انگلیاں کانپنے لگی۔ اس مرد کی آنکھوں میں وحشت، چہرے پر خون، پلکوں کے پار آنسو اور منہ سے نکلتے پانی کو دیکھتے گل کے معدے میں بل پڑے۔

قدموں تلے کچھ محسوس کرتے اس نے بے دھیانی میں چہرہ جھکایا۔ دو کٹے ہاتھ خون میں رنگے اسکے لباس کے دامن کو کھینچ رہے تھے۔ بے قابو ہو کر چیختے وہ پیچھے کی جانب گرڑی۔ لوگوں نے اٹھاتے اسے سیدھا کرنا چاہا مگر وہ دونوں ہاتھ اب اسکے

لباس کے اوپر انگلیوں کی مدد سے چلتے آ رہے تھے۔ ہتھیلیوں پر زور دے کر کھڑے ہونے کی کوشش میں اسکے ہاتھ بری طرح زخمی ہوئے۔

"دور ہو جاؤ مجھ سے۔ دور ہٹو۔" ہر کوئی ملکہ کے حکم کی بجاآوری لاتے دور ہونے لگا اس بات سے انجان کے وہ حکم ان کے لیئے نہیں ہاتھوں کے لیئے تھا۔ وہ خون آلود ہاتھ اب سفر کرتے اسکے نچلے دھڑ کو پار کر چکے تھے۔ سانس بے دریغ پھولنے لگی۔ آنکھوں کے گوشے خوف سے نم ہوئے۔ کہنیوں کے بل بیٹھتے اس نے پوری بہادری کے ساتھ ان کٹے ہاتھوں کو خود سے اٹھا کر دور پھینکا۔ رش میں موجود لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ یہ ملکہ ہوا اٹھا اٹھا کر کیوں پھینک رہی ہے؟

www.novelsclubb.com

دوسری طرف آؤ تو گل اب اپنی کاروائی پر فخر کرتے دور پڑے ان ہاتھوں کو دیکھتے ان پر تھوکنے لگی۔ لوگ اچانک اچھل کر دور ہوئے۔ یہ خالی زمین پر کیوں تھوک رہی ہے۔ ہنستی ہوئی ملکہ کو دیکھ کر انہیں یقین ہو چکا تھا ان کا حکمران دماغی توازن

کھو چکا ہے۔ گھٹنوں کے بل کھڑے ہوتے اس نے جب اپنے دونوں ہاتھوں کو دیکھا تو وہی کیفیت ایک مرتبہ دوبارہ سے تاری ہوئی۔ خون آلود ہاتھوں کو پکڑنے کی وجہ سے اسکے اپنے ہاتھ سرخی میں رنگا رنگ تھے۔ ہذیانی انداز میں انہیں ملتے وہ اپنی عوام کو خوف زدہ کر رہی تھی۔ لباس سے ہاتھ ملے۔ پلو پر رگڑے یہاں تک کے دیواروں پر بھی پھیر دیئے مگر خون ختم ہونے کے بجائے مزید پھیلنے لگا۔

"ملکہ حضور کیا کر رہی ہیں۔" ایک عورت نے ہمت کرتے اسے دیوار سے دور ہٹایا۔

"چھوڑو مجھے۔ میرے ہاتھوں پر خون لگا ہے... دیوار پر بھی خون ہے۔ مجھے صاف کرنے دو۔" ہذیانی انداز میں منمناتے وہ مضحمت کرنے لگی۔

"کون سا خون؟........ دیوار اور آپکے ہاتھ دونوں صاف ہیں۔" گل کی ممانعت سست ہوئی۔ ٹھہر کر ہاتھوں کو دیکھا۔ پھر دیوار کی سمت نظر اٹھائی....... وہاں تو کچھ نہیں تھا۔ اسکا جسم خوف کے مارے بے جان ہونے لگا۔ نہ زمین پر ہاتھ اور نہ اس کا

اپنا دامن بے داغ۔ کیا وہ سراب تھا؟ یا اسکے نفس کا آئینہ۔ یہ سب مناظر دیکھتے اسکی ہمت ختم ہونے کے قریب تھی۔ جھولتے سر اور فنا ہوتی قوت کا سہارا لیتے اس نے چکراتے سر کو تھاما۔

اس سے پہلے کے وہ دنیا و مافیا سے بیگانہ ہو کر زمین بوس ہوتی دو مضبوط مردانہ ہاتھ اسے کندھوں سے تھامے سیدھا کر چکے تھے۔ گل کا ذہن اب ہوش و خرد سے دور جا چکا تھا۔ آنکھوں کی پتلیاں آہستگی سے ایک ساتھ ملنے لگیں۔ سب لوگ دور جا چکے تھے۔ بند ہوتی آنکھوں نے آخری چہرہ اسکے وجود کو سہارا دیتے فاطر اسلام کا دیکھا تھا۔

www.novelsclubb.com

★

اسکی آنکھیں کلائی پر ہونے والی جلن سے کھلی تھیں۔ از خود مٹھی بند کرتے اس نے ناخنوں کو ہتھیلی میں پیوست کر لیا جب آنکھوں اور ذہن کے سامنے سے اندھیرا چھوٹنے لگا۔ گل جان نے بھاری پلکوں کے پار ملکہ کا نرم بستر اور تراشی دیواریں

دیکھیں۔ ذرا سی نگاہ دوسرے رخ پھیری تو ادوب کو اپنی کلائی پر جھکا پایا اس کے پیچھے ہی ماہ نگار اپنی چھری کا سہارا لیئے کھڑی تھی جبکہ کمرے کے ایک کونے میں دبیر السازار دیوار کے ساتھ پشت جوڑے۔

''آپ بے ہوش ہو گئی تھیں ملکہ۔'' یہ اس کے لیئے اب عام سی بات تھی۔ ادھر مشکل شروع ہوتی نہیں ادھر گل جان کے ہوش ہاتھ سے چھوٹ جاتے۔ ادوب کا سہارا لیتے اس نے سرہانے کی ٹیک لی اور ادوب ہی کے ہاتھ سے پانی اپنے اندر اتارا۔ دیوار پر کلائی رگڑنے کی وجہ سے وہ ذخمی ہو چکی تھی۔ اپنی سفید پٹی میں لپٹی کلائی اور ہاتھوں کو دیکھتے اسکی آنکھیں نم ہوئیں۔

www.novelsclubb.com

چہرے کے سامنے سینڈی کی لاش منڈلانے لگی۔

(پاؤں تلے پتلے لال مایہ کی ایک بہتی ہوئی لکیر تھی۔ گل کا سانس اکھڑنے لگا، چیخ مارتے وہ دو قدم دور ہوئی اور تقریباً لوگوں پر گر پڑی۔ کمرے کے اندر تمام بتیاں

روشن تھیں۔لاش کی کھوپڑی کو بری طرح مسخ کر کے خون کو پورے کمرے میں بہنے کے لیئے چھوڑ دیا تھا۔)

منظر غائب ہوا تو اسے آنسو اپنے مرہم زدہ ہاتھوں پر گرتے دکھے۔آنکھوں کو سختی سے بند کرتے اس نے ہونٹوں کو کانپنے کے لیئے چھوڑ دیا۔موت کو دیکھنا تب بھی خوفناک تھا اور آج بھی۔چہرہ دونوں ہاتھوں میں گرائے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔دوسروں کے سامنے رونا اسکی انا پر گریزاں تھا مگر اس وقت گل جان کے لیئے کوئی انا کوئی مقام اہمیت نہیں رکھتے تھے۔اس کا دل پشیمان تھا۔اسکے زیرِ نگرانی ایک انسانی جان نے اپنی زندگی ختم کر لی اور گل جان کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو سکی۔

ادوب نے مدد طلب نظروں سے نگار کو دیکھا جہاں ہمیشہ کی طرح سرد مہری اور کرختگی تھی۔"وہ دو ہاتھ تھے۔ان دونوں ہاتھوں نے میرا لباس خون سے بھر دیا۔وہ اسی آدمی کا خون تھا۔وہ میرے دامن کو آرہا تھا۔وہ مجھے یاد دلا رہا تھا کہ میں ایک

www.novelsclubb.com

قاتلہ ہوں۔ میں ایک ناکارہ حکمران ہوں۔" وہ ابھی ہاتھوں کو چہرے سے ڈھکے ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ دور کھڑے دبیر نے مداخلت نہ کی۔

"کون سے ہاتھ ملکہ؟" نگار کے سوال پر بھی اسکی حالت میں تبدیلی نہ آئی۔ سوگ کی کیفیت میں وہ اپنے ارد گرد سے بے پرواہ تھی۔

"میں نے اسے کہا تھا کہ میں اسے بچا لونگی۔ میں وعدہ خلاف نکلی۔ میں نے اینڈی سے بھی وعدہ کیا تھا کہ اسکی منگیتر کے قاتل کو اس تک لاؤنگی۔ میں نے اپنی بہن سے بھی عہد کیا تھا کہ یاسمین کو ڈھونڈ لونگی۔ میں کچھ نہیں کر سکی۔ میں کسی کے کام نہیں آ سکی۔ میں فالتو ہوں۔ میں فضول ہوں۔" اسکی سسکیاں پورے کمرے میں گونجنے لگیں۔ چہرہ رونے کی شدت سے سرخ ہو چکا تھا۔ آنسو کے نشان اسکے چہرے کو نمی بخش رہے تھے۔ ادوب نے دوبارہ مدد کی نیت سے نگار کو دیکھا جہاں ہونزلا پرواہی کا رنگ ہوا تھا۔ ادوب نے اپنے نرم دل کے ہاتھوں مجبور دبیر کو بھی اداس نظروں سے دیکھے۔ منصف نے بس خالی نگاہ ملا کر چہرہ پھیر لیا۔

www.novelsclubb.com

دل ہی دل میں ان سب کی خود غرضی پر لعنت بھیجتے اس نے خود ہی ایک آخری کوشش کی۔ چند قدم چل کر بستر کے قریب آئی۔ ملکہ اب گھٹنوں سے سر جوڑے سسک رہی تھی جب ادوب نے آگے بڑھ کر اسکے کندھے کے گرد بازو حائل کرتے اسے سینے سے لگایا۔ ماہِ ملکہ کی بے حس دیواروں نے جھینپ کر منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ گل جان کو اس وقت ایک سہارے کی ہی ضرورت تھی۔ کسی بچے کی طرح سمٹ کر بیٹھتے وہ ادوب کے کندھے پر سر رکھتے دوبارہ رونے لگی۔ کنیز ہولے ہولے اسکی پشت تھپکتے اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتے حوصلہ دیتی گئی۔

''میں اس تاج کی حقدار نہیں ہوں۔ میں اس گدی کی قابل نہیں ہوں۔'' ادوب نے اسے جواب نہ دیا بس کسی بڑے کی طرح اسے خود سے لگائے بھڑاس نکالنے کا موقع دے دیا۔ کمروں میں گونجتی اسکی دہائی آہستہ آہستہ ہلکی ہونے لگی یہاں تک کے ہچکیوں میں بدل گئی۔

کچھ دیر تک وہ یونہی ادوب کے ساتھ لگی دور خلا میں دیکھتی رہی۔ ناک کان سب رونے کی وجہ سے غلابی پڑ چکے تھے۔ تبھی دروازے پر دستک ہوئی اور درباری اندر آیا۔ ملکہ کے بجائے نگار کو مخاطب کیا۔

''باہر کماری سمیت ایک ملازم ملکہ سے ملنے آئے ہیں۔'' کماری کا نام سنتے گل میں اچانک ہی توانائی آئی۔

''ملکہ کی حالت ابھی ناساز ہے انہیں کہو بعد میں آئیں۔'' ابھی وہ ملازم پلٹا ہی تھا جب گل جان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''نہیں انہیں اندر آنے دو میں نے اہم بات کرنی ہے۔'' نگار نے احتجاج کرنا چاہا جب گل نے ہاتھ اٹھاتے ٹوک دیا۔

www.novelsclubb.com

”میرا کمرہ خالی کرو مجھے کچھ اکیلے میں بات کرنی ہے۔ ادوب میرے لیئے گرم دودھ کا ایک گلاس بھی بھجواؤ۔“ سب کو ہاتھ سے تخلیہ کرتی وہ غسل خانے میں غائب ہو گئی۔ اسکا انداز ابھی بھی الجھا اور بے صبری لیئے تھا۔

چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارتے نرم کپڑے سے منہ رگڑتی جب وہ باہر آئی تو کمرے کے وسط میں کماری کو کھڑا پایا۔ بے قرار ہوتے تیزی سے اسکے قریب آئی جب قدم بیچ راہ میں ٹھہر گئے۔ کمرے میں کسی تیسرے کی موجودگی کے احساس پر اس نے ساتھ لگے آئینہ میں دیکھا۔ اچنبھے سے فوراً پلٹی۔ فاطر اسلام پیچھے دیوار سے ٹیک جوڑے سینے پر بازو باندھے مسکراتی نظروں سے گل کو دیکھ رہا تھا۔

”تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“ اس وقت گل کے ذہن سے یہ بات مکمل غائب ہو چکی تھی کہ اسے سہارا دینے والا وہی مرد تھا۔

”میں چاہتا ہوں تم اپنی طاقت کا درست استعمال کرو۔“ جیب میں ہاتھ ڈالتے وہ کچھ قدم اٹھا کر آگے آیا۔ گل کے ماتھے پر بل ڈلے۔

''پچھلی مرتبہ تم نے کہا تھا وہ آخری حکم ہو گا....... تم اب سے مجھے تنگ نہیں کرو گے۔''

''اسی آخری حکم کے حوالے سے میں یہاں موجود ہوں۔''گل کی ناسمجھ نگاہ فاطر سے کماری تک گئیں جس نے ابھی تک گفتگو میں مداخلت نہیں کی تھی۔ ''اسے میری فریاد سمجھو یا بے بسی مگر کیا تم کماری کے سامنے مجھے تہ خانے میں رہائش پذیر لوگوں کی خدمت کرنے کی اجازت دے سکتی ہو۔''گل جان کے چہرے پر بے شمار وہم تھے۔ نظریں چھوٹی کیئے وہ کماری کو ہی سر تا پیر دیکھ کر رہ گئی۔

''پوری بات بتاؤ۔ مجھے اندھیرے میں رکھنا چھوڑ دو فاطر اسلام۔''

''سر۔''سامنے والے نے سختی سے کہا۔''فاطر سر کہنا تھا۔ تمہارا مقام وقتی ہے مگر ہماری عمر کا فرق پرمننٹ۔ بہتر ہو گا اپنے سیکھے اداب نہ بھولو۔'' سامنے والے کی تنبیہ پر اس نے جبڑے بھینچ لیئے۔اس وقت وہ دونوں اپنے بنائے اصول فراموش

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کر چکے تھے۔(جہاز کے ابتدائی دنوں میں یہ بات تہہ ہوئی تھی کہ وہ کسی غیر کے سامنے اپنی اصلی شناخت نہیں کھولے گیں)۔

”کماری بتائے گی آپ کو مکمل بات۔“ گل غصہ کے ابلتے سمندر کو سنبھالتے کمرے میں رکھے صوفے پر بیٹھی۔ ”خادم تہ خانے میں موجود ان مریضوں کے پاس جانا چاہتے ہیں جن سے وبا پھیلنے کا خطرہ ہے۔“

”تو جانے دو نا نہیں۔“ گل نے جان چھڑائی۔اسے کماری سے اکیلے میں بات کرنی تھی۔ ”ہمارے پاس اس وقت زیادہ گھمبیر مسائل ہیں نا کہ مرتے ہوئے کو بچانے کا وقت۔“

”کیسے مسائل؟“ فاطر کی بات پر اسے جتاتی گھوری سے نوازا۔

www.novelsclubb.com

”اپنے خام خیالی سے باہر نکلیں تو معلوم ہو گا قلعہ میں ایک قاتل سانس لے رہا ہے۔“گل نے نخوت سے سر جھٹکا۔ ”آج ملنے والی لاش نے خود کشی نہیں کی اسکا قتل ہوا ہے۔“اسکے ٹھوس لہجے پر فاطر نے آئبرو اٹھائی۔

”آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہیں۔“

”تمہارا کام مکمل ہو گیا! نا اب جاؤ۔ مجھے کماری سے اکیلے میں بات کرنی ہے۔“بلند ناگوار لہجے میں تقریباً ہاتھ جوڑتے اس نے فاطر کو دفعان ہونے کا بولا۔ خادم کی جیب میں موجود ہاتھ مٹھیوں میں بھنچے۔ گہری سانس لیتے خود کو جواب دینے سے بازپرس کرتے اس نے الٹے قدم اٹھائے۔

”میں ایک اور گزارش بھی لے کر آج حاضر ہوا ہوں۔“

”تم اپنی اوقات سے کچھ زیادہ نہیں مانگ رہے۔“ٹانگ پر ٹانگ چڑھاتے اس نے طنز کیا۔ ”خیر کہو۔“انداز ایسا تھا جیسے بہت بڑا احسان کیا ہو۔ فاطر نے مٹھیوں کو

www.novelsclubb.com

مزید سخت کیا۔ اگر یہاں المیرا کا معاملہ نہ ہوتا تو وہ گل کی بدتمیزی پر تھوکتا ہوا چلا جاتا۔

"فاطر اسلام مر تو سکتا ہے مگر جھک نہیں سکتا۔"

شرمساری نے اسکو آج گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مگر کیا یہ واقعی شرمندگی تھی یا کچھ اور؟ صرف ندامت پر تو کوئی اپنی انا کا سودا نہیں کرتا۔

"آج کے دن ہی بولنا ہے۔" گل مسلسل پاؤں سے فرش پر دستک دے رہی تھی۔ فاطر نے فیصلہ کن انداز میں آنکھیں ملائیں۔

"میں چاہتا ہوں جیسے منصف ہتھکڑیوں میں ہی سہی مگر اپنی مرضی سے آزاد گھوم سکتا ہے ویسے سابقہ ملکہ کے لیئے گنجائش نکالی جائے۔" گل کے پاؤں کی حرکت رکی۔ کمرے میں سکوت چھا گیا۔

www.novelsclubb.com

"وہ باغی ہے۔" فاطر نے گردن مایوسی سے ہلاتے گل کو دیکھا مگر وہ ڈھیٹ بنی بیٹھی رہی۔

"بغاوت تو منصف نے بھی کی ہے۔" فاطر نے جتایا۔

"ایک ادنی ملازم اور بلند حاکم کی سزاؤں میں فرق ہوتا ہے۔" گل نے یاددہانی کروائی۔

"وجہ تو دونوں کی ایک ہی ہے۔"

"حیثیت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

www.novelsclubb.com

"جرم کا نتیجہ معنی رکھتا ہے۔"

"مجرم کی حیثیت سر اول ہے۔" بنا رکے ایک دوسرے کو جواب دیتے ہر اگلے لمحے ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

”یوں تو اگر ایک عام انسان قتل کرے یا ملکہ قتل کرے تو دونوں کو سزا برابر ہو گی۔“

”ہاں!“ گل نے فوراً جواب دیا۔

”تو اگر ملازم اور حاکم بغاوت کریں تو دونوں کی سزا مختلف کیوں؟“ گل نے جواب دینے کو منہ کھولا جب اسے احساس ہوا وہ کتنی بری طرح پھنسی ہے۔ پچھلی ساری بحث کو دہراتے جب اسے اپنی بے وقوفی کا اندازہ ہوا تو آنکھیں غصہ سے پھیل گئیں۔ سامنے کھڑا مرد کمینگی سے مسکرا رہا تھا۔ گل بھول گئی تھی کہ فاطر اسلام صحافی ہے، باتوں میں الجھانے کے فن سے واقف۔

ملکہ ماہ نے دونوں طرف صوفے پر زور دیتے خود کو بے قابو ہونے سے روکا جب کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ ہاتھ میں دودھ کا گلاس برتن میں رکھے ادوب اندر آئی۔ کچھ ہی وقت تھا مگر گل اپنا جواب تخلیق کر چکی تھی۔ سیدھے ہوتے اس نے کمر اکڑائی۔ اب جب بولنے کی تیاری کی تو اسکا رویہ مستحکم تھا۔

www.novelsclubb.com

"سابقہ ملکہ ماہ کو ایک ہفتہ کی مہلت پر باعزت رہا کیا جاتا ہے صرف اس بنیاد پر کے ان کے ساتھ ایک سپاہی ہر وقت کسی سائے کی طرح مامور رہے گا۔نہ صرف سپاہی بلکہ ان کے خود کے ہاتھ زنجیروں میں رہے گیں لیکن......۔"فاطر جو خوش اسلوبی سے مسکرانے لگا تھا ٹھہر گیا۔"صرف ایک ہفتے کے لیئے اس کے بعد انہیں قانون کے مطابق بھری محفل میں زندہ در گور کیا جائے گا۔" فاطر کا سارا مزاج ایک جھٹکے سے بوجھل ہوا۔اسکی آنکھوں میں دیکھ کر دھمکی دیتے اس عورت کو ذرا ترس نہیں آیا۔ابھی بیٹھے کسی انجان کی موت کے غم میں نڈھال ہو رہی تھی اور اب اپنے ہی ایک شناسا کے قتل کا پروانہ سناتے وہ بے حد مطمئن تھی۔

www.novelsclubb.com

فاطر کو ایک بات کا اندازہ وہیں ہو گیا"تخت جنس کا نہیں لالچ کا محتاج ہے"۔جو اپنی لالچ میں جتنا بے حس ہو گا وہ دنیاوی راج اسی کو ہی میسر ہو گا۔ گل کی بات کی اطاعت کرتے وہ بنا کوئی تعظیم دیئے کمرے سے باہر نکل گیا۔ تعظیم تو اس نے کبھی ملکہ المیرا کو نہیں دی تو پھر گل کی کیا حیثیت۔

★

ماہِ ملکہ میں اگر وہ گھنٹا گھر نہ ہوتا تو اندر رہائش پذیر لوگ کبھی وقت کا اندازہ نہ لگا پاتے۔ اسی گھنٹی کی مدد لیتے وہ صبح کی پھوٹتی کرنوں میں کام کرنے کو جاگے۔ ہر گزرتا دن لوگ کام کرنے سے بھاگ رہے تھے۔ جو مرد پہلے ڈر اور جوش کے ہاتھوں قلعے کے کام نپٹاتے تھے ان کی وہ حاضر مزاجی بیزاری میں بدلنے لگی۔ بیشتر تو یونہی تھکن سے چور بستر سے ہی نہیں اٹھ پاتے تھے۔ پیچھے بچیں عورتیں تو جو ابتدا میں اس نظام کے خلاف تھی اب وہ اکتا گئی تھیں۔ ہر وقت کا چڑچڑا پن جس کی وجہ سے اگلے لمحے کسی کونے کدھرے سے لڑائی کی آواز سنائی دیتی۔

www.novelsclubb.com

"گندم ختم ہو گئی ہے اب آٹا کیسے پیسیں؟" گودام کے دروازے میں کھڑے ایک فربہ مرد نے کہا۔ باورچی خانے میں اس وقت صرف چار سے پانچ افراد موجود تھے ماسمیت نجف، یونس اور فاطر۔

"یہ ہمارا مسئلہ تھوڑی۔ جو تخت تخت کھیلتے ہیں انہیں پرواہ کرنی چاہیئے۔" ہر وقت ہنستا مسکراتا یونس اب گزرتے وقت کے ساتھ بے انتہا کڑوا اور جھگڑالو ہو چکا تھا۔ پچھلے ہفتے تو کام کرنے کے حکم پر وہ اپنے ساتھی ملازم کے ساتھ جھگڑ پڑا جس کا نتیجہ اب یہ ہوا تھا کہ کوئی اس کے منہ لگنا گوارا نہیں کرتا۔ بس ایک کونے میں پڑا وہ طاقت کے شربت کو منہ لگائے رکھتا۔

"لیکن یوں تو ہم بھوکے مر جائیں گیں؟" ایک نسبتاً ڈرپوک آواز آئی۔ نیم اندھیرے اجالے میں فاطر کمر پر ہاتھ رکھے لب کاٹ رہا تھا۔

"ذبیح اللہ صاحب کو بتاتے ہیں آخر کو کھانے کے ناظم تو وہیں ہیں۔"

"ذبیح اللہ کو بتانے کی ضرورت نہیں وہ آدمی ہماری مدد نہیں کرے گا۔" فاطر نے نجف کی بات کاٹی۔

"ہاں ہمارا اصلی حاکم تو یہ کھڑا ہے۔" پیچھے بیٹھے یونس نے طنزیہ قہقہ لگایا۔ فاطر نے سوالیہ آنکھیں دکھائیں۔ "کیا دیکھ رہے ہیں نگران صاحب؟ مجھے دیکھنے سے مسائل حل نہیں ہونگیں جائیں جا کر اہلِ خانہ کی بھوک مٹائیں۔" فاطر نے پہلے اسکے نفرت سے بھرے چہرے کو دیکھا پھر ہاتھ میں پکڑی بوتل کو۔ نا سمجھی اب ناگواری میں بدلی۔ نجف کی طرف جھکتے آہستہ سے کہا۔

"تمہیں کہا تھا یہ بوتلیں ختم کر دو۔ پھر یہ اب تک اس کے پاس کیوں ہیں؟" فاطر نے البتہ اپنے شکوک خود تک رکھے (گندی عادت تھی)۔

"میں کس حق سے اس پر حکم جتاؤں۔" فاطر نے کچھ تقریری کہنے کو منہ کھولا پھر خود ہی سر جھٹک دیا۔ یہاں سب کے سب پاگل ہیں۔ دماغ کھپانا فالتو تھا۔

(فاطر کے جانے کے بعد کمرے میں بس اب دو ذی نفس کی موجودگی تھی۔ کماری تعبداری سے گل کے سامنے ہاتھ باندھے جو گرم دودھ سے اپنی تھکن مٹا رہی تھی۔ "بیٹھ جائیں کماری۔" اپنے سابقہ استاد کو یوں کھڑا دیکھ کر اسے برا لگا۔)

''اگر آٹا نہیں تو چاول لے آؤ۔'' گودام کے سامنے کھڑے لڑکے سے کہا۔ ''وہ تو ہفتہ پہلے ہی ختم ہو چکے تھے۔'' اس بار اسے حقیقتاً پریشانی ہوئی۔ وہ خود تو بھوکا رہ لے گا مگر اس ستر آسی لوگوں کی آبادی کی بھوک کیسے شانت کرے۔

''خالی سبزی بنا لیتے ہیں۔'' کچھ دیر بعد نجف نے عینک درست کرتے تجویز کی۔

ابھی فاطر اسے داد دینے ہی لگا تھا جب کونے سے آواز آئی۔

''صرف سبزی کھلاؤ گے کیا اسکی محبوبہ کو؟'' یونس نیم غنودگی کے عالم میں بولا۔

چاروں کی گردنیں اس تک مڑیں۔

''کیا مطلب ہے اس بات کا؟'' فاطر کے پر تجسس تاثرات کو دیکھتے وہ ہلکا سا ہنسا۔ تذلیل نما ہنسی۔

)''میرا مطالبہ تو تم اب تک سمجھ چکی ہو گی۔'' اپنے دائیں ہاتھ پر بیٹھی عورت کے جھکے سر سے مخاطب ہوئی۔ ''مجھے یقین ہے اس آدمی نے اپنی جان خود نہیں لی بلکہ

اسکی جان لی گئی ہے۔'' گل نے ایک بازو صوفے کی پشت پر پھیلا یا دوسرے کی انگلیاں ساز کے انداز میں بج رہی تھیں۔)

''کیوں بھولے بادشاہ بن رہے ہو خادم۔اب تک تو سارے قلعے کو علم ہو چکا ہے کہ۔'' بمشکل گھٹنوں پر وزن دیتے کھڑا ہوا۔ ''جس عورت کے خلاف تم نے بھرے مجمع میں گواہی دی تھی اب اسی عورت کی رہائی کے لیئے تم نے بند کمرے میں ایڑیاں رگڑتے فریاد کی ہے۔'' فاطر تو حیرت زدہ سا ہو گیا۔یہ بات تو اسکے، گل اور کماری کے درمیان ہوئی تھی پھر باقی سب کو اس بات کا علم کیسے اور کب ہوا۔ اپنا گناہ نئے سرے سے یاد آیا۔

www.novelsclubb.com

''آج ہماری سابقہ ملکہ ماہ جو ہمیں دشمن ملک کو بیچنا چاہتی تھیں ان کی آزادی کا دن ہے۔آج تو جشن ہونا چاہیئے۔'' ہاتھ میں پکڑی شیشی کا آخری گھونٹ اتارتے اس نے ہاتھ بلند کرتے سب کو دعوتی پیغام دیا۔ جہاں یونس کے نوجوان چہرے پر دبہ

دبہ جوش تھا وہیں سب نے ناراضگی سے نظریں چرائیں سوائے فاطر کے۔ وہ ساتھ کھڑے لڑکے کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ وقت کا سب سے بڑا لطیفہ ہو۔

"ملکہ کے خلاف ابھی تشویش جاری ہے تم نے قانون کی کتاب۔"

"قانون کی کتاب تو بدلی بھی جاسکتی ہے۔" یونس نے معصومیت سے اسکی بات کاٹی۔ "کون سی ریاست قوانین کے بل پر راج کرتی ہے؟ میں ہی پاگل تھا جو سب کے سامنے اپنا مذاق بنوا بیٹھا۔" غمگیں اور ہارے ہوئے انداز میں اسنے سر جھکا لیا۔

("آپ کو کسی پر شک ہے کیا ملکہ؟" کماری کو دیکھتے اسکی آنکھوں میں مختلف سوچیں بکھر رہی تھیں۔ آنکھوں کو چھوٹا کرتے اس نے فرش پر بچھے قالین کو دیکھا۔ "مجھے شک نہیں یقین ہے کسی پر۔" اسکی آواز دوری سے سنائی دی۔)

"اگر قانون بدل بھی جائے تب بھی وہ ملزمہ ہوگی مجرم نہیں۔" فاطر کا لہجہ اٹل تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہم میں انتشار پھیلا کر۔ دشمنوں سے ہماری زندگیوں کا سودا کرنے کے باوجود بھی وہ بس ملزم ہیں واہ! اور جن لوگوں کو اس نے کمزور ثبوتوں کی بنا پر سزا کے بھینٹ چھڑایا ان کا کیا؟" وہ اب لڑائی کی نیت سے میدان میں اتر آیا تھا۔ فاطر کو کندھے پر دھکا دیتے لڑکھڑایا۔

"الزام لگانا بند کرو۔" امبر نگاہوں نے سختی سے اسکے ہاتھ پیچھے کیئے۔

"الزام نہیں حقیقت ہے۔ سب تمہارے سامنے ہوا تھا بس تم سچ سے منہ پھیر رہے ہو۔" یونس نے دوبارہ اسے دھکا دیا۔ لڑائی کو بھڑتا دیکھتے نجف آگے آیا۔

(کمرے میں موجود ریت کی گھڑی کی آواز کماری کے سماعت سے ٹکرا رہی تھی۔ مسلسل ساز کی طرح بجتی انگلیوں پر نظر مرکوز رکھے وہ اس مشکوک انسان کا نام سننے کی چاہ میں تھی۔ "ماہِ کامل۔" گل کے یک لفظی جواب پر کماری نے گردن اتنی عجلت سے اٹھائی کے باقاعدہ چٹخنے کی آواز گونجی۔)

"ہمارے ساتھ بیٹھ کر اس عورت کی برائی کرتے تھے کہ اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں اور اب اسی سے خفیہ ملاقات کر رہے ہو۔ تم بھی تو دشمن ملک سے آئے ہو نا۔ یقیناً تم جاسوس ہو جسے اس جھوٹی ملکہ کا ساتھی بنا کر بھیجا ہو گا۔" وہ بغیر رکے بولے جاتا ساتھ ہی فاطر کو دونوں ہاتھوں سے پیچھے دھکیلتا۔ "ہماری تو وہ موجودہ ملکہ بھی لیبیائی ہے۔ تم تینوں جاسوس ملک سے ہو۔ تم تینوں ماہِ ملکہ کو ختم کرنے آئے ہو۔ پہلے تمہاری وہ بیچ ہری آنکھوں والی چڑیل۔" یونس کا جملہ بیچ منہ میں ہی رہ گیا۔ کب سے اسکے دھکے کھاتا آدمی ایک جست میں آگے آیا اور پانچوں انگلیوں کا مکا یونس کے گال پر دے مارا۔ باورچی خانے میں یک دم ہی ہلچل سی مچ گئی۔ یونس بھلے ہی قد کاٹ میں چھوٹا تھا مگر جوش جذبہ برابری پر تھا۔ جوابی وار کے لیئے ساتھ رکھی خالی تھال اٹھا کر فاطر کے سر پر دے ماری۔

www.novelsclubb.com

وہاں موجود باقی یونس کو پہچان نہ سکے۔یہ اس لڑکے کا کونسا روپ تھا۔آنکھوں میں سرخی، چہرے پر وحشت اور ہاتھوں میں ایک عجیب سی پھرتی۔اپنا سر پکڑتے فاطر نے سلیب سے دو تانبے کے گلاس یونس کے رخ پر اچھالے۔

ایک سے وہ بچ گیا جبکہ دوسرا سیدھا اسکی ناک پر لگا۔ جھکتے اسنے ہاتھ رکھا تو انگلیوں سے خون لگا۔ باقی مرد ان دونوں کو چڑھوا رہے تھے جبکہ وہ بکتے جھکتے ایک دوسرے کا خون پینے کے درپر تھے۔بات ذراسی تھی لڑکر ایک دوسرے کا حشر بگاڑ دیا تھا۔

(''آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہیں کہ اس لاش کا قتل ہوا ہے؟''گل فلسفی نے مزاج کے ہاتھوں مجبور اپنے مہمان کا رخ کیا۔''اس آدمی کی کلائی پر جتنے گہرے زخم تھے خود کی نس وہ اتنی گہرائی سے کاٹ ہی نہیں سکتا۔کسی نے جبرا اسکی کلائیاں بھاری اوزار سے کاٹیں ہیں اور تو اور........اسکی آنکھیں،خوف سے پوری طرح کھلیں تھیں،چہرے پر آنسو کے نشان اور ہونٹ یوں سوکھے جیسے آخری

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گھڑیوں میں وہ بہت تڑپا ہو۔یقیناً اس نے اپنی موت کا آخری لمحہ بھی ہوش و حواس میں دیکھا ہو گا۔" کماری بغیر دخل دیئے اسکے انداز ے سنتی رہی۔)

دو مردوں نے آتے یونس کو پیچھے کیا جب وہ انکی گرفت سے آزاد ہوتے پیچھے دھکیل کر لے جاتے فاطر کی طرف بھاگا۔اس سے پہلے کے وہ کچھ کرتا خادم خاص نے کمر پر بندھے کیفیکتہ میں چھپایا چاقو نکالا اور عین اسکی شہ رگ سے کچھ فاصلے پر رکھ دیا۔ باورچی خانے میں اچانک سانس بند ہونے کی آواز آئی۔ چاقو کی نوک دیکھتے یونس کے پسینے چھوٹے۔ جبکہ ایک طرف کھڑے نجف کی بھنویں الجھ کر قریب آئیں۔اتنے دنوں سے لاپتہ اس کی پسندیدہ چھری اس مرد کے پسینے والے کپڑے میں چھپی تھی۔

"دوبارہ کہو اس عورت کو بچ i dare you۔۔" آنکھ کے نزدیک لگی خراش اور ہاتھوں پر جابجا ننھے زخم لیئے یہاں فاطر نے چاقو کی نوک اسکی گردن میں چھبوئی وہیں نجف نے اسکا ہاتھ پیچھے کھینچتے الٹے ہاتھ کا چانٹا رسید دیا۔ فاطر نے گال پر ہاتھ

رکھے اس بے وفا کو دیکھا جیسے کہنے لگا ہو ”مگر ماں لڑائی اس نے پہلے شروع کی تھی“۔

”وہ چھوٹا ہے تم سے لحاظ کرو۔ اتنی سی بات پر تم چاقو سے اسکا قتل کرو گے؟“ پہلے جملے پر بولنے کے لیئے جو بھی بحث زبان پر آئی تھی وہ نجف کے اگلے جملے پر رک گئی۔ فاطر نے اپنے ہاتھ کو دیکھا وہاں حقیقتاً چھڑا تھا پھر یونس کو جو اپنا حلق سہلا رہا تھا۔ فاطر کے جسم میں سنسنی پھیلی۔ پلکوں کی لرزش اور ہونٹوں کی کپکپاہٹ بے یقینی کی وجہ تھیں۔ چاقو دور اچھالاتے وہ وہاں یوں کھڑا تھا جیسے یہ جھگڑا اس نے نہیں کسی اور نے اس سے کروایا ہو۔ وہ تو باتوں سے مسئلے حل کرنے کا قائل تھا پھر یہ منہ توڑ کر بات منوانے کا قائدہ کہاں سے سیکھا۔

(”تو اب آپ کیا چاہتی ہیں؟“ کچھ دیر بعد سپہ سالار کی آواز آئی۔ ”کامل کے کمرے کی تلاشی لی جائے۔“ حکم صادر کرتے وہ جگہ چھوڑتے غسل خانے میں

غائب ہو گئی۔اب یہاں کھڑے ہو کر دیوار کے نقش و نگار دیکھنے سے بہتر تھا کماری بھی باہر چلی جائے۔)

★

وہاں اندھیرا تھا۔اندھیرا بھی اور تنہائی بھی۔ سیڑھیوں پر ٹانگیں لمبی کیئے دیوار سے سر جوڑے وہ اپنی کتاب گود میں رکھے خاموش تھا۔آج بھی خالی خانے کو دیکھے وہ اسی کشمکش میں تھا کے کتاب کا نام کیا رکھا جائے۔کچھ ہی دیر یہ اکیلا پن مزید قائم رہ سکا جب اسے اپنی پشت پر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ بغیر جگہ سے ہلے وہ یونہی اپنی تخلیق پر انگلیاں پھیرتا رہا۔آنے والے نے اسکی بیگانگی کی پرواہ نہ کی۔دوزانو ہو کر پہلی سیڑھی پر بیٹھتے اس نے تیسرے سیڑھی پر موجود فاطر کے قریب قہوہ رکھا۔فاطر نے ایک نگاہ غلط بھی اس سبز مائع میں تیرتے پتوں پر نہ ڈالی۔دیکھے بنا بھی وہ جانتا تھا آنے والے شخص نجف ہے۔ادھیڑ عمر مرد ایک پوٹلی میں سے دوا اور روئی نکالتے بے پرواہ تھا۔جیسے کچھ دیر پہلے کا جھگڑا کبھی ہوا ہی نہ ہو۔

''وہ بچہ ہے اور اپنے ماں باپ سے دور ہے۔ اسکی بے وقوفی سمجھ کر اسے معاف کر دینا۔'' روئی پر دوا لگاتے اس نے فاطر کی آنکھ کے زخم پر رکھی۔ اتنے مہینوں میں وہ اتنے زخموں کا علاج کر چکا تھا کے اب مرہم پٹی اس کے کیئے عام سی بات تھی۔ بنا کسی جملے کا تبادلہ کیئے دونوں مردوں نے لب سیئے رکھے۔

کچھ دیر تک وہ کتاب کے اشعار زیر لب پڑھتا رہا اور نجف اسکے ہاتھ پر لگے ٹوٹے کانچ کے ٹکرے علیحدہ کرنے لگا۔ یہ کانچ یونس نے اسکے ہاتھ پر توڑا تھا۔

''مجھ سے ماہِ کامل نے کہا تھا کہ میرا دھوکہ پوری کی پوری المیرا توڑ دے گا۔'' لہجے میں تکلیف سے بھری شکست تھی۔ ''مجھے کامل نے یہ کیوں نہیں بتایا کے المیرا کو دھوکہ دینے پر میں خود بکھر جاؤنگا۔'' اندر سے گال کاٹتے اس مرد کی بے بسی نجف کسی بیان کے بنا بھی محسوس کر سکتا تھا۔ شیشے کے ٹکرے چنتے ہاتھوں کو روکتے اس نے سر اٹھایا۔ فاطر دونوں ہونٹ سختی سے دبائے کتاب کو دیکھ رہا تھا۔ وہاں بھی اسکی گرفت کچھ کم مضبوط نہیں تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''خود پر جبر کرنا چھوڑ دو۔'' نجف نے آہستہ سے اسکی انگلیاں ورق سے ہٹائیں۔

فاطر اسلام جیسے کسی خواب سے بیدار ہوا۔

''تمہیں کس بات کا ڈر ہے؟''فاطر نے وہی سوال خود سے دہرایا۔ آخر اسے کس بات کا خوف تھا؟

''آپ کو دل میں اترنے سے اتنا خوف کیوں آتا ہے۔''

''مجھے دل میں اترنے سے خوف آتا ہے۔''ہو بہو سپنا کے الفاظ دہرائے۔

''اور کسی کو دل میں اتارنے سے؟'' نجف کے سوال پر وہ سکتے میں چلا گیا۔ نگاہوں کے سامنے دو سبز بھوری آنکھیں آئیں۔ فاطر اسلام نے نظر چرا لی۔ وہ بزدل مرد انہیں دیکھنے کا حق نہیں رکھتا تھا۔

''میں کسی کو دل میں اتارنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔''

”دل میں اتارنے کی صلاحیت نہیں یا دل میں بسانے کی صلاحیت نہیں؟“اس نے نظریں کچھ مزید چرالی۔وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ آخر وہ نظر چرا کس سے رہا تھا؟ ساتھی سے یا قسمت سے۔فاطر نے جواب دینے کے بجائے خاموشی اختیار کر لی۔ نجف بھی اسکی چپ کی عزت کرتا دوبارہ معالجہ میں لگ گیا۔

ساتھ رکھے قہوے کو اٹھاتے فاطر نے اسکا ٹھنڈا گھونٹ بھرا۔”اگر پسند کرتے ہو توڑنے کی وجہ؟“ نجف کے اچانک کہنے پر اسکا ہاتھ پیالی پر جم گیا۔انگلیوں میں مدھم ارتعاش پیدا ہوئی۔

”پسند نہیں کرتا۔“دوبارہ نظریں چڑاتے لہجے کو ٹھوس بنانے کی ناکام کوشش کی۔

”پسند نہیں کرتا تو اسکے نام پر لڑے کیوں۔اسکے لیئے اپنی انا کیوں ماری۔کیوں ہر قدم یہ سوچ کر اٹھا رہے ہو کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔پسند نہیں کرتے تو اسکے نام پر کان کیوں سرخ ہو جاتے ہیں۔“آخری بات پر فاطر کے کان کے کنارے

دہکنے لگے۔ نجف کی نظریں اسکو اتنے دھیان سے پڑھتی تھی یہ اسکو آج علم ہوا۔ قہوے کی پیالی خالی کرتے اس نے ایک طرف رکھی۔

"پسند نہیں کرتے تو اسکے نام پر ایک کتاب کیوں لکھ ڈالی؟" یہ آخری وار سب سے گہرا تھا۔ سانس روکے، آنکھوں کی جنبش ساکن کیئے وہ اپنے ہمراز کو دیکھ کر رہی گیا۔

"تم نے میری کتاب پڑھی؟" لڑکھڑاتے لہجے میں طیش نہیں ڈر تھا۔ نجف نے گہری سانس۔

"اب بھی خوف زدہ ہو کہ کوئی سچ نہ جان لے۔" فاطر نے اب نظر نہیں چرائی۔ تھک کر اپنا ہاتھ کھینچتے وہ رخ موڑ کر بیٹھ گیا۔ بالوں میں انگلیاں پھنسائے وہ مسلسل انہیں الجھا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

''میں صرف شرمندہ ہوں۔''قدرت نے ہنس کر سوال کیا، کیا واقعی؟''اور ویسے بھی میں کسی کو محبت دینا نہیں جانتا اور المیرا کو تو بلکل نہیں۔''نجف اپنا سامان سمیٹنے لگا۔فاطر نے اب بیزار ہوتے سیڑھیوں پر پاؤں مارا۔

''مگر میں تو نہ محبت کا نام لیا ہے نہ ہی اس عورت کا۔''فاطر کا ہلتا وجود جگہ پر ہی ٹھہر گیا۔اپنی غلطی کا احساس اس قدر شدید تھا وہ سر بھی نہ اٹھا سکا۔اسکی جلد بازی اسے کہیں کا نہیں چھوڑتی تھی۔

''اپنے جذبات سے ڈرنا چھوڑ دو۔ان کا بھی تم پر اتنا ہی حق ہے جتنا تمہاری عقل کا تم پر۔اگر یہ کسی جانب اشارہ کر رہے ہیں تو کچھ دیر کے لیئے ان کی بھی سن لو۔'' فاطر نے کبھی اخذ نہیں کیا تھا وہ یہ سب کبھی نجف کے منہ سے سنے گا۔اپنے سے بھی زیادہ دانش مند انسان کو جذبات کی اہمیت پر تقریر دیتے سننا اسکے لیئے یقیناً حیرانگی کا باعث تھا۔اپنی جگہ پر کھڑے ہوتے اس نے الجھے بال سلجھائے۔

”میں صرف نادم ہوں..... کیونکہ پہلی مرتبہ میں نے جان بوجھ کر کسی کو تکلیف دی۔ یہاں تو سب اچھے سلوک کو محبت کا نام دے دیتے۔“سب پر اجتماعی لعنت بھیجتا وہ آگے چلنے لگا۔اس بات سے غیر فہم کے وہ راستہ تہ خانے کو جاتا تھا۔آج المیرا کے ایک ہفتے کا پہلا دن تھا۔اسکے لیئے ہر گھڑی، ہر لمحہ قیمتی تھا۔

★★★★

www.novelsclubb.com

باب ملکہ

سات سال قبل، مصر

ڈھائی ماہ میں اس نے نہ کوئی دوست بنایا، نہ اپنی کوئی مصروفیت ڈھونڈی۔ زندگی بغیر مقصد کے کٹ رہی تھی اور المیرا کو اس میں ہلچل کی ضرورت نہیں تھی۔ گہرے زافرانی لباس پر بال کھولے وہ نسبتاً ایک کونے کی میز پر موجود برگر اور فرائز سے پیٹ پوجا کر رہی تھی جب عین اس کے سر پر ارشن مار سلین کا ٹولا نمودار ہوا۔ لو آگئی ہلچل!

''تم نے عربی کے پروفیسر سے یہ بکواس کیوں کی ہے میں ارشن کے ساتھ کام نہیں کر سکتی۔'' میز پر جھکے وہ نفرت سے غرایا۔ انکار اسکی چھوٹی انا کو مزید چھوٹا کر دیتی تھی۔

''میری مرضی۔'' شانے اچکاتے فرائز کو کیچپ میں ڈبویا۔

''انکار ہی کرتی نا۔ یہ کیوں ساتھ بولا میں تمہیں تنگ کرتا ہوں۔''

www.novelsclubb.com

"سچ بولنے والا جنت میں جاتا ہے۔" بنا دیکھے المیرا اسکی برداشت آزما رہی تھی اور وہ بری طرح ہار رہا تھا۔

"تم جانتی بھی ہو کہ کس کے بیٹے سے بات کر رہی ہو۔" کیفے میں اب سب گردن موڑے تماشا دیکھنے لگے۔

"ایک باپ کے تو خیر نہیں ہو۔" اِس عزت آفزائی پر ارشن کے گال غصہ سے سرخ ہوئے۔ مشہور تھا کہ اسے غصہ میں با قاعدہ فٹس پڑتے تھے۔اپنی اسی دہشت سے وہ سب کو نیچے لگائے ہوئے تھا۔ طیش اور ولوے سے بے قابو ہوتے سامنے رکھی پانی کی بوتل اٹھائی اور اس سے پیشتر کے المیرا کوئی احتجاج کرتی پوری پانی کی بوتل اس پر انڈیل دی۔

ٹھنڈا پانی سر پر پڑنے کی وجہ سے وہ اچانک کھڑی ہو گئی۔ کیفے میں جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا۔ غیر انوکھی سے خاموشی محسوس کرتے ارشن نے باری باری سب کو دیکھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''چپ کیوں ہو؟ ہنسو۔'' اسکا انداز ایسا تھا جیسے اگر کوئی نہ ہنسا تو اسکی لاش یہاں سے جائے گی۔ المیرا نے اپنے گیلے بالوں اور چہرے کو ہاتھوں سے محسوس کیا۔ کچھ لوگ چھپکے سے اٹھتے کیفے سے نکل گئے، کچھ ارش کے کہنے پر پھیکا سا ہنس دیئے جبکہ کافیوں نے اس بے دردی سے نظریں چرالیں۔

المیرا کو دوبارہ انسانوں سے نفرت ہوئی۔ ارشن کا ٹولا اب بھی اس پر ہنس رہا تھا۔ جب اس نے انگلی اٹھاتے سب کو آئینہ دکھایا۔

''تم سب کمزور ہو۔ تمہارے سامنے یہ بزدل ایک لڑکی کو ہراساں کرتا ہے اور تم میں سے کسی کہ ہمت نہیں ہوتی اٹھ کر اس کا ہاتھ روکے۔ آج میں ہوں اور خدا کرے کل کو تم میں سے ایک یہاں ہو۔ کمزور کہیں کے!'' زافرانی لباس والی کا چہرہ ہتک سے سرخ تھا۔ نفرت سے سب کو طرف دیکھتے وہ بنا کسی کا جواب یا بہانہ سنے کیفے ٹیریا سے نکل گئی۔ اس کو رونے کے بجائے غصہ آیا۔ وہ کتنی بے بس تھی بن

باس میں آکر کوئی اسکی عزت کی دھجیاں ادھیڑ رہا تھا اور المیرا کو اتنی اجازت نہ تھی کے وہ اس کا منہ توڑ سکے۔

''تم کس سے ڈر رہی ہو عنایت؟ پہلے کبھی سچ بولنے سے ہچکچائی نہیں ہو تو پھر اب کیوں۔ کسی مرد کو اتنی جرائت کیوں دی تم نے کہ وہ بھرے مجمع میں تمہاری تذلیل کر سکے۔'' غصہ میں بڑبڑاتے وہ اپنے ہاسٹل کی طرف روانہ تھی۔ شام کا وقت تھا اور اس راستے پر آج حیرت انگیز طور پر رش کم تھا۔ جو گرز میں تیز تیز چلتے اس کے نم بال ہوا سے لہرا رہے تھے جب جیب میں موجود فون پر بیپ ہوئی۔

کوفت میں مبتلا اسے نکالا اور آنکھوں کے سامنے کیا۔ تیز قدم دھیرے دھیرے ہوتے سیڑھیوں پر ٹھہر گئے۔ اسکے ساتھ سے گزرتی دو لڑکیوں نے اسکے بالوں کی تعریف کی۔ المیرا نے ان پر غور نہیں کیا اس کی ساری سر توجہ تو فون کی سکرین پر جلتے جملے پے تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''تم نے کسی مرد کو جرائت نہیں دی کے تمہیں ذلیل کرے بلکہ لوگوں نے ہمت دی ہے وہ سرعام تمہارا مذاق بنائے۔''المیرا نے چہرہ گھما کر ادھر ادھر دیکھا۔ایک غیر شناسا نمبر سے آنے والے میسج کو اسکے خیالات تک رسائی کیسے ملی۔

''طاقتور ''دکھنے'' کے لیئے طاقتور ''ہونا''ضروری نہیں۔''المیرا کے ماتھے پر سے فکر او جھل ہوئی۔ غیر شناسا نمبر تو اسکا شناسا نکلا۔المیرا نے جھٹ سے میسج ٹائپ کیا۔

''تمہیں میرا نمبر کس نے دیا، خابیدہ مارسلین؟''سامنے والی یقیناً اسکی حاضر دماغی سے محظوظ ہوئی تھی تبھی ہنستے ہوئے ایک ایموجی بھیجا۔المیرا کے سخت تاثرات بحال ہوئے۔ایک مارسلین سے اسے نفرت تھی اور دوسرے سے حسد۔

★

کونے میں دبک کر بیٹھے وہ کل سے جاگ رہی تھی۔ کماری اس دن آتے ساتھ ٹوٹے مٹکے کے تمام پرزے ساتھ لے گئی۔ یہاں تک کہ وہ بھی جو المیرا نے اپنی

چادر میں چھپایا تھا۔ نیند اسکے ذہن کو کچھ دیر کے لیئے مفلوج کر دیتی تو ٹھنڈے پانی سے منہ دھوتے وہ اسی جیل کے چکر کاٹنے لگتی۔ ذہن کو بیدار رکھنے کے لیئے وہ کہانیاں بناتی تو کبھی خود سے باتیں کرنے لگتی۔ پانچ دن کی اس قید نے المیرا کو یہ ضرور سکھ دیا تھا کے اپنی تنہائی میں گزر کیسے کرتے ہیں۔

یونہی سینے سے ٹانگوں کو جوڑے وہ کسی کیڑے کی آہٹ پر بھی سہم جاتی۔ ابھی بھی وہ یونہی لب چباتے اپنا کوئی بچپن کا واقع ذہن میں دوہرا رہی تھی جب سلاخوں پر کھٹ پھٹ ہوئی۔ تیزی سے آگے آتے وہ پہلے ہی اپنے تحفظ کے لیئے صراحی ہاتھ میں لے چکی تھی جب اسکی نظر باہر کھڑے وجود پر پڑی۔

چابیوں کا گچھا ہاتھ میں لیئے فاطر تالے کے ساتھ الجھ رہا تھا۔ پچھلے چوبیس گھنٹے کی وہ خوف زدہ کیفیت نجانے کہاں غائب ہو گئی۔ وہ مرد اسکے اندھیروں میں روشنی کی طرح آیا تھا۔ صراحی کو خود سے لگائے اسکے تاثرات مبہم تھے۔ کیا آج وہ آزاد ہونے والی تھی؟

”آجاؤ ملکہ۔“ دروازہ کھولتے مسکرایا۔ ”تمہاری آزادی کا پروانہ لے آیا ہوں۔“

المیرا ننگے قدموں ابھی تک اس تپتے فرش پر کھڑی تھی۔ فاطر کو نیم اندھیرے میں کھڑی عورت کو آگے نہ بڑھتا دیکھتے پریشانی ہوئی۔

”ملکہ!“ فکرمندی سے پکارا۔

”مجھے بھی دیر جتنی آزادی ملی ہے نا۔“ المیرا کی آنکھوں میں چھائی لاتعلقی کو دیکھتے فاطر نے نظر جھکا دی۔ ابھی وہ اس سے شکایت کرے گی؟ کوئی طعنہ مارے گی یا ہوسکا تو صراحی سے سر بھی پھاڑ دے گی۔

”میرے لیئے یہ بھی بہت ہے۔“ فاطر نے یوں سر اٹھایا جیسے المیرا نے کوئی انہونی بات کردی ہو۔ دروازے پر ایک ہاتھ رکھے دوسرے ہاتھ میں تھاما لالٹین ابھی بھی نیچے تھا۔ المیرا ہلکے قدم اٹھاتی اس تک آرہی تھی۔ وہ جتنا قریب آتی فاطر کو اتنی اسکی مسکراہٹ کی گرمجوشی پھیلتی محسوس ہوتی۔

''تم اکیلے آئے ہو۔ میں سمجھ گئی تھی کے میری آزادی تمہارے اکیلے کا جتن ہے۔'' فاطر کو اسکی ہنسی سنائی دی۔ بے اختیار دل چاہا کے چہرہ بھی دیکھے۔ دھیرے سے لالٹین بلند کرتے فاطر نے ان دونوں کے درمیان کیا کہنے کو ہونٹ جدا کیا جب کچھ انوکھا ہوا، کچھ بے نام سا...... دونوں طرف۔ نفرت کے کمزور ہوئے تابوت اس مرتبہ پہلے وار کے سامنے ہی ٹوٹ گئے۔ نیچے چھپے دھڑکتے دل خالص تھے۔

المیر اعنایت محسن کی ایک آنکھ گہری بھوری اور دوسری ہلکی سبز ہوئی۔

فاطر اسلام کی ایک آنکھ گہری بھوری اور دوسری سنہری ہوئی۔

ان کی زبان بولنے کے لیئے تیار تھی، ذہن بھی کہنے پر راضی تھے مگر یہ دل، اسکی اجازت ابھی تک کیوں نہیں آئی۔ ایک دوسرے کی آنکھوں کے بدلتے رنگوں کو دیکھتے دونوں کے آنکھوں کی سیاہی پھیلی۔ روشنی ان کے درمیان تھی اور راستے کی رکاوٹ آج اختتام پذیر۔ عورت کی ہنسی مکمل تھم گئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"شکریہ فاطر۔"آنکیں مشکور تھیں تو چہرے پر احترام۔ نگاہیں ابھی بھی نہ ہٹیں نظروں کا زاویہ ابھی بھی ایک دوسرے پر تھے۔

نگاہوں کا رخ مجھ پر آئے

تو دیکھے گا کس قدر شرمسار ہوں میں

نگاہوں کے قدم مجھ پر ٹھہرے

تو دیکھے گا کس قدر بے بس ہوں میں

نگاہوں کی منزل مجھ سے ٹکرائے

تو دیکھے گا بس ایک آرزو سے ہوں میں

زیرِ لب شعر پڑھتے وہ خود کو بھی حیران کر گیا۔ دوسرے اس کی کیفیت سمجھ چکے تھے بس ایک وہ ڈر میں رہا۔ کوئی وجدان سا اترا تھا اس پر اور وہ جان گئی کہ اگر آج اس نے امبر روشنیوں سے نگاہ نہ پھیری تو شائد تاحیات نہ پھیر سکے گی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آنکھوں کو چھوڑتے لالٹین کی جلتی شمع کو دیکھا جب بھنویں سکڑ کر قریب آئیں۔

''یہ تمھیں کیا ہوا؟''المیرا کا اشارہ اس کے زخم پر تھا فاطر نے بدلاؤ کا حوالہ سمجھا۔

''چوٹ....لگ گئی۔''سرگوشی جو ہر لفظ کے ساتھ دھیمی ہو رہی تھی۔المیرا نے اسکے ہاتھ پر لگیں خراشیں دیکھیں اور فاطر نے اسکی آنکھوں میں آتا غصہ۔

''کیسے لگی؟''آواز کا غصہ چھپائے نہ چھپا۔

''کسی کے کردار کا دفاع کرنے گیا تھا۔''المیرا کے دل نے پوچھنے کی اجازت دی۔

''کس کے؟''چراغ تھاما اسکا ہاتھ اکڑ چکا تھا۔کچھ نگاہیں ملنے کی پابند ہوتی ہیں اور کچھ آمنے سامنے ہو کر بھی کبھی ایک نہیں ہوتیں۔

''ملکہ کی۔''

''گل کی؟''سوال میں بے یقینی تھی۔سامع نے گردن ہلاتے نفی کی۔

"اپنی ملکہ کی۔" تین حرف اور بس وہ آگ سے موم بن گئی۔ وہ بے پرواہ سے وفادار بن گیا۔

"کیوں؟" اسے سروکار نہیں تھا کہ کس نے اسکے کردار پر ہتھیار اٹھایا اسے جاننا تھا تو بس دفاع کرنے والے کی نیت کیا تھی۔ ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے دو مخالفین کے بیچ دوزخ پر ایک پل بنتا محسوس ہوا۔ دونوں ہی ایک دوسرے کی پیش قدمی کے منتظر تھے۔

"پتا نہیں۔" شمع کی چنگاری کو آگے کرتے اس نے المیرا کی دونوں آنکھوں کو ہم رنگ کیا۔

"پتا نہیں اور میرے لیئے لڑ مر آئے۔" اب ساری روشنی المیرا پر تھی اور فاطر اندھیرے میں جب سامنے کھڑی ملکہ نے لبوں کو پتلی لکیر میں کھینچتے روشنی کا اجالا اس پر کیا، خود سیاہی میں ڈوب گئی۔

www.novelsclubb.com

''مجھے تم سے عقیدت ہے ملکہ۔''المیرا کی ساری کائنات اس وقت بس ایک شخص میں سما گئی۔ وہ اسے ملکہ بلاتا تھا تو المیرا کو خود سے حسد ہوتی لیکن آج اس کے کہے الفاظ پر المیرا کو خود پر رشک آیا۔وہ محسوس کر سکتی تھی اسکے دھڑکن مدھم ہوئی۔نہ وہاں افراتفری تھی نہ خوف۔اطمینان تھا کیونکہ شاید وہ یہی الفاظ اتنے دنوں سے سننے کی خواہاں تھی۔

''جہاں تک مجھے یاد ہے فاطر اسلام کو تو مجھ سے شدید نفرت ہے۔''المیرا کے شوخ لہجے میں کہی بات پر وہ مسکرایا۔ نظر ہٹانا مشکل کر گیا۔

''اسے میری نفرت کا ہی ایک نیا انداز سمجھ لو۔''اسکی بات سنتے وہ دونوں ہنسے۔ ایک دوسرے میں گھلتے قہقے جیسے بنے ہی ایک ساتھ سننے کے لیئے تھے۔

''اب ہمیں چلنا چاہیئے۔ تم اوپر جا کر تیار ہو جاؤ مجھے تمہیں ایک چیز بھی دکھانی ہے۔''بنا کوئی سوال جواب پوچھے المیرا نے اپنے برہانہ پیروں کی طرف اشارہ کیا۔

”میرے جوتے پڑسوں سے غائب۔ شاید میرا حملہ آور ہی انہیں چڑا کر لے گیا کہ کہیں بندی بھاگ۔“ وہ جو ہنستے ہوئے اپنا مسئلہ بیان کر رہی تھی اچانک خاموش ہو گئی۔ تاثرات میں نادانی لیئے اس نے چہرہ جھکایا۔ فاطر اسلام اس کے سامنے بیٹھا بنا کوئی سوال جواب کیئے جوتے پہنا رہا تھا۔ المیرا کو بے اختیار وہ دن یاد آئے جب وہ ”زبردستی“ فاطر کو جھکا کر ”اپنا“ جوتا بند کرواتی تھی۔

آج وہ مرد ”اپنی مرضی“ سے جھکے اسکے پاوں میں ”اپنے“ جوتے پہنا رہا تھا۔

المیرا تذبذب میں تھی کہ شکر کرے یا حیرت۔

جوتے پہنا کر کھڑے ہوتے اس نے آگے چلنے کے لیئے ہاتھ بڑھایا۔ قدم سے قدم ملا کر چلتی المیرا کی اٹھان مغرور تھی۔ یہ احساسِ کمتری نہیں تھا جو وہ اس انسان کا سامنا کرنے سے کترا رہی تھی۔ یہ احساسِ شرمندگی بھی نہیں تھی کہ وہ خود کو اسکا پابند کرتی گئی۔ یہ وہی بے نام جذبہ تھا جو فاطر کی راہ دیکھتا تھا، جو اسکی مسکراہٹ سے آنکھیں پھیرنے پر مجبور کر دیتا، جو اس کے سامنے راز کھولنے کو کمزوری نہیں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سمجھتا تھا۔ یہ محبت تھی جس نے اس انسان کو المیرا کے لیئے سراپا سکون بنا دیا۔ یہ وہی عقیدت تھی جو دل کے ساتھ دھڑک رہی تھی۔

ساتھ چلتے مرد کو دیکھتے اسنے خود سے ایک فیصلہ لیا۔

"تم نے اپنی غلطیوں کا مداوا کر لیا ہے فاطر اب میری باری۔ تمھیں یہاں سے نکال کر واپس میں لے کر جاؤنگی۔ اب سے میرا یہی مقصد ہے۔"

خود کلامی میں عہد کرتے وہ اس بات سے غیر آشنا تھی کے ہفتے بعد اسکا موت کا دن تہ شدہ ہے۔

www.novelsclubb.com

★

سیڑھیوں کو تہ کرتے وہ ہال والی منزل تک آئے وہیں ادوب اور کماری ہاتھوں میں زنجیروں کا ہار لیئے المیرا کے استقبال کے منتظر تھے۔ باخوشی ان تک آتی کسی طمغے کی

طرح المیرا نے اپنے ہاتھ بند ھوائے اور اپنی راہ ہولی۔ اسے دور جاتا دیکھتے فاطر کا دل ایک لمحے کو بیٹھا۔

"کیا اسے اکیلا بھیجنا ٹھیک تھا؟ کیا وہ المیرا کے معاملے میں کسی اور پر اعتبار کر سکتا ہے؟" ابھی وہ انہیں تمام جھمیلوں سے لڑ رہا تھا جب فاصلے سے دور ہوتی عورت نے ذرا سی دیر کے لیئے چہرہ پھیرا۔ مسکرا کر اسے تسلی دیتے اس نے انگوٹھا اپنی خیریت کے انداز میں اٹھایا۔ آنکھوں کے کنارے چھوٹے ہوتے تقریباً غائب ہو گئے۔ فاطر اسلام کو یوں لگا جیسے پل بھر کو اسکی چوری پکڑی گئی ہو۔ فاصلہ اور خاموشی کے ہوتے ہوئے بھی المیرا اسکی اندرونی کیفیت کو جان گئی تھی۔ چہرہ جھکا کر سر کھجاتے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

اس سارا راستہ اسکے چہرے کی مسکراہٹ کسی طور مٹنے کے بہانے میں نہیں تھی۔ دل کافی دنوں بعد بے فکری کے ہواؤں میں جھوم رہا تھا۔ اپنے کمرے تک پہنچتے وہ

www.novelsclubb.com

باہر ٹھہر گیا۔ یہ پہلا فیصلہ تھا جو اسنے مکمل حواس میں کیا۔ ہوش تواسی وقت مکمل اختیار میں آ گئے تھے جب ہنستی سبز بھوری آنکھوں میں اسکے لیئے انس دکھا۔

خوشی سے مسکراتے اس نے جیب ٹٹولی۔ موٹی بھوری جلد والی کتاب نکالتے اس نے سرورق پر چاہت سے انگلیاں پھیری۔ دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا تو ایک سیاہی والا قلم ہاتھ آیا۔ گہری سانس لیتے اس نے کتاب کھولی۔ ذہن سے ساری دھند چھٹ چکی تھی۔ اب کوئی بن جواب کے سوال نہ تھا، کوئی دھیان ہٹانے کا بہانہ تخیل میں نہیں تھا، کوئی الجھن ایسی نہیں جو سلجھ نہ سکے۔

مستحکم اور مضبوط گرفت صفحے کے اوپری کونے میں رکھتے اس نے قلم کی مدد سے سیاہی پھیلائے۔ گرفت شرمانا چھوڑ چکی تھی۔ ”ملکہ ماہ“ کے حروف سب سے اوپر سب سے نمایاں تھیں۔ وہ الفاظ وہیں امر ہو گئے۔ یہ تھی فاطر اسلام کی نظم المیرا عنایت محسن کے نام۔ یہ تھی اسکی ضابطہ حیات اور اسکی بہادری کا منہ بولتا ثبوت۔

کتاب کو چہرے کے سامنے کرتے اسنے آنکھیں بند کیں۔ خستہ کاغذ کی خوشبو اندر اتارتے پتلے ہونٹوں پر ایک جاذب نظر مسکان تھی۔ اکیلا آنسو پلکوں کو چھوتا گال پر بکھر گیا۔ وہ خوشی کا آنسو تھا، امن کا پیغام اور امید کی نوعید۔ وہ اس "کچھ اور کو" پہچان چکا تھا۔

احساس ندامت ہوتی تو معذرت کر کے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا۔ خیر خواہی ہوتی تو بس مدد کر کے خود کو بلاشوکت کر لیتا، مخلصی ہوتی تو اسکے آنکھوں سے دور جانے پر بے چینی نہ ہوتی۔ یہ عقیدت تھی تبھی معافی نہ ملنے پر وہ بے غرض نہ ہو سکا، یہ انسیت تھی جو اسکی آسانیوں کی خاطر وہ بازیاں ہارنے کو تیار تھا، یہ محبت تھی جو آگ کا سفر پار کرنے کے بعد بھی دل کے تخت پر حق سے براجمان تھی۔

اس ایک خشک آنسو کو انگلی کی نوک سے صاف کرتے وہ اسی خوش دل کیفیت کو خود میں سمائے ننگے پیر اندر بڑھ گیا۔ اس بات سے بے خبر کے ایک ہفتہ بعد منصفی اسکی موت کا فیصلہ لکھتے قلم توڑ چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

★

ملکہ کے حجرے کا دروازہ بند تھا۔اندر سے آتی کھٹ پھٹ کی آوازیں گواہ تھیں یقیناً کمرے میں غصہ کی ہوائیاں گرم تھپڑوں کی طرح دماغ ہولا رہی ہیں۔ ذرا اندر جھانکو تو کمرے کا سارا منظر جیسے کھیل کا میدان بنا تھا۔ کاغذات زمین پر بکھرے تھے۔ پانی کی صراحی الٹائی ہوئی تھی۔ بستر کی چادر سے لے کر ایک طرف لٹکے ملبوسات سب کے سب اوپر نیچے پہاڑ کی صورت موجود تھے اور اس حالت جنگ کی مصور بھورے لباس والی عورت بھی وہیں موجود تھیں۔

میز کے دراز پٹاخ کرتے وہ انہیں بھی زمین پر الٹ چکی تھی۔ دل تھا کے دھاڑے مار کر رونے کا چاہا۔وہ کب سے تلاش کررہی تھی مگر کیا آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئ کے اسکی کتاب کا کوئی نام و نشان کمرے میں نہیں تھا۔ ماتھا پکڑے اس نے یادداشت کے پیئے گھمائیں۔ آج تک وہ اس کتاب کو کمرے سے باہر نہیں لے کر

گئی پھر وہ کہاں لاپتہ ہوئی۔ اگر وہ کسی کے ہاتھ لگ گئی تو؟ اس اندیشے سے آگے وہ حقیقت تصور بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''یہ ڈھونڈ رہی ہو؟'' گل کا سارا وجود مجسم سماعت بن گیا۔ بجلی کی تیزی سے آواز کے تعاقب میں پلٹی تو سامنے ہی ماہِ کامل ازلی تیاری کے ساتھ نظر آئی۔ گل اسکے ٹھاٹ وچار نہیں دیکھ رہی تھی بلکہ اسکی نگاہ تو کامل کے اٹھے ہاتھ میں موجود اسکے رازوں کی کنجی پر تھی۔

''یہ تمہیں کہاں سے ملی؟'' سخت لہجے میں پوچھا۔ کامل نے ایک لاپرواہ ادا کتاب پر ڈالی اور کندھے اچکائے۔ دوسرے ہاتھ میں کتاب لیتے وہ اب ورق پلٹانے لگی۔ گل کا دل حلق کو آیا۔ وہ اپنے بھید پوشیدہ رکھنا سانس لینے سے زیادہ ضروری سمجھتی تھی۔

''میری کتاب واپس کرو۔'' چیخ کر کہتے وہ اس پر جھپٹی جب کامل نے ایک قدم پیچھے لیا اور کتاب بند کرتے اسکے گال پر دے ماری۔ گل لڑکھڑاتے بستر کے قریب

گڑی۔ دماغ ماؤف ہو چکا تھا اور اعصاب بے یقین ہوئے۔ چہرے پر ہاتھ رکھتے اس نے سر اٹھایا۔ کامل پر سکون کھڑی رہی۔ اسکا یہ اطمینان کے بساط کی ہر چال وہ پلٹ سکتی تھی گل کو ہمیشہ سے سلگا جاتا تھا۔ آنکھوں میں لہو لیئے اس نے سختی سے بستر کی چادر دبوچی۔

"میرے کمرے کی تلاشی کروا سکتی ہو مگر اپنی کرواتے ضبط کھو جاتی ہو۔ ایسے تو نہیں چلے گا ملکہ حضور!" مایوسی سے اس کے حال پر طنز کرتے اوراق کے مجموعے پر نظر ڈالی۔ گل کے گرم سانسوں کی آواز در و دیوار سے ٹکرائیں۔

"یہاں..... ملکہ... میں ہوں!" لباس کو مٹھیوں میں جکڑتے وہ ضبط کرتے چلائی۔ گردن کی نسوں سے لے کر ماتھے کی رگ تک پھڑکنے لگی۔

"غلط! یہاں ہم دو عورتیں حکومت کر رہی ہیں اور اگر تم چاہتی ہو نظام ایسا ہی رہے تو اپنے علاقے تک محدود رہو۔" ایک ہاتھ میں کتاب پکڑے اس نے دوسرے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہاتھوں سے صفحے کا کونا پکڑا۔ ہوا میں بلند کرتے آنکھ بند کرنے سے پہلے پھاڑ ڈالا۔ گل کا دل جیسے دو ٹکڑوں میں ہو گیا۔

"وہ میری ملکیت ہے۔" چیخ کر اٹھتے وہ کتاب چھیننے کی غرض سے آگے آئی جب کامل نے اپنے خالی ہاتھ سے اسکی گردن دبوچتے شہ رگ پر ناخن چھبوائے۔ گل کا سانس دم توڑنے لگا۔ کامل دھیرے دھیرے اپنی گرفت مضبوط کرنے لگی۔ گل نے دونوں ہاتھوں سے اسے خود سے دور دھکیلا جب ماہِ کامل نے اسے ایک طرف پٹخ دیا۔ سنہری بال جوڑے سے کھلتے چہرے کے ایک رخ پر جھولنے لگے۔ گردن پر ہوتی جلن کو انگلیوں سے محسوس کرتے وہ کھانسنے لگی۔

"مجھ پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے یہ ضرور سوچنا کے جس زمین پر کھڑی ہو وہ میری ہی خریدی گئی ہے۔ جب تمہیں نگلنا ہو گا سنبھلنے کا موقع بھی نہیں دے گی۔" سر کے قریب جھک کر کہتے اس نے گل کی آوارہ لٹیں کان کے پیچھے کیں۔ کھڑے ہوتے کتاب اسکے سر پر مارتے وہ ایڑی والے جوتے میں دروازے سے نکل گئی۔

www.novelsclubb.com

پیچھے نظر ڈالو تو گل جان کا وجود سر تا پیر ہلکورے لے رہا تھا۔ ہونٹ پیڑی زدہ ہو چکے تھے، آنکھیں نم تھیں اور بال بکھرے ہوئے۔ ہاتھوں کی انگلیوں سامنے کیں تو ان پر خشک خون لگا تھا۔ خود کو چھڑواتے اس نے ناخن جب کامل کی کلائی میں چھبوئے وہی سے خون اس کے ہاتھوں تک منتقل ہوا تھا۔

آنکھیں بند کرتے اس نے جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔ بازو کو بستر پر پھیلاتے وہ خود بھی وہی نیم دراز ہو گئیں۔ چہرے پر جہاں تشدد کے نشان تھے سوکھے ہونٹ اور آنسوؤں سے بھری آنکھوں میں جیت کی چمک تھی۔ ہلکے پانیوں جیسی آنکھیں زندگی کی طرف پلٹنے لگیں۔

★

نہا دھو کر لباس بدلتے اب وہ کائی سبز ریشمی لباس جس کے بازو کلائیوں پر چوڑیوں کی طرح آتے تھے پہنے تھی۔ وہ کمرہ جو کبھی گل کی رہائش تھا اس میں ادوب کے ساتھ اسے ایک ہفتے کے لیئے رہنا ہے۔ آئینہ کے سامنے بیٹھی ادوب اسکے نم بالوں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

میں گنگی پھیر رہی تھی (ہاتھ بندھے ہونے کا فائدہ ہوا)۔ چہرے پر لگے نیل مندمل تھے۔ سفید رنگت پھیکی ہونے کے باوجود بھی دل کو بھائی۔

"آزادی کی اتنی خوشی کے مسکرائے جا رہی ہیں؟" المیرا کے نم بالوں کو کھلا چھوڑتے ادوب نے آئینہ میں دیکھتے سوال کیا۔ نظر ملنے پر المیرا نے گھبرا کر رخ پھیرنے کے بجائے پورے استحقاق سے آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔

"تمہیں کیا معلوم کس بوجھ سے رہائی ملی ہے؟" زنجیروں والے ہاتھ سے پکڑے شیشے کو ایک طرف رکھا۔ آنکھوں کے جگنو کسی کے عکس سے روشن تھے۔ اس سے پہلے کے ادوب اسکے مبہم جواب پر کوئی سوال پوچھتی دروازہ پر دستک ہوئی۔ المیرا اس طرزِ انداز کو پہنچاتی تھی۔ جھٹ پٹ کھڑے ہوتے پاؤں جوتوں میں ڈالے۔

یہاں دروازہ کھلنے پر فرد اندر آیا وہیں المیرا نے جھکتے جوتے اسکے سامنے رکھے۔ حیرت سے اکٹھی ہوئی بھنویں لیئے فاطر نے جوتوں کو دیکھا اور پھر المیرا کو۔ کمرے کی سب چیزیں اب بے معنی تھیں۔

''ایک اور مرتبہ شکریہ۔ تمہارا یہ احسان مجھ پر قرض ہے۔''مسکراتی عورت کو دیکھنے سے گریز کرتے وہ ایک طرف موجود خالی بستر پر بیٹھ کر پہنے جوتے اتار کر المیرا کے دیئے اٹھا لیئے۔

''میں نے تو تم سے کسی احسان کا بدلہ نہیں مانگا؟''جھکے سر کی جھولتی لٹ کو دیکھتے المیرا کا بے اختیار چھو کر محسوس کرنے کا دل چاہا۔

''میں تمہاری مقروض رہنے کی عادی ہوں۔''کندھے اچکاتے وہ سامنے آکر بیٹھی۔ فاطر نے اس مرتبہ المیرا کو نہیں ٹوکا۔ سر اٹھاتے وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔ المیرا آس بھری سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ ادوب جیسے پسِ منظر میں چلی گئی۔

www.novelsclubb.com

"چلیں؟" ہر کسی کو حکم سنانے والا یہاں آ کر اجازت مانگنے پر باخوشی راضی تھا۔

"کہاں؟" اپنی منوانے والی یہاں آ کر گردن اٹھاتے گھٹنے ٹیک دیتی تھی۔

"ایک جگہ تمہیں دکھانی ہے۔" کھڑے ہوتے اس نے پلٹ کر المیرا کا انتظار کیا۔

"چلو چلیں۔" نہ سوالات کا تردد، نہ کوئی شک میں ڈوبے طنز اور وہ خوش اسلوبی سے اسکے ہمراہ ہولی۔ پیچھے بیٹھی ادوب کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ آنکھیں مسلتے تین چار بار کھول بند کیں۔ کیا جو اس نے دیکھا تھا وہ حقیقی تھا یا نیند اور بھوک پوری نہ ہونے پر اسکا ذہن خوابوں میں اونگنے لگا ہے۔

www.novelsclubb.com

ایک دوسرے کو بھگانے سے کب ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنے لگے؟

★

فاطر کے ساتھ چلتے وہ دونوں دبے قدم دوسری منزل کی سیڑھیاں اتر رہے تھے۔ المیرا منصوبے سے نامانوس تھی جبکہ فاطر جانتا تھا اگر آج نہیں تو پھر کبھی نہیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

(گل جان کے لبوں کی جاندار مسکراہٹ یونہی قائم تھی۔کمرے میں موجود واحد میز پر اس وقت بس ایک شیشی تھی۔)

ہال میں بیٹھی اپنے تیر کی نوک تیز کرتی کماری کے سر کے قریب رکتے فاطر نے گلہ کھنکارا۔ ''یہی درست وقت ہے۔''کماری بنا کوئی رد عمل دیئے کھڑی ہو گئیں۔ تیر کمان کا دستہ کندھے پر پہن لیا۔

(صوفے پر بیٹھی لڑکی کا حلیہ اجڑا ہوا اندھیوں کا متاثرہ تھا۔اپنی گود میں دھرے بانس کے مختصر سے تیلے کو اٹھاتے اس نے ناخنوں کو ہر زاویے سے دیکھا۔ماہِ کامل کا خون خشک ہو کر بھورا ہو چکا تھا۔)

تین لوگ اب تہ خانے کی طرف رواں تھے۔المیرا کے دل میں پنپتے سوالات کو مدِ نظر رکھتے فاطر اسکے کان کے قریب جھکا۔ ''مجھ پر بھروسہ رکھو ملکہ۔''بکھری اردو میں سرگوشی کرتے وہ المیرا کو ہکا بکا کر گیا۔آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی وہ سیڑھیوں پر پھسلتے بچی۔

"میرے متعلق اتنی تحقیق کرلی مگر یہ یاد نہیں کہ میری ماں پاکستانی ہے؟" میٹھا سا طنز کرتے اس نے ہونٹ کنارے سے اٹھائے۔

(بانس کے تیلے کی مدد سے اس نے ناخنوں میں دبا خون نکالنا شروع کیا۔ "میں کہتی ہوں یہاں ملکہ بس ایک ہے اور تم مجھ سمیت خود کو بھی ملکہ مانتی ہو۔" تنکے پر لگا خون اس نے شیشی کی کناروں سے لگایا۔ "اب تمہارے یقین پر اترنا میرا اخلاقی فرض ہے۔")

کماری کی موجودگی جیسے ان کے لیئے داخلے کا عندیہ تھی۔ راستے میں کسی بھی رکاوٹ کے بنا اب وہ سرنگ کا راستہ کاٹنے لگے۔ المیرا پہلی مرتبہ یہاں آئی تھی۔ سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھتے اسکی حیرت عام تھی۔

(شیشی میں کامل کا خون اتارتے اس نے بانس کا ٹکڑا اڈاٹ کے ڈھکن میں دبایا۔ "میں جانتی ہوں تم نے قتل نہیں کیا۔ لیکن تمہارے گناہ یقیناً ان سے برتر ہونگیں۔" شیشی کو لباس میں چھپاتے اس نے گہرے نیلے رنگ کا چغہ پہنا۔ "اگر

www.novelsclubb.com

فریب تمہارا کھیل ہے تو میں کل تمہیں اسی کھیل میں ہراؤنگی۔" اپنے پیچھے دروازہ اچھے سے بند کیا۔ کتاب کامل کے ہاتھ لگنے سے پہلے ہی وہ اس کا اہم مواد جلا چکی تھی۔ اسکے بنائے جال میں وہ بپھری مہرانی بغیر چوں چاں کیئے آگئی۔)

سرنگ کے اختتام پر آج ویسی ہی روشنی تھی۔ فرق بس یہ تھا وہ جل بجھ رہی تھی۔ یہاں ان کا اندھیرا راستہ ختم ہوا وہاں وہ روشنیوں میں ڈوبی سیڑھیاں نظر آئیں۔ المیرا کو لگا وہ یہاں سے بھاگنے لگے ہیں۔ کیا وہ اکیلے بھاگیں گیں؟ بنا کوئی اعتراض کیئے وہ تین لوگ اب خاموشی سے اینٹوں سے بنی سیڑھیاں اترنے لگے۔ فاطر اسلام کی دل کی دھڑکن کان کے قریب دھڑک رہی تھی۔

(ملکہ ہونے کا ایک تو فائدہ تھا۔ کسی میں اتنی جرائت نہیں تھی کے اسے روک کر سوال کرتا۔ باآسانی تہ خانے اتری اور اب اس کا ارادہ غمار کو ڈھونڈ کر اسے یہ خون دینے کا تھا۔ ''میں چاہتی ہوں تم اس خون کا معائنہ کرو یقیناً یہ جس کسی کا بھی ہے وہ

بیمار نکلے گا۔''ذہن میں جملوں کو ترتیب کرتے وہ سرنگ کی طرف بڑھ گئی۔ایک یہی طبیب اعلی کی راہ تک جاتا تھا۔)

تین سیڑھیاں مزید اور پھر وہ ماہِ ملکہ کے ایک پسِ پردہ راز تک پہنچ جائے گا۔دو سیڑھیاں اور گتھیاں سلجھ جائیں گیں۔ایک سیڑھی مزید اور.......فاطر المیرا کے قدم بیک وقت رکے۔چہروں کا سکون مرجھایا اور ڈر میں ڈوبی حیرت آنکھوں میں پناہ گزین ہوئی۔سامنے راز نہیں،سامنے حقیقت تھی۔ماہِ ملکہ کی اصلیت۔

(سرنگ کے سامنے آتی سیڑھیاں مغرور تاثرات سے پار کیں۔جب کچھ آخری سیڑھیوں پر وہ ٹھٹکی۔سنبھل کر قدم بڑھاتے اس نے جونہی گردن باہر نکالی آسمان ٹوٹ کر سر پر گر گیا۔گل جان کی ہاتھ میں موجود خون کے نمونے پر گرفت پھسلنے لگی۔)

کماری نے آگے جا کر رکتے انہیں آنے کا اشارہ کیا۔ ماؤف اعصاب لیئے قدم کہاں اٹھ رہے تھے کہاں رک رہے تھے، دونوں کو کچھ سروکار نہیں تھا۔ آنکھوں کی پتلیاں ابھی بھی بے یقینی سے کھلی تھیں۔ تو یہ تھی اس پراسرار ٹھنڈ کی وجہ۔

(سیڑھیوں کے اختتام پر دائیں طرف مڑو تو تمہیں سامنے ٹائل زدہ فرش اور سر پر لگیں بتیاں اور پھنکے ملیں گیں۔ دائیں اور بائیں طرف سلاخ دار صاف ستھرے کمرے تھے جن میں بند لوگ نڈھال یا کانپ رہے تھے۔ وہ چوڑی راہداری ایک اندھیرے راستے کے سامنے آ کر رک جاتی تھی۔ ہر ایک شے جدید تکنیکی طرز سے بنی تھی۔ گل جان کے ہاتھ سے خون کی ڈبی چھوٹ کر فرش بوس ہوئی۔)

فاطر اور المیرا کا فسوں پیچھے سے آنے والی آواز سے ٹوٹا۔ جھٹکا کھا کر پلٹے تو پیچھے منہ پر ہاتھ رکھے گل جان کو کھڑا پایا۔ اسکے قدموں میں ایک سرخ دھبوں کی شیشی تھی جبکہ ٹانگوں سے تقریباً جان فنا ہونے کو۔ جان تو المیرا فاطر کی بھی نہیں رہی تھی۔

یہ جدید طرز کی روشنیاں، یہ ان کی دنیا کے لوہے سے بنے چمکتے پنجرے۔ اطراف

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

میں قید لوگ، چھت پر نصب پنکھے اور ان جیل خانوں کے ساتھ لگے فنگر پرنٹ سکینرز۔وہاں کی فضا مانوس تھی۔وہاں کی فضا میں ان کی دنیا کی تاثیر تھی۔

"ک۔ما۔ری۔" المیرا کے لبوں سے ٹوٹتے لفظ آزاد ہوئے۔ سپہ سالار کماری کا چہرہ ازلی سپاٹ تھا۔ مگر ان تینوں کے برعکس وہ ہاتھ باندھے مطمئن سی کھڑی تھی۔ ابھی فاطر نے ایک قدم آگے کی جانب اٹھایا ہی تھا جب عین سامنے بنی چوڑی راہداری کے کئی اندر سے آواز آئی۔بھاری زنجیروں کی آپس میں ٹکرانے کی گونج۔ تینوں نے اپنی سانسیں روک لیں۔المیرا سر تا پیر دہل گئی۔اپنے قید ہاتھوں کو دیکھا اور پھر ارد گرد۔قیامت ٹوٹنے والی تھی اور بشر دنیا نے اسکے ہاتھ باندھ رکھے تھے۔

www.novelsclubb.com

فاطر کی پتھرائیں نگاہیں عین سیدھ میں اندھیرے کو دیکھ رہی تھیں جبکہ المیرا اپنی آزادی کی راہ میں ارد گرد نگاہ دوڑانے میں مصروف۔ پیچھے کھڑی گل جان اپنے قدموں پر ڈھے گئی۔یہ کیا تھا؟ یہ کونسی دنیا تھی؟ یہ سچ تھا یا سراب؟

چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا کوئی اندھیرے سے نمودار ہوا۔ گہرے بھورے رنگ کا چغہ اسکے قدموں کو چھپائے تھا۔ چغہ نشین کی پشت پر اندھیرا یونہی قائم رہا۔ فاطر کی آنکھیں پیچیدگی سے چھوٹی ہوئیں۔ سر سے پیر میں وہ شخص چھپا ہوا تھا جب اس نے ہاتھ باہر نکالے۔ کلائیوں پر لگی ہتھکڑیاں جدید تھیں اور عین ہاتھ کی پشت پر خراشیں تھیں۔ یوں جیسے کسی بلی نے نوچا ہو۔ عورتوں کے علاوہ مرد کی پیچیدگی خوف میں بدلی۔ وہ بھورے ہاتھ ہوا میں اٹھے اور پھر ڈھکے چہرے تک گئے۔ فاطر کے اندیشے اگر درست ہوئے تو آج اس کا دل بند ہونا یقینی تھا۔

اس شخص نے دھیرے سے اپنا چغہ ہٹایا۔ ادھر اس کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آیا ادھر فاطر اسلام کے دل نے آخری دھڑکن لی۔

”مرحبا میرے بیٹے!“ سامنے موجود سفید بالوں والا مرد مسکرایا۔ آنکھوں کے کنارے جابجا جھریاں تھیں۔ صحت ان سالوں میں بری طرح متاثر۔ المیرا نے

ایک نظر آدمی کو دیکھا اور پھر اپنے ساتھی کو۔ ہو بہو ایک دوسرے کا عکس بس آنکھوں کا رنگ متضاد۔

''ڈیڈی۔'' مسکراتے ہوئے ابوالاسلام ظہور کو دیکھتے فاطر کی آواز کسی کھائی سے آئی۔ اس مسکراہٹ کو دیکھنے کا اس نے چھ سال انتظار کیا تھا اور آج اس جہاں میں اس مسکان کو دیکھتے وہ خود کو دفنا گیا۔ اسکا سفید چہرہ نہ مردوں میں تھا نہ زندوں میں رہا۔

★

وہ روشنیوں کا مرکز تھا۔ اسکے گرد تاحد نگاہ تک اندھیرا پھیلا تھا جبکہ اسکے سر پر جھولتے بلب سے بنتے اس کے سائے کو بھی اندھیرا نے لپیٹ لیا تھا۔ وہ جانتا تھا اسے یہاں کا نیوتا کیوں دیا گیا ہے۔ اب بار بار کٹہرے میں حاضری دینا اس کے لیئے روز مرہ کی سی بات تھی۔ زندگی بھر کا سودا کیا تھا اس دلدل کے ساتھ، نبھاتا نہیں تو اسکے عزیز ترین مارے جاتے۔

"گل جان، عمر تئیس سال، شناخت ترک۔اس کو اکسا کر کسی طرح بھی جال تک لانا تمہارا کام ہے۔" اندھیرے میں سے کسی کی بدلی ہوئی آواز آئی۔یقیناً اس آواز پر بے شمار فلٹرز لگے تھے۔روشنیوں میں کھڑے پستہ قد والے آدمی نے گردن اقرار میں ہلادی۔

کچھ دیر بعد ایک نیا حکم صادر ہوا۔اس بار بھی آواز کی پہچان اور اسکی سمت کا تعین مشکل تھا۔

"المیرا عنایت محسن۔ عمر چھبیس سال، شناخت پاکستانی۔اس کو بس اس مرد کے قریب رکھو۔یہی تمہارا کام ہے۔" اس بار بھی سودا گرنے گردن ہلاتے حامی بھر دی۔

"ایک بار یہ عورت میرے ہاتھ آجائے۔اس کو بتاؤنگی اصلی طاقت کس کے پاس ہے۔" یہ حکم نہیں بس وہیں چھپے کسی انسان کا خود ساختہ غصہ تھا۔اسکو شانت ہونے کا بولتے مرد کو تیسرا اور آخری منصب دیا گیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"فاطر ابو لسلام ظہور، عمر اکتیس سال، شناخت مصری۔ تمہارا کام اس مرد کو عورت کے قریب تر کرنا ہے۔ باقی آگے ہم دیکھ لیں گیں۔" گردن کو خم دیتے اس نے منصوبے کا یہ حصہ بھی بے دریغ قبول کیا۔ روشنیوں میں کھڑے جھکے سر والے کمزور وجود نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ تھکی ہوئی منظور سی سانس خارج کرتے اس نے تارتار ہوئی انگلیاں پہلو میں گرادیں۔

وفاداری کا دعوہ اس نے کبھی نہیں کیا پھر دغا بازی کی وعید کرتے بھی کیوں ہچکچانا۔

★★★★

(جاری ہے)

اگلی قسط انشاءاللہ جلد